www.neweramagazine.com

لائف لائن



NEW ERA MAGAZINE

بقلم حیا جہان

New Era Magazine

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

لائف لائن

از حیا جہاں

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

کمرہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس نیم روشنی میں بھی بیڈ پہ سوئے ہوئے وجود کا چہرہ دمک رہا تھا۔

دور سے کہی فجر کی اذان کی آواز آرہی تھی۔ جس کے کانوں میں پڑتے ہی وہ ہلکا سا کسمسائی تھی۔ مگر اٹھی نہیں۔ اذان کی آواز ہنوز آرہی تھی۔ اس بار جیا نے آنکھیں بند کیئے ہوئے ہی ہاتھ بڑھا کر دوبٹہ تلاشنا چاہا۔ سر پہ دوبٹہ اوڑھ کر اب وہ بائیں طرف کروٹ لے چکی تھی۔ وہ اذان ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

دسمبر کا مہینہ ہونے کی وجہ سے سردی بہت بڑھ چکی تھی۔ اتنی سردی میں گرم بستر سے اٹھنا آسان نہ تھا۔ مگر وہ آواز کہ

"نماز نیند سے بہتر ہے" کے آگے یہ نرم گرم بستر اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے لیے کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ حدیث نبوی (ﷺ) کا مفہوم ہے کہ

"فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیا سے بہتر ہیں"

جب سنت کی اتنی اہمیت تھی تو سوچو فرض کا کیا معاملہ ہو گا؟ اللہ ہی بہتر جانتا۔

اذان ختم ہو چکی تھی۔ وہ اٹھ کے بیٹھی سر پہ دوبٹہ درست کیا اور لحاف کو ہٹایا۔ ساتھ

ساتھ لب بھی ہلکے سے ہل رہے تھے۔وہ کلمہ پڑھ رہی تھی۔چپل پہنے کے لیئے جیسے ہی اس نے ٹھنڈے فرش پہ پاؤں رکھے۔۔۔سردی کی لہر اس کے سارے وجود میں دوڑ گئی۔جوتا پہن کہ وہ سوئچ بورڈ کی جانب بڑھی اور لائٹ آن کی۔ایک دم پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔اب وضو کے لیے جیا نے باتھ روم کا رخ کیا۔

جب وہ باہر آئی تو مزید اذانیں ہونا شروع ہو چکی تھیں۔اس نے الماری سے جائے نماز نکالا اور اسے بچھا کر نماز کی نیت باندھ لی۔کچھ اذانیں اب بھی ہو رہی تھیں۔شائد سارے مولوی ایک دوسرے کی اذان کی آواز سن کے ہی اٹھ رہے تھے؟جیا کو ہمیشہ یہ سوال تنگ کرتا تھا کہ سب لوگ ایک وقت میں اذان کیوں نہیں دیتے؟مگر جواب ندارد۔نماز ختم کر کے اب وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی۔یہ اس کا روز کا معمول تھا۔

سلمان حیدر اور عائشہ بیگم کی تین اولادیں تھی۔سب سے بڑی بیٹی ''جیا''،اس سے چھوٹا بیٹا ارسل اور سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی ثمن تھی۔

جیا جس کی عمر بیس سال تھی،بی۔اے کرنے کے بعد تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا۔وہ تیکھے

نقوش رکھنے والی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ ہلکے گھنگریالے سیاہ بال جو کندھوں سے تھوڑے سے نیچے آتے، گہری سیاہ بڑی بڑی آنکھیں، جس پہ لمبی گھنی پلکیں انہیں مزید جاذبِ نظر بناتی تھیں۔ روئی جیسے نرم و ملائم گال جس کے ایک طرف چھوٹا سا تِل تھا، باریک ہونٹ جو لیپسٹک کے بغیر ہی گلابی رہتے تھے، بلاشبہ وہ ایک بے حد پرکشش لڑکی تھی۔ جو پہلی ہی نظر میں کسی کو بھی اپنا دیوانہ بنالے۔

فارغ وقت میں خود کو مصروف رکھنے کے لئے اس کی مختلف اکٹیویٹیز تھیں۔ اسے سکیچیز بنانا اچھا لگتا تھا۔ سو، جب بھی وقت ملتا وہ مختلف قسم کے سکیچیز بناتی۔ کوکینگ اور بیکینگ اس کا دوسرا مشغلہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ کتابیں پڑھنا بھی پسند کرتی تھی۔

اس طرح وہ اپنے فارغ وقت کا بہترین استعمال کرنے کی کوشش کرتی۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے بعد وہ لان میں آچکی تھی۔ دوبٹہ ابھی تک نماز کے انداز میں اوڑھا ہوا تھا، مگر اب کندھوں کے گرد گرم شال بھی لپیٹی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ وہ لان میں ٹہل رہی تھی اور ساتھ ساتھ لان میں لگے پھولوں کو بھی چھو رہی تھی۔ پرندوں کی چہچہانے کی آواز آرہی تھی

جسے سن کے وہ بہت اچھا محسوس کر رہی تھی۔یہ اس کا روز کا معمول تھا۔روز فجر کے بعد وہ لان میں آ جاتی۔

جیا کچھ دیر مزید وہاں چہل قدمی کرتی رہی اور پھر اندر کا رخ کیا۔ابھی اس نے اندر جانے کے لیے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ باہر آتے ہوئے زوہیب سے ٹکرا گئی۔اس نے سر اٹھا کے ایک غصیلی نظر زوہیب پہ ڈالی اور تھوڑا دور ہٹ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے جیا دیکھ کے نہیں چل سکتی؟ "

زوہیب نے نرمی سے کہا

"کیوں آپ کی آنکھیں نہیں ہیں؟"

جیا نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور اندر چلی گئی۔

زوہیب بس دیکھتا رہ گیا۔"پاگل لڑکی" منہ میں بڑبڑا کر وہ باہر جاگینگ کے لیے نکل گیا۔

دونوں ہاتھوں سے موبائل کو آنکھوں کے سامنے کیے،ناک پہ نظر کا چشمہ لگائے وہ

سیڑھیاں اتر رہی تھی۔لمبے سنہری بال کسی آبشار کی طرح کمر پہ گر رہے تھے۔وہ ناول پڑھنے میں اتنی مگن تھی کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب اس کا پاؤں سیڑھی کی زینے سے پھسل گیا۔

"آہ"..

حیا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔اس سے پہلے کہ وہ گرتی، کسی نے اسے زور سے تھام لیا سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں حیا نے سوچا کہ ناول کی ہیروئین کی طرح کسی ہیرو نے اسے گرنے سے بچا لیا ہے۔اور اب وہ اسے باہوں سے تھامے ہوئے ہی غصے سے کہے گا کہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دھیان سے نہیں چلا جاتا؟اگر گر کے چوٹ لگ جاتی تو؟

مگر وہ غلط تھی۔

"اس منحوس موبائل سے کبھی دھیان ہٹا کے بھی چل لیا کرو حیا"!

سلمہ بیگم (والدہ) کی چنگھاڑتی ہوئی آواز گونجی۔وہ اسے بازوؤں سے پکڑے ہوے تھیں۔

"اس موبائل کی کبھی جان بھی چھوڑ دیا کرو۔اگر ابھی گر جاتی نہ تو لگ پتہ جاتا۔پڑی رہتی دس دن بستر پہ"

سلمہ بیگم غصے سے حیا کو ڈانٹ رہی تھی جو ابھی گرنے سے بچی تھی۔کیونکہ امی جان نے بروقت پکڑ لیا تھا۔

حیا چہرے پہ دنیا جہاں کی معصومیت سجائے ماں کی ڈانٹ سن رہی تھی اور موبائل کو احتیاط کے طور پر پیچھے کر لیا تھا۔(اس بیچارے کا کیا قصور؟)اس نے سوچا۔

"ہٹو اب پیچھے"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سلمہ بیگم اسے ہٹا کر خود اوپر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"افففف حیا تم بھی نہ پتہ نہیں کیا کیا سوچنے لگ جاتی ہو۔اور اماں نے بھی نہ سارے امجینیشن کا ستیاناس کر دیا۔میں سمجھ رہی تھی کسی ہیرو نے آکر مجھے گرنے سے بچا لیا ہے۔ہائے حیا تیری ایسی قسمت کہاں۔"

وہ خود سے باتیں کرتی ہوئی سیڑھیاں اتر کے ڈرائنگ روم کی طرف جا رہی تھی کہ اس کا پاؤں پلاسٹک کے چوزے کہ اوپر آیا جس سے "چوں چوں" کی زور کی آواز بلند

ہوئی۔

"ہاے میں مر گئی۔۔ "

حیا جلدی سے دو قدم پیچے ہٹی۔"افففف یہ پلاسٹک کا چوزہ تھا میں سمجھی پتا نہیں کیا ہو گیا اچانک"

وہ خود سے کہہ رہی تھی کہ کسی بچے کے ہسنے کی آواز آئی۔اس نی نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو سامنے اس کا سات سالہ بھائی منہ پہ ہاتھ رکھ کے اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔

"آپی ڈر گی آپی ڈر گئی ہاہا"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے گھور کر حمزہ کو دیکھا۔

"ابے رک تجھے بتاتی ہوں میں" مگر وہ بھاگ چکا تھا۔حیا مسکراتے ہوے ڈرائنگ روم کی طرف بھڑ گئی۔

سلمہ بیگم اور فاروق صاحب کے چار بچے تھے۔بڑی "حیا" اس سے چھوٹی پندرہ سالا امن پھر بارہ سالا بیا اور ایک بیٹا حمزہ تھا جس میں حیا کی جان بستی تھی۔

گریجواشن کے بعد حیا اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکی۔ کیونکہ سلمہ بیگم کی یہی مرضی تھی۔ جبکہ حیا آگے پڑھنا چاہتی تھی۔ مگر ماں کی مرضی کے آگے وہ خاموش ہو گئی۔ سو اب وہ گھر کے کاموں میں ماں کا ہاتھ بٹاتی۔

حیا تھوڑی جذباتی، تھوڑی شرارتی اور ناولز میں کھوئی رہنے والی معصوم سی لڑکی تھی۔ حیا کا کہنا تھا کہ انسان کو ناولز لازمی پڑھنے چاہیئے۔ کیونکہ ناول پڑھتے ہوے انسان کسی اور دنیا میں چلا جاتا ہے۔ اور اسے اپنی زندگی کے جھمیلے یاد نہیں رہتے۔ سو اس طرح کچھ دیر کے لیے ہی سہی وہ اپنی زندگی کی تمام پریشانیوں اور الجھنوں سے دور آجاتا ہے۔ اور بہتر محسوس کرتا ہے۔

وہ ڈرائنگ روم کے صوفے پہ بیٹھی ابھی بھی ناول کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھی کہ حمزہ روتا ہوا حیا کے پاس آیا۔

"کیا ہوا حمزہ کیوں رو رہا ہے میرا پیارا سا بھائی؟" اس نے روتے ہوئے حمزہ کو پکڑ کر گود میں اٹھایا اور رونے کی وجہ پوچھنے لگی۔

"حیا آپی وہ بیا نے مجھ سے اپنے کلر لے لیے ہیں وہ دیتی نہیں مجھے" حمزہ نے روتے ہوے اپنا سب سے بڑا مسئلہ بیان کیا۔

"اوتو یہ بات ہے۔ہمارے حمزہ کو ڈرائنگ کرنی ہے؟"

"جی آپی"

"مگر تم اس کے کلر خراب کر دیتے ہو نہ تبھی تو وہ تمہیں دیتی نہیں" حیا نے نرمی سے کہا۔

"مجھے نہیں پتا آپی مجھے اپنے کلر چاہے۔پھر میں بھی کسی کو نہیں لینے دوں گا"

حمزہ نے ایک عزم سے کہا جسے سن کے وہ بے اختیار ہنسی۔

"اچھا ٹھیک ہے میں اپنے بیٹے کو نئے کلر لا کے دوں گی اور پھر وہ اچھی اچھی ڈرائنگ بنائے گا" حیا نے کہتے ہوے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا اور ساتھ لگا لیا۔

"اب تم نے رونا نہیں ٹھیک ہے؟"

"جی آپی" حمزہ کی ہلکی سی آواز آئی۔

"یہ ہوئی نہ بات۔تم تو میرے شہزادے ہو۔اور شہزادے رویا نہیں کرتے "

حیا نے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوے پیار سے کہا۔

"چلو اب میں تمہیں چاکلیٹ دیتی ہو۔اپر میرے بیگ میں پڑی ہوئی ہے"

یہ سن کہ حمزہ رونا بھول چکا تھا۔ مسکرا کر جیا کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔

بچوں کی خوشیاں کتنی معصوم ہوتی نہ؟

حیا اس کو گود میں اٹھا کر ہی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

وہ دوپہر کا وقت تھا۔جیا نے صبح ناشتے کے بعد ہی واشنگ مشین لگالی تھی۔اور اب کپڑے سکھانے کے بعد پریس کر کے اپنی الماری میں لٹکا رہی تھی۔سارے بیڈ پہ استری شدہ کپڑے پڑے ہوئے تھے۔وہ اپنا کام کرنے میں مصروف تھی کہ

"دھڑام" سے دروازہ کھلا۔جیا نے ہڑبڑا کر دروازے کی جانب دیکھا۔جہاں سے حیا نمودار ہوئی تھی۔

"ہائے اللہ حیا کبھی انسانوں کی طرح بھی میرے گھر آجایا کرو۔"

جیا نے گھور کر کہا۔

"کیوں میں نے کیا کر دیا جیا؟" انتہائی معصومیت سے پوچھا گیا۔

"بندہ پہلے دروازہ ناک کرتا ہے پھر آرام سے کھول کر اندر آ کر سلام کرتا ہے"

جیا نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"افف مجھ سے نہیں ہوتے ایسے ادب و آداب والے مشکل کام۔ تم ہی کیا کرو"

حیا نے منہ بنا کے کہا۔

جواب میں جیا اسے صرف دیکھ کے رہ گئی۔ اسے ایسے ہی جواب کی امید تھی۔ حیا اور بات کو سیریس لے لے یہ کہا لکھا تھا؟

"بندہ گھر آئے مہمان کو کوئی چائے پانی کا ہی پوچھ لیتا ہے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے صوفے پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

جیا نے ایک نظر اس کو غور سے دیکھا اور پھر الماری میں کپڑے سیٹ کرتی ہوئی بولی

"پہلی بات یہ کہ مہمان اس طرح گھر نہیں آتے دوسری بات تم مہمان نہیں ہو کیونکہ مہمان روز نہیں آتے۔ اور تیسری بات یہ کہ اگر تم کہتی ہو کہ میں تمہیں چائے پانی کا پوچھ لوں تو میں پوچھ لیتی ہوں۔

سو مس حیا کیا آپ گھر سے چائے پی کے آئی ہیں یا گھر جا کے پیئے گی؟؟"

"تم جیا کی بچی۔۔۔۔"

حیا نے دانت پیسے اور صوفے سے کشن اٹھا کے زور سے جیا کو دے مارا۔ جسے جیا نے ہنستے ہوے کیچ کر لیا۔

"کتنی بے مروت ہو تم جیا!" اس نے برا سا منہ بناتے ہوے کہا۔

"اچھا تو اگر اتنا ہی دل کر رہا تھا چائے کا تو گھر سے پی کے آتی۔ تمہارا گھر کونسا دور ہے۔ یہ ساتھ ہی تو ہے" جیا نے شرارت سے کہا۔

"اب تم کنجوس بھی ہو"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے جلتے ہوئے کہا جسے سن کے جیا بے اختیار ہنسی۔

"اچھا مرو نہیں تھوڑا سا کام رہ گیا کر لوں پھر چلتے ہیں کچن میں۔ اور میرے ساتھ کھانا بنانے میں میری ہیلپ بھی کروا دینا۔ امی گھر نہیں ہیں کہیں گئی ہوئی ہیں۔ ثمن اور ارسل بھی سکول سے آنے والے بابا لوگ بھی گھر ہی کرتے لنچ"

"اچھا ٹھیک ہے کر دوں گی ہیلپ۔ مگر پہلے پلیز بولو"

حیا نے ایک ادا سے کہا۔

"تم ایک نمبر کی ڈرامے باز ہو حیا!" جیا نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں تو نہ سہی "

حیا نے لاپرواہی سے کندے اچکائے اور رخ دوسری طرف کر لیا۔

جیا کو اس کے اس انداز پہ ہنسی آ گئی۔

"اچھا ناچڑیل۔ بول دیتی ہوں۔"

جیا نے اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سو مس حیا ایمان آپ میرے ساتھ کھانا بنانے میں میری مدد کر دیں پلیییییییز"

جیا نے پلیز کو لمبا کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے کر دیتی ہوں کیا یاد کرو گی"

"پاگل لڑکی"

جیا نے اس کے سر پر ہلکی سی چت لگاتے ہو کہا اور دونوں ہنسنے لگ گئیں۔

جیا اور حیا بچپن کی دوست تھیں۔ ایک ہی سکول اور کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ان

کے گھر بھی ساتھ ساتھ ہی تھے۔ سو کالج کے بعد بھی انکی دوستی قائم تھی۔ دن میں جب بھی وقت ملتا، حیا جیا کے گھر پائی جاتی۔

ان دونوں نے مل کر کھانا بنالیا تھا۔ ثمن اور ارسل بھی سکول سے آچکے تھے۔ وہ دونوں ٹیبل پہ کھانا لگا ہی رہی تھی کہ بابا اور زوہیب آتے دیکھائی دیئے۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم! بچوں"

سلمان صاحب نے آتے ہی سلام کیا۔ حیا اور جیا نے ایک ساتھ جواب دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب نے بھی سلام کیا جس کا جواب صرف حیا نے دیا۔ جبکہ جیا کچن میں کچھ لینے چلی گئی۔

"اور سنائے زوہیب بھائی کیسے ہیں آپ؟"

حیا نے خوشگوار موڈ میں پوچھا۔

"جی میں بالکل فٹ فاٹ۔ آپ بتاو مس حیا کیسی ہیں آپ؟ اور کبھی اپنے گھر میں بھی ٹک جایا کریں"

زوہیب نے حیا کو تنگ کرنے کے لیے کہا۔

حیا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ انکل زوہیب بھائی کیا کہہ رہے؟ "

اس نے سلمان صاحب کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"ارے بھئی کیوں تنگ کر رہے ہو اسے زوہیب؟ یہ حیا کا بھی گھر ہے جب مرضی آسکتی۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سلمان صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

حیا نے جتاتی نظروں سے زوہیب کو دیکھا۔

)سن لیا نہ؟ (

جواب میں وہ بھی مسکراتے ہوئے کھانا شروع کر چکا تھا۔

حیا نے ثمن اور ارسل کو بھی آواز دے کے کھانے پہ بلا لیا تھا۔ جیا بھی آکر حیا کے ساتھ والی چیئر پہ بیٹھ چکی تھی۔ حیا اور زوہیب کی نوک جوک ابھی تک جاری تھی جس سے سلمان صاحب محظوظ ہو رہے تھے۔ ثمن اور ارسل بھی آپس میں ہلکی آواز میں سکول

کی کوئی بات ڈسکس کر رہی تھے۔ایسے میں صرف جیا تھی جو بالکل چپ بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔

"ویسے حیا تم تو اتنا بولتی ہو مگر تمہاری دوست تو کچھ بولتی ہی نہیں۔ایسے کیسے چلتی ہو گی تم لوگوں کی دوستی؟ "

زوہیب نے ایک نظر جیا کو دیکھ کے کہا۔جو اپنا ذکر اس کے منہ سے سن کہ دانت پیس کے رہ گئی۔

"ارے زوہیب بھائی اسے آپ کے سامنے بات کرنا نہیں پسند نا۔ورنہ میرے ساتھ تو بہت باتیں کرتی"

حیا نے صاف گوئی سے کام لیا۔جب کہ جیا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے ایک لگا دے(چڑیل)

سلمان صاحب کھانا کھا کے اٹھ چکے تھے۔

"اوتو یہ بات ہے میں سمجھا تمہاری دوست گونگی ہے"

زوہیب نے شرارت سے کہا۔

حیا بھی ہسنے لگ گی۔جیا نے اسے زور سے کونی ماری۔جو اسے گھور کر کھانے میں مصروف ہو گئ۔

"مسٹر زوہیب اسد! مجھے ڈسکس کرنے کے بجائے اگر آپ اپنا کھانا خاموشی سے کھا لے تو بہتر ہو گا "

لہجے کو سخت رکھتے ہوے جیا نے اپنی بات مکمل کی۔اور ٹیبل سے اٹھ کے چلی گئ۔

حیا نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگایا(توبہ)۔

جبکہ زوہیب مسکراتے ہوے کھانا کھا رہا تھا۔اسے جیا کے اس روے کی عادت تھی۔اور وہ کبھی برا نہیں مانتا تھا۔

زوہیب اسد، سلمان صاحب کے بڑے بھائی اسد حیدر کا بیٹا تھا۔گوری رنگت، ہلکی شیو اور سب سے بڑھ کر اس کی گہری نیلی آنکھیں اس کو سب سے وجاہت بناتی تھیں۔بلاشبہ وہ ایک پرکشش مرد تھا۔

زوہیب پانچ سال کا تھا جب اسد صاحب کا کسی حادثے میں انتقال ہو گیا۔زوہیب کی

والدہ زیادہ عرصہ یہ صدمہ برداش نہ کر سکی اور بیمار رہنے لگیں۔ پھر ایک رات وہ ایسی نیند سوئی کہ پھر کبھی صبح کا سورج طلوع ہوتا نہ دیکھ سکیں۔ وہ اسد حیدر کے انتقال کے ایک سال بعد ہی اس دینا سے رخصت ہو گئیں۔ سلمان حیدر کے لیے یہ بہت بڑا دھچکا تھا۔ وہ زوہیب کے لیے بہت پریشان رہتے۔ اتنے چھوٹے بچے کو وہ اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ انہوں نے عائشہ بیگم کے ساتھ مشورہ کیا اور زوہیب کو اپنے ساتھ گھر لے آے۔ عائشہ بیگم کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ ایک نرم دل خاتون تھیں۔ سلمان صاحب اور عائشہ بیگم نے زوہیب کو اپنی اولاد سے بڑھ کر پیار دیا۔ اسی چیز نے جیا کو بہت متاثر کیا۔ وہ اس وقت صرف پانچ سال کی تھی۔ سلمان صاحب اور عائشہ بیگم زوہیب کی ہر چیز کا خیال رکھتے اس کی ہر فرمائش کو منہ سے نکلتے ہی پورا کر دیا جاتا۔ یوں وقت گزرتا گیا اور زوہیب سب کا لاڈلہ بنتا گیا۔ اور جیا کے دل میں بغض نے جگہ لے لی ۔ اسے لگتا تھا کہ زوہیب کی وجہ سے اس کے والدین اس کو کم توجہ دیتے ہیں۔ عائشہ بیگم زوہیب کی بات فوری مان لیتیں۔ وہ جب جو کھانے کی فرمائش کرتا وہ اسے بنا دیتیں۔ وہ جو چیز مانگتا اسے لازمی لا کے دی جاتی چاہے وہ کچھ بھی ہو۔ اس کے بر عکس جیا کو روک ٹوک کا سامنا کرنا پڑتا۔ جب وہ شکایت کرتی تو عائشہ اسے کہتی کہ وہ بن ماں باپ کا بچہ ہے اگر ہم اس کی خواہشات پوری نہ کریں تو اس کے دل پہ کیا گزرے گی؟

اور پھر جیا نے شکایت کرنا بھی چھوڑ دی۔ زوہیب کے اگر اچھے مارکس آتے تو اسے انعام کے طور پر کوئی گفٹ دیا جاتا۔ جبکہ جیا کو خالی شاباش ملتی۔ وہ اکثر جیا کے کھلونے توڑ دیتا اور جب وہ روتے ہوئے ماں کے پاس جاتی تو وہ اسے یہ کہہ کے ٹال دیتی کے کوئی بات نہیں وہ بچہ ہے۔ اور جب کبھی جیا سے زوہیب کا کوئی کھلونا ٹوٹ جاتا تو وہ رو رو کر آسمان سر پہ اٹھا لیتا۔ اور تب تک روتا رہتا جب تک جیا کو ماں سے ڈانٹ نہ پڑ جاتی۔

بڑھے ہونے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ زوہیب کی بات کو جیا کی بات پہ ترجیح دی جاتی۔ اور جیا اس پر تلملا کے رہ جاتی۔ مگر ماں باپ کے سامنے کچھ نہ بولتی۔ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ الٹا اس کو ہی سمجھانے لگ جاتے۔ زوہیب کو کبھی اس بات کا احساس نہ ہوا کہ اس کی وجہ سے جیا کتنا ہرٹ ہوتی ہے۔ وہ یہی سمجھتا رہا کہ جیا کی طبیعت ہی ایسی ہے۔

مگر وہ غلط تھا۔

حیا جب گھر واپس آئی تو سامنے ہی لاؤنج میں سعدیہ پھپھو بیٹھی نظر آئی جو سلمہ بیگم سے

باتیں کر رہی تھیں_ ایک لمحے کے لیے حیا نے منہ بنایا۔ پھر جلدی سے چہرے کے تاثرات ٹھیک کیے اور سامنے آ کر پھپھو کو سلام کیا۔

سعدیہ پھپھو نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیتے ہوے سلام کا جواب دیا۔

"کہاں سے آ رہی ہو حیا؟ سر پہ دوبٹہ بھی نہیں"

پھپھو نے ناگواری سے دیکھتے ہوے استفسار کیا۔

"میں جیا کی طرف گئی تھی پھپھو"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے بظاہر مسکرا کر جواب دیا۔

"ارے تم کیا ہر وقت اس کے گھر گھسی رہتی ہو؟ اپنے گھر ٹکا نہیں ہے کیا۔ لڑکیوں کو یوں منہ اٹھا کے روز روز کسی کے گھر نہیں جانا چاہیئے"

سعدیہ بیگم نے منہ بناتے ہوے بات مکمل کی۔

"وہ میری دوست ہے پھپھو۔ وہ "کسی" نہیں ہے"

حیا نے اپنا لہجہ دھیما رکھتے ہو کہا۔

"ارے بھابھی تم بھی نہیں روکتی اسے؟اسطرح دوبٹہ گلے میں ڈالے بال کھولے چھوڑے شریف لوگوں کر لڑکیاں باہر نہیں نکلتیں"

پھپھو کی مخاطب اب سلمہ بیگم تھیں۔جو حیا کو گھور رہی تھیں(میری ہی ناک کٹوانا)

جواب میں حیا نے انہیں سوالیاں نظروں سے دیکھا۔(میں نے کیا کیا ہے؟)

"نہیں سعدیہ باہر تو چادر لے کے ہی جاتی ہے یہ تو جیا کا گھر ساتھ ہے نا تو ایسے ہی چلی جاتی"

امی نے وضاحت دی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ارے میں پوچھتی ہوں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟معاف کرنا بھابھی تم نے اپنی بیٹیوں کو بڑی آزادی دے رکھی ہے۔میری بچیوں کو دیکھو مجال ہے جو گھر سے ایک قدم بھی نکالے۔میری اجازت کے بغیر۔اور دوبٹہ تو سر سے اترتا نہیں میری بیٹیوں کے"

حیا سے مزید وہاں کھڑا نہ ہوا گیا تو جانے کے لیے مڑی۔مگر امی نے پیچھے سے آواز دی اور پھپھو کے لیے چائے لانے کو کہا۔وہ سر ہلا کر کچن کی طرف گئی۔جہاں پر پھپھو کی

آواز ہنوز آرہی تھی اور ابھی تک وہ اپنی اولاد کی تعریفیں کرنے میں لگیں تھی۔

"ہونہہ ساری خوبیاں اپنی بیٹیوں میں ہی نظر آتی دوسروں کی بیٹیاں تو کچھ ہے ہی نہیں ان کی نظر میں۔میری بیٹیاں تو ایسی ہیں میری بیٹیاں تو ویسی ہیں۔میری بیٹیاں تو یہ کرتی ہیں میری بیٹیاں تو وہ کرتی ہیں۔میری بیٹیاں تو ہر کام جانتیں ۔میری بیٹیاں میری بیٹیاں۔۔۔۔۔۔۔کان پک چکے سن سن کے۔ہونہہ"

وہ چائے بناتے ہوئے غصے میں خود سے بولتی جارہی تھی۔چائے بنا کے ٹرے میں رکھی اور باہر لے آئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پھپھو نے چائے کا ایک گھونٹ بھرا اور جلدی سے کپ پیچھے ہٹایا۔

"ارے حیا یہ چائے بنائی ہے تم نے؟اتنی چینی ڈالتے ہیں چائے میں؟"

"پھپھو میں تو ٹھیک ہی بنائی ہے آپ کو پتا نہیں کیوں پسند نہیں آئی"

حیا نے اپنے تاثرات چھپاتے ہوئے نارمل انداز میں کہا۔

"ارے اسے ٹھیک کہتے ہیں؟شہد بنا دی چائے۔کچھ ٹھیک سے بنانا بھی آتا ہے کے نہیں؟ارے میری بیٹیوں کو دیکھ.....

اس سے پہلے کہ سعدیہ بیگم اپنی بات مکمل کرتی۔حیا بول اٹھی

"پھپھو! آپ یہاں ہم سے ملنے آتی ہیں کے اپنی بیٹیوں کی تعریفیں اور ہماری خامیاں گنوانے آتیں ہیں؟ ہم برے ہیں تو ہمیں برا ہی رہنے دیں۔آپ کی بیٹیاں تو فرشتہ ہیں اور ہم ٹھہرے انسان ہمارا کیا مقابلہ آپ لوگوں سے؟ سو ہمیں ہمارے حال پہ چھوڑ دیں۔مہربانی ہو گی آپ کی"

حیا بولنے لگی تو بولتی ہی گئی۔وہ ایسی ہی تھی غصہ جب آتا تو یہ نہ دیکھتی سامنے کون ہے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پھپھو کا تو منہ ہی کھل گیا۔

"حیا! دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔۔اس سے پہلے میں جوتا اتاروں۔کمبخت کبھی تو اپنا منہ بند رکھ لیا کرو"

امی نے غصے سے حیا کو گھورتے ہوے کہا۔اور وہ پاؤں پٹختی اندر امن لوگوں کے روم میں چلی گئی۔

"ارے دیکھ رہی ہیں بھابھی اپنی بیٹی کی زبان۔یہ تربیت ہے آپ کی۔کہتی تھی میں کے

بیٹیوں کو مت پڑھاؤ۔ابھی تو اس کی زبان چلتی کل کو باقی دو کی بھی اسی طرح چلے گی۔توبہ توبہ زرا بھی ادب ولحاظ نہیں اور نام دیکھو "حیا" ہونہہ"

سعدیہ بیگم اپنی عادت سے مجبور بولتی جارہی تھی۔اور سلمہ دل ہی دل میں حیا کو کوس رہی تھیں۔

حیا اندر آئی تو امن اور بیا ہوم ورک کرنے میں مصروف تھیں۔جبکہ حمزہ صوفے پہ بیٹھا ٹی وی پر کارٹون دیکھ رہا ہے تھا۔وہ بیڈ پہ آکر بیٹھ گئی۔غصہ ابھی تک ناک پہ تھا۔

"حیا آپی ایک سوال سمجھا دیں مجھے پتا نہیں چل رہا کیسے کرنا"

"بیا یار تھوڑی دیر میں سمجھا دیتی ہوں ابھی باقی کا ہوم ورک کرلو۔"

حیا نے بیزاری سے کہا۔

"کیا ہوا آپی غصے سے چہرہ لال کیوں ہو رہا؟"

امن نے پوچھا۔

"ہونا کیا ہے۔پھپھو آئی ہیں"

حیا نے جواب دیا۔

"اوا چھا آ گئی سمجھ" امن نے مسکراہٹ دبا کے کہا کیونکہ اسے پتا تھا کہ پھپھو سے اس کی بنتی نہیں اور جب کچھ غلط بول جاتی ان کے سامنے تو امی سے خوب ہوتی اسکی۔

حیا نے ایک نظر حمزہ کو دیکھا جو ابھی تک ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔اسے دیکھ کر وہ مسکرائی اور اٹھ کے صوفے کی طرف آئی۔حمزہ کو اٹھا کے اس کے گال چومے اور گود میں لے لیا۔وہ بھی مسکرا رہا تھا۔

"میرا بیٹا کارٹون دیکھ رہا ہے؟"

حیا نے اسے ساتھ لگاتے ہوے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جی آپی" حمزہ نے خوش ہوتے ہوے جواب دیا

"اچھا میں بھی دیکھوں گی"

حیا نے پیار سے کہا۔

اسے جتنا بھی غصہ آیا ہوتا یا جتنا بھی موڈ آف ہوتا حمزہ کو دیکھ کر سب زائل ہو جاتا تھا۔

وہ "ٹام اینڈ جیری" دیکھ رہے تھے جب کوئی فنی سین آیا تو دونوں کِھلکھلا کر ہنسے۔

"افففف ہیمی دیکھ رہے ہو کیا کر رہے یہ دونوں ہاہاہا"

اس نے حمزہ سے کہا جو خود بھی حیا کے ساتھ ہسنے میں مصروف تھا۔

امن نے گھور کے دونوں کو دیکھا۔(ہونہہ پتا نہیں چل رہا ہم پڑھ رہی شور مچا رکھا ہے دونوں نے)وہ بس سوچ سکتی تھی کہہ نہیں سکتی تھی۔پتا تھا اثر تو ہونا نہیں دونوں کو۔سو فائدہ؟؟

اگلی صبح دھند نے شہرِ قائد کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔تھوڑے سے فاصلے پہ بھی کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔مگر اس کے باوجود کراچی کی سڑکوں پر معمول کی ٹریفک تھی۔سخت سردی کے ہوتے ہوئے بھی لوگ اپنی اپنی منزل کی طرف گامزن تھے۔دنیا کے کام چلتے ہی رہتے ہیں چاہے موسم کیسا ہی کیوں نہ ہو؟

کچھ ایسی ہی دھند بھری سرد صبح سلمان حیدر کے گھر بھی طلوع ہوئی تھی۔جیا اپنی ماں کے ساتھ کچن میں ناشتہ تیار کرنے میں مصروف تھی۔بچے بھی سکول کے لیے تیار ہو رہے تھے۔

جیا نے ناشتہ ٹیبل پہ لگایا اور ساتھ ہی ثمن اور ارسل کو آواز بھی دی۔

"جی آپی بس آ گئے" ثمن کی اندر سے مصروف سی آواز گونجی۔زوہیب ناشتے کے ٹیبل پہ آ چکا تھا اور عائشہ بیگم اسے کھانا نکال کے دے رہی تھیں۔سلمان صاحب کو آج جلدی نکلنا تھا سو وہ یہ کہہ کے چلے گئے کے ناشتہ آفس میں ہی کر لے گے۔بچے بھی آ کر بیٹھ چکے تھے اور جلدی جلدی کھا رہے تھے۔

"ارے بیٹا آرام سے کھاؤ نہ کیا ہو گیا ہے اسطرح کھاتے بھلا؟"

امی نے دونوں کو ٹوکا۔

"امی آپ کو نہیں پتا جس میڈم کے ساتھ ہمارا پہلا پریڈ ہوتا نہ وہ ایک منٹ کی بھی دیر برداشت نہیں کرتی۔اور بہت ڈانٹتی ہیں پھر"

ثمن نے کھاتے ہوے جلدی میں بات مکمل کی۔

"تو کون کہتا ہے دیر تک سوتے رہو؟دس دفعہ تو اٹھانے جاتی ہوں تب جا کے ہوش آتا تم دونوں کو۔اور اب میڈم کو الزام دے رہے ہو۔سستی کے مارو"

جیا نے جواب میں اچھی خاصی سنا دی دونوں کو۔جواب اسے گھور رہے تھے۔

"ارے کیوں ڈانٹ رہی ہو بچوں کو جیا؟اس عمر میں نیند ہی بہت آتی وہ بچارے کیا

کرے"

زوہیب جو کب سے خاموش تھا۔جیا کی بات کا جواب دیا۔

جبکہ جیا نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔اور کہا:

"میں اپنے بہن بھائی سے بات کر رہی ہوں آپ سے تو کچھ نہیں کہا"

زوہیب خاموش رہا۔

"جیا تمیز سے بات کیا کرو زوہیب سے۔ارے کیا کہہ دیا بچے نے جو تم اس طرح جواب دے رہی ہو اسے؟"

)ہمیشہ کی طرح امی اسی شخص کی حمایت میں بولی۔اپنی بیٹی تو ہمیشہ غلط ہوتی۔ہونہہ("

جیا سوچتے ہوے ناشتہ کر رہی تھی اور بار بار ایک غصیلی نظر زوہیب پہ بھی ڈال لیتی۔

جیا اس وقت سوئچ بورڈ کے سامنے کھڑی کبھی موبائل کو چارجر لگاتی کبھی اتارتی۔عینک کے ساتھ غصہ بھی ناک پہ دھرا ہوا تھا۔کیونکہ چارجر چل ہی نہیں رہا تھا۔

"صبح تک تو ٹھیک تھا یہ۔اب کیا موت پڑی ہے اسے۔موبائل کی بیڑی بھی بالکل اینڈ پوائنٹ پہ ہے"

وہ خود سے بول رہی تھی۔اور یہ تو حیا کی پرانی عادت تھی کہ جب تک موبائل کی بیٹری آخری سانسوں تک نہ پہنچ جاتی وہ چارج نہ کرتی۔

"افففف امی یہ میرا چارجر کام نہیں کر رہا کیا کروں"

اس نے پاس بیٹھی ماں کو کہا۔اسے سخت کوفت ہو رہی تھی۔

"تمہارا چارجر کام نہیں کر رہا تو میں کیا کروں؟اچھا ہے اس کمبخت موبائل سے کچھ دیر کے لیے جان چھوڑ دو گی"

امی نے نخوت سے کہا۔اور حیا نے بھی سوچا وہ کس سے اپنا مسئلہ بیان کر رہی؟امی کو تو اس کا موبائل ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

"حمزہ!حمزہ!کہاں ہو ہیمی؟

اس نے وہی کھڑے ہی بھائی کو آواز لگائی۔اور امی نے اس کے چلانے پہ گھور کر اسے دیکھا۔

"میں یہاں ہوں آپی مجھے ڈھونڈ لیں"

حمزہ کی کہیں پاس سے ہی آواز آئی۔ گو کہ حیا اس وقت غصے میں تھی مگر وہ حمزہ تھا اور حمزہ پہ حیا کب غصہ کرتی؟؟

وہ قدموں کی آواز پیدا کئے بغیر صوفے کی طرف آئی جہاں حمزہ صوفے کے پیچھے چھپا تھا۔ اور حیا کی طرف اس کی پشت تھی۔ حیا نے اسے پیچھے سے پکڑ کر اس طرح اوپر اٹھایا کہ دونوں کا ماتھا ایک دوسرے سے چھو یا۔

"آپی کو تنگ کرتے ہو شرارتی۔ بولو اب"

حیا نے اپنی ناک اس کی ناک سے رگڑ کر پوچھا جو کھلکھلا کر ہنس رہا تھا۔

وہ بڑی بڑی آنکھوں اور پھولے ہوے گالوں والا ننھا سا بچہ حیا کو دنیا جہاں سے عزیز تھا۔ وہ شروع سے ہی حیا کے پاس رہتا تھا۔ صرف رات کو سلمہ بیگم کے ساتھ سوتا تھا۔ وہ بھی حیا کو ناگوار گزرتا۔ کیونکہ اتنا چھوٹا بچہ وہ رات کو سبھال نہیں سکتی تھی۔ مگر جب حمزہ سال کا ہوا تو حیا نے ماں کے منع کرنے کہ باوجود اسے اپنے پاس سلانا شروع کر دیا تھا۔ حیا کہتی تھی حمزہ صرف اس کا ہے۔ کوئی اسے منع نہ کرے اس کو ساتھ رکھنے

سے۔

اس کے بعد کسی نے اسے کبھی نہ روکا۔

اس نے حمزہ کو نیچے اتارا اور اسے کہا کہ جیا آپی کے گھر جاؤ اور انہیں کہو کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنا چارجر دے دیں۔

جیا کچن میں ماں کے لیے چائے بنا رہی تھی جب حمزہ بھاگتا ہوا آیا۔

"جیا آپی!۔۔۔جیا آپی"!

وہ آواز لگاتا ہوا آ رہا تھا۔

"آو حمزہ کیا بات ہے؟ "

جیا نے اس کے گال کو چھو کر کہا جواب میں حمزہ کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ در آئی۔

"وہ حیا آپی چارجر مانگ رہی ہیں انکا خراب ہو گیا ہے"

"اوا چھا"

)اس حیا کی بچی کو نہیں پتا کہ ایک دوسرے کا چارجر لگانے سے خراب ہو جاتا۔اس نے میرا بھی خراب کرنا کیا؟(

جیا نے کچھ دیر سوچا اور پھر دماغ میں ایک خیال آیا اور چہرے پہ شرارتی مسکراہٹ رینگ گئی۔جبکہ حمزہ معصومیت سے جیا کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"رکو ہیمی میں امی کو چائے دے کے آتی ہوں پھر چارجر دیتی ہوں تمہیں"

وہ امی کو ان کے روم می چائے دینے کے بعد سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی۔اس کا رخ زوہیب کے کمرے کی طرف تھا۔اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور ارد گرد نظر دوڑھائی۔اسے کچھ زیادہ محنت کی ضرورت نہ پڑی اور سامنے ہی سائیڈ ٹیبل پہ زوہیب کا چارجر پڑا تھا۔وہ قدم قدم چلتی قریب آئی چارجر اٹھایا اور اسے لے کر نیچے آ گئی۔حمزہ ابھی تک وہی کھڑا تھا۔اس نے وہ چارجر اسے دیا جو لیتے ہی باہر بھاگ گیا۔

"ہوتا ہے خراب تو ہو جائے میری بھلا سے ہو نہہ۔میں تو اپنی دوست کی مدد ہی کی ہے کچھ غلط تو نہیں کیا؟؟"

حیا ڈرائنگ روم میں بیٹھی ناول پڑھنے میں مصروف تھی۔ سلمہ بیگم اپنی بہن سے فون پہ بات کر رہی تھی۔ امن، بیا اور حمزہ سامنے ہی بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ سلمہ بیگم نے فون رکھا اور حیا کی طرف آئیں۔ حیا نے نظر اٹھا کے انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا امی پریشان لگ رہی آپ؟ کیا کہہ رہی تھی خالہ؟"

حیا نے ماں سے استفسار کیا۔

"تمہاری خالہ لوگوں کا بزنس میں بہت نقصان ہو گیا ہے۔ اور اب وہ سب کچھ بیچ کر پاکستان سیٹل ہونا چاہتے"

امی نے تاسف سے کہا۔

"اوہ یہ تو واقع پریشانی کی بات ہے۔ بچاروں کا سارا کاروبار تباہ ہو گیا"

حیا نے افسوس کیا۔

"ہاں۔ اور جب تک ان کا بزنس سیٹ نہیں ہو جاتا اور گھر وغیرہ کا انتظام نہیں ہوتا وہ ہمارے گھر ہی رہیں گئے۔"

سلمہ بیگم نے اطلاع دی۔

حیا نے جواب میں صرف "ہمم" کہا اور موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی۔

سلمہ بیگم کی بہن رابیعہ شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ امریکہ شفٹ ہو گئی تھی۔اور وہاں جانے کے بعد ایک دو بار ہی پاکستان آئی تھی۔ان کا ایک ہی بیٹا تھا آیان وقار۔جو امریکہ میں ہی پلا بڑھا تھا۔اور وہ بالکل ویسا ہی تھا جیسے کوئی بھی مغرب کے ماحول میں پلنے والا بچہ ہو سکتا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا ٹی وی لاونج میں بیٹھی کوئی پروگرام دیکھ رہی تھی۔عائشہ بیگم بھی سبزی بناتے ہوئے ایک نظر ٹی پہ بھی ڈال لیتی۔

سامنے سیڑھیاں اترتا زوہیب نظر آیا تو جیا نے مزید توجہ سے ٹی وی دیکھنا شروع کر دیا۔

"چچی جان!

میرے موبائل کا چارجر نہیں مل رہا۔آپ میرے کمرے کی صفائی کرتی ہیں تو کہیں

دیکھا نہیں؟ کدھر ہے؟"

اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"صفائی تو میں ہی کی تھی بیٹا اور چارجر صبح سائیڈ ٹیبل پہ پڑا تھا۔ وہاں نہیں ہے کیا؟"

"نہیں چچی سارا کمرہ دیکھ لیا ہے۔ دراز وغیرہ بھی چیک کر لیا ہے مگر کہیں بھی نہیں مل رہا۔ مجھے موبائل لگانا تھا"

"اوہ تو کہاں جا سکتا؟"

سلمہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔ جبکہ حیا وہاں پر ایسے بیٹھی تھی جیسے کچھ سن ہی نہ رہی ہو۔

"حیا! تم نے دیکھا کہیں میرا چارجر؟"

زوہیب نے اسے مخاطب کیا جو ایک لمحے کے لیے چونکی تھی (افففف حیا کی بچی..) اس نے دل ہی دل میں حیا کو کوسا۔

"مجھے کیا پتا آپ کے چارجر کا؟ مجھے پکڑا کے جاتے ہیں کیا؟"

ہمیشہ کی طرح آج بھی مرچی چبا کے جواب دیا۔ زوہیب افسوس سے سر ہلاتا اوپر چلا

گیا۔

)ہاے بچارے زوہیب صاحب کا چار جر گم ہو گیا۔اب نیا لینے جاے گا۔کیونکیہ حیا صاحبہ سلامت تو بیجھے گی نہیں۔ہونہہ۔لاتا رہے نیا مجھے کیا۔میں نے تو کچھ نہیں کیا نہ؟(

وہ مزے سے سوچتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

حیا شام کے اس پہر باہر لان میں حمزہ کے ساتھ فٹبال کھیل رہی تھی۔ہمیشہ کی طرح وہ حمزہ کے ساتھ بہت انجوائے کر رہی تھی۔حمزہ بھی بہت خوش ہو رہا تھا۔ایسے میں گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھلا اور جیا آتے ہوئے دکھائی دی۔حیا نے ایک نظر اس کو دیکھا اور شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ جان بوجھ کے فٹبال کو زور سے جیا کی طرف کک ماری۔اس سے پہلے کہ جیا کو لگتا۔اس نے بروقت فٹبال کو کیچ کر لیا۔گھور کر حیا کو دیکھا اور فٹبال حمزہ کی طرف اچھال دیا۔

" کبھی انسانوں والی حرکت نہ کرنا حیا" !

جیا نے اس کی کمر پہ مکا رسید کرتے ہوئے کہا

"ہائے میں مر گئی۔ہائے میری نازک کمر۔افف ظالم لڑکی۔"

حیا نے اپنی کمر پہ ہاتھ رکھ کے دوہائی دی۔جیا نے اس کی ایکٹینگ دیکھ کے اپنی ہنسی دبائی۔

"اس نازک کمر والی لڑکی کی حرکتیں دیکھی ہیں؟۔مجال ہے جو اس کا شیطانی دماغ اسے بیٹھنے دے"

جیا نے ہنستے ہوئے اسے کہا۔جو ابھی تک درد ہونے کی ایکٹینگ کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اچھا چھوڑو۔یہ بتاو چارجر کیوں واپس نہیں کیا ابھی تک؟دوپہر کا لے کے آئی ہو"

اور یہ بات سن کے حیا کو کمر کا درد (جو ہوا ہی نہیں) بھول چکا تھا۔اس نے دنیا جہاں کی معصومیت اور مسکینت چہرے پہ طاری کرتے ہوئے کہا:

"جیا! وہ نہ پتا کیا ہوا۔وہ میں چارجر اپنے موبائل میں لگایا تو ٹھیک چارج کر رہا تھا میں بہت خوش ہوئی کہ اب میں ناول کی آخری قسط آرام سے پڑھ لوں گی۔پھر امی نے مجھے آواز دی کہ سبزی بنا دوں۔میں سبزی بنانے چلی گئی۔پھر مجھے کھانا بھی بنانا تھا۔اس

کے بعد روٹی بھی بنانا تھی۔ پھر حمزہ نے کہا کہ اسے سبزی نہیں کھانی اسے نوڈلز کھانی ہے اور تمہیں تو پتا ہے میں حمزہ کی بات نہیں ٹال سکتی۔ پھر میں اسے نوڈلز بنا کے دی اور پھر امی نے چائے کی آواز لگائی۔ میں چائے بن".....

حیا۔۔حیا۔۔حیا چڑیل میں تم سے دن بھر کی روٹین نہیں پوچھی۔ میں پوچھا چار جر کہاں ہے؟"

حیا جو اپنی دھن میں بولی جا رہی تھی۔ جیا نے چڑ کر اس کی بات کاٹی۔

"ہاں یہی تو بتانے جا رہی تھی میں مگر تم مجھے بولنے دو تب نہ۔۔میں کہہ رہی تھی کہ میں امی کو چائے بنا کے دی اور اس کے بعد امن اور بیا کو ہوم ورک کروایا۔ افففف آج انہیں بہت کام ملا ہوا تھا۔ ہوم ورک کروانے کے بعد میں کچن میں".....

"حیاااااااچار جر کہاں ہے؟" جیا نے ضبط سے کہا

"جیا وہ نہ۔۔۔۔۔۔۔وہ نہ۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔ج۔۔۔۔۔۔جل گیا ہے"

حیا نے اٹکتے ہوئے بات مکمل کی اور کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی۔

جیا کو اس کے اس انداز پہ بے اختیا پیار آیا تھا مگر اظہار نہیں کیا۔ وہ اظہار نہیں کیا کرتی

تھی۔

"اچھا جل گیا؟" جیا نے تصدیق چاہی۔

"ہاں نا جل گیا۔ مگر مجھے نہیں پتا کیسے ہوا سب"

حیا نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

"اوہ اچھا۔ تو اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے؟ چارج ہی تو تھا۔ جل گیا تو جل گیا بات ختم۔"

جیا نے اطمینان سے کہا۔ جبکہ حیا کو تو یقین ہی آیا کہ یہ اس کی ہی دوست ہے۔

"جیا! تمہیں برا نہیں لگا؟ تم ڈانٹوں گی

نہیں مجھے؟ میں نے تمہارا چارجر خراب کر دیا۔" حیا نے معصومیت سے کہا۔

"ارے نہیں مجھے برا کیوں لگنا؟ چارجر تم سے بڑھ کر تو نہیں تھا"

جیا نے آرام سے کہا۔

"ہائے جیا تم کتنی اچھی ہو نہ لو یو"

حیا نے یہ کہتے ہوئے جیا کو گلے لگا لیا۔

"ہاں اچھی تو میں بہت ہوں۔اور وہ چارجر میرا تھوڑی تھا "

جیا نے لاپرواہی سے کہا۔اور حیا نے ایک دم جیا کو پیچھے کیا۔

"مطلب؟ کس کا تھا پھر؟"

حیا نے حیرت سے پوچھا۔

"زوہیب کا"

"اوہ زوہیب بھائی کا؟ مگر میں تو تمہارا مانگا تھا پھر"....

"ہاں تو میرا دماغ تھوڑی خراب تھا جو اپنا چارجر تمہیں خراب کرنے کے لیے دے دیتی۔اس لیے اس کا دے دیا۔غریب تھوڑی ہے۔اچھا بھلا کماتا ہے لیتا رہے گا اور۔ہونہہ۔"

جیا نے بے نیازی سے کندے اچکائے۔

"افففف جیا تم۔۔۔۔تم کتنی دوھوکے باز ہو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔تم نے بچارے زوہیب بھائی کا چارجر خراب کروادیا۔مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔"

حیا نے اسے شرم دلانا چاہی۔ مگر وہ بھی حیا کی ہی دوست تھی۔

"زیادہ ہمدرد بنے کی ضرورت نہیں اس کی۔اور یہ مت بھولو میں نے تمہارے لیے کیا سب۔ بڑی آئی ایماندار۔ ہونہہ"

جیا نے جل کے کہا۔

"اب میرا منہ ہی دیکھی جاو گی کہ کوئی چائے پانی کا بھی پوچھو گی۔گھر آے مہمان سے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا نے موضوع بدلہ۔

"اچھا جی۔تو بتائیں آپ چائے پی کے آئی ہیں یا گھر جا کے پیئے گی؟"

حیا نے اس کی بات ہی دہرائی۔

"جاری رہی ہو گھر ہی۔میں کونسا چائے پینی آئی تھی۔پتا ہے کتنی بھوکی ہو تم۔میں تو تمہیں حمزہ سے کھیلتے ہوے چھت سے دیکھا تو آگئی۔ چلتی ہو کام ہے مجھے"

اس نے اپنی بات مکمل کی اور جانے کے لیے مڑی۔ مگر حیا نے کسی ہیرو کی طرح پیچھے سے اس ہاتھ پکڑ لیا۔

"کچھ دیر تو رک جاو برسات کے بہانے"

حیا نے اس کے گرد بازو حمائل کرتے ہو گنگنایا۔

"اللہ توبہ توبہ حیا کیا چیز ہو تم۔؟ پیچھے ہٹو۔ جانے دو مجھے" جیا نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ حیا اب اس کے کندھے پہ سر رکھتے ہوے بولی:

"اس طرح جانے کی بات نہ کرو۔ جب تم جانے کی بات کرتی ہو تو میرا دل ڈوبنے لگتا۔ دکھڑ کنیں بے ترتیب ہونے لگتی ہیں۔ سانس رکنے لگتا ہے۔ طبیعت بے چین سے ہونے لگتی".....

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاہاہا۔ دفع ہو جاو حیا۔ کیا بھلا ہو تم؟ افففف پوری کی پوری ڈرامہ ہو تم"

جیا نے ہنستے ہوئے اس خود سے الگ کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ حیا بھی مسکراتے ہوے اندر چلی گئی۔

حیا ہمیشہ اسی طرح جیا کو تنگ کرتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کے جو مزہ جیا کو تنگ کرنے میں آتا ہے وہ کسی اور چیز میں کہاں؟؟

جیا ہال میں صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھی اور ابھی کچھ دیر پہلے کی حیا کی حرکتوں کے بارے سوچ کر ہنسی جا رہی تھی۔

اوپر سے زوہیب سیڑھیاں اترتا آ رہا تھا۔ بلیک سوٹ میں ملبوس۔ ہلکی بڑی ہوئی شیو ۔ جل سے بالوں کر سیٹ کیے وہ بہت ہیڈ سم لگ رہا تھا۔ جیا کو یوں ہنستا دیکھ کر وہی رک گیا۔ اس نے آج پہلی بار اسے یوں ہنستا دیکھا تھا۔ اس سے پہلے ہمیشہ غصہ میں رہتی۔ زوہیب کو لگا وہ ہل نہیں سکے گا۔ وہ ہنسی ہوئی اتنی پیاری لگتی ہے۔ اس نے آج غور کیا۔ اور ہنستے ہوئے اس کی دائیں طرف گال پہ تل اور نمایاں ہوا تھا جو زوہیب کو بہت اچھا لگتا تھا۔ زوہیب آہستہ سے سیڑھیاں اترتا اس کی طرف آیا۔ جواب ایک ہاتھ آنکھوں پہ رکھ کے ہنسی جا رہی تھی۔

"کیا ہوا جیا آج بڑی خوش نظر آ رہی ہو؟"

زوہیب نے پاس آتے ہوئے مسکراہ کر پوچھا۔

جیا کی ہنسی کو ایک دم بریک لگ گئی۔ اس نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔ پھر صوفے سے اٹھ کر اس کے سامنے آئی۔ اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چبا چبا کے بولی:

"اور آپ سے میری خوشی برداشت نہیں ہوئی۔ تو آپ نے سوچا کیوں اس کی خوشی کو برباد کروں؟"

زوہیب اس کی بات نہیں سن رہا تھا۔ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی توجیا سے نظریں ہی نہیں ہٹ رہی تھیں۔ وہ تو اس کی گہری سیاہ بڑی بڑی آنکھوں میں کہیں کھو سا گیا تھا۔ اس کا تل وہ آج اتنے قریب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل کیا وہ اس تل کو ایک بار چھو کے دیکھے۔ مگر۔۔۔۔ مگر۔۔۔ کس حق سے؟؟؟

جیا جا چکی تھی اور وہ جہاں کھڑا تھا وہی کھڑا رہ گیا۔

"کون تھی یہ لڑکی جو ابھی اس کے سامنے تھی؟ کیا یہ جیا ہی تھی؟ کیا واقعی؟ کیا وہ آج سے پہلے بھی اتنی ہی خوبصورت تھی؟ اس کی باتیں مجھے بری کیوں نہیں لگتیں؟ کیا میں جیا سے محبت کرنے لگا ہوں؟

نہیں۔۔۔ نہں س۔ اس نے سر جھٹکا۔ ایسا نہیں ہو سکتا میں جیا سے کسے محبت کر سکتا ہوں۔ تمہارا۔۔۔ وہم ہے زوہیب۔۔۔"

وہ خود سے کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ مگر۔۔۔۔۔۔۔

وہ غلط تھا۔

حیا اس وقت کچن میں دوپہر کا کھانا بنا رہی تھی۔ مہرون کلر کی فراک پہنے جس کے ساتھ سفید پاجامہ اور سفید ہی دوبٹہ تھا۔ آگے والے بالوں کو چھوٹی سی چٹکی لگا کر پیچھے کیا ہوا تھا اور باقی بال کمر پہ گر رہے تھے۔

باہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا تو عارف بغیر ناک کے اندر آ گیا۔ وہ خاموشی سے ارد گرد دیکھ رہا تھا جب اس کی نظر سامنے کچن میں کھانا بناتی حیا پر پڑی۔ جس کی اس طرف پشت تھی۔ وہ بنا آواز پیدا کیے کچن کے دروازے پہ آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور اسے دیکھنے لگا۔

"بہت پیاری تم ہو حیا!۔ قسم سے۔ اور تمہارے یہ لمبے بال تم پہ بہت جچتے ہیں"

وہ جو کھانا بنانے میں مصروف تھی۔ عارف کی آواز پہ ایک دم پلٹی۔ جلدی سے اپنا دوبٹہ درست کیا۔

"یہ کوئی طریقہ ہے کسی کے گھر آنے کا عارف بھائی؟

حیا نے ضبط سے کہا۔

"بھئی دروازہ کھلا تھا تو آ گیا۔ مجھے کیا پتا تھا کے مہرانی کو اتنا برا لگے گا؟"

ڈھٹائی سے جواب دیا گیا۔

"غصے میں اور بھی پیاری لگتی ہو۔ سچ کہہ رہا ہوں"

"آپ سے کتنی دفعہ کہا ہے کہ مجھ سے اس قسم کی فضول باتیں مت کیا کریں۔ امی ٹی لاونج میں ہیں جائیں ان کے پاس بیٹھے"

حیا نے بظاہر نارمل انداز میں کہا تھا مگر اس کا دل کر رہا تھا کوئی چیز اٹھا کے دے مارے اسے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چلا جاتا ہوں اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ تھوڑی گپ شپ تو لگا لوں تم سے"

عارف نے حیا کی کسی بھی بات کا اثر لے بغیر کہا۔

"میرے پاس اتنا فالتو کا وقت نہیں کے ہر ایرے غیرے سے باتیں کرتی رہوں۔ جائیں یہاں سے"

حیا کے چہرے پر سخت بیزاری تھی۔

"کتنے نخرے ہیں تمہارے۔ اب ہم ایرے غیرے ہو گئے ہیں۔ تمہاری سگی پھپھو کا

بیٹا ہوں۔ بھول گی کیا"

"آپ جائیں یہاں سے" حیا نے پھر کہا

"اگر نہیں جاوں تو؟"

"امی۔۔۔۔۔امی جان۔۔۔۔۔۔امیییییییی۔۔۔۔ "

حیا پوری قوت سے چلائی۔

جبکہ عارف گبھرا کر دو قدم پیچھے ہٹا۔ سلمہ بیگم بھاگتی ہوئی کچن میں آئی۔ایک نظر عارف کو دیکھا اور پھر سامنے غصے سے لال ہوتی حیا کو۔

"کیا ہوا حیا؟ بتاؤ مجھے کیا ہوا؟"

امی پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"اس گھٹیا انسان سے کہہ دیں جب اس گھر میں آیا کرے تو میرے منہ نہ لگا کرے۔"

حیا نے چلا کر کہا اور کچن سے چلی گئی۔

جبکہ امی عارف کو گھور رہی تھیں۔جو اپنی صفائی میں بول رہا تھا۔

عارف جو کے سعدیہ پھپھو کا بیٹا تھا۔ہمیشہ سے حیا کو اسی طرح زچ کرتا تھا۔وہ ایک بگڑا ہوا لڑکا تھا۔جوا،شراب،نشہ،آوارہ گردی غرض اس میں ہر قسم کی برائی پائی جاتی تھی۔جو اس کی ماں کے علاوہ سب کو نظر آتی تھی۔

حیا کو وہ زہر لگتا تھا جب وہ الٹی سیدھی باتیں کرتا۔مگر حیا خاموش نہیں رہتی تھی۔سلمہ بیگم نے اسے کئی بار کہا کہ ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگتے۔وہ جو بولتے ہیں انہیں بولنے دینا چاہیئے۔ہمیں اپنی ذبان خراب نہیں کرنی چاہیئے۔مگر حیا اس کی ہر گھٹیا بات کا وہ منہ توڑ جواب دیتی۔یہ جانے بغیر کہ ایک دن وہ اس وجہ سے,,,,,,,,,

اپنوں سے دور چلی جاے گی۔

آج اتوار کا دن تھا تو سب لوگ گھر ہی تھے۔ثمن اور ارسل باہر لان میں زوہیب کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے۔اس کے علاوہ کچھ محلے کے بچے بھی ساتھ ہی کھیل

رہے تھے۔ان کے شور کی آواز اندر تک آ رہی تھی۔جیا جو ڈرائنگ روم میں بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی ان کے آوازیں اس کو بہت ڈسٹرب کر رہی تھیں۔وہ بار بار سر جھٹکتی اور مطالعہ کی طرف دھیان دیتی۔مگر پھر وہی شور۔۔۔

اب کی بار کوئی کھلاڑی آؤٹ ہوا تھا شاید تو شور مزید بلند ہوا۔زوہیب بھی اونچا اونچا بول رہا تھا۔وہ بچوں کے ساتھ بہت انجوائے کر رہا تھا۔

جیا پھر صبر کا گھونٹ بھر کر رہ گئی۔اب وہ دوبارہ مطالعہ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔مگر زیادہ دیر یہ توجہ برقرار نہ رہ سکی اور پھر سے آوازیں آنا شروع ہو گئی۔

اب جیا کی بس ہو گئی تھی۔اس نے کتاب صوفے پہ پٹخی۔اور غصے سے بھری ہوئی باہر گئی۔

"سارا گھر سر پہ اٹھا رکھا ہے ان لوگوں نے۔انسانوں کی طرح کھیلا نہیں جاتا۔گھر کو کرکٹ سٹیڈیم سمجھ رکھا ہے۔اور وہ زوہیب صاحب بچوں کے ساتھ بچہ بنے ہوے ہیں۔حد ہو گئی۔ابھی طبیعت صاف کرتی ہوں۔۔۔"

وہ غصے میں بھڑ بھڑاتی ہوئی باہر لان کی طرف جا رہی تھی۔

اِدھر اس نے ابھی دروازہ کھولا ہی تھا کے زوہیب نے جو بیٹینگ کر رہا تھا۔اس نے زور کی شاٹ لگائی اور۔۔۔۔۔اور۔۔۔پھر

بال سیدھا جا کر جیا کے دائیں کندھے پر زور سے لگی۔

"آہ۔۔۔"

جیا نے اپنا بایاں ہاتھ کندھ پر رکھا اور نیچے بیٹھتی چلی گئی۔آنکھیں زور سے میچ لی۔درد کی لہر پورے وجود میں دوڑ گئی۔

زوہیب بس حیران سے کھڑا رہا۔اس نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا تھا۔سب اتنا اچانک ہوا کہ اسے پتا ہی نہ چلا کب جیا نے دروازہ کھولا۔

وہ بیٹ چھوڑ کر بھاگ کے جیا کے پاس آیا۔

"جیا!ایم رئیلی سوری۔۔۔۔۔ایم سو۔۔۔۔سوری"

اس نے جھک کے جیا کو اٹھانا چاہا مگر جیا جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"سوری جیا۔۔۔میں جان بوجھ کے نہیں کیا۔غلطی سے ہو گیا۔۔ایم۔۔۔۔رئیلی ۔۔۔۔۔سو۔۔"

شٹ اپ۔۔۔جسٹ شٹ اپ۔آپ۔۔۔۔آپ۔مجھے صرف۔۔۔تکلیف دے سکتے ہو۔صرف تکلیف"

ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"جیا میں کہا نہ کہ".....

"آئی سیڈ شٹ اپ۔۔اپنی بکواس بند رکھیں"

وہ اتنا کہہ کے اندر چلی گئی۔

ثمن اور ارسل بھی پیچھے سہمے ہوئے کھڑے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور زوہیب وہی کھڑا پچھتا رہا تھا۔جیا کی سرخ ہوئی آنکھیں آج کی رات اسے سونے نہیں دینے والی تھیں۔

حیا اپنے کمرے میں لیٹی ناول پڑھ رہی تھی۔جب امی کی نیچے سے آواز آئی

"حیا!۔۔۔۔۔اوحیا۔۔۔نیچی مر ذرا"

"لو جی اماں کو خبر ہو گئی کہ میرا ناول اہم موڑ پہ ہے جو عین وقت پہ بلا رہی ہیں مجھے۔اب پتا نہیں ہیروئین کا کیا ہو گا؟اگر وہ مر گئی تو؟افف۔پلیز ایسا نہ ہو ورنہ ہیرو تو صدمے سے ہی مر جائے گا۔"

ابھی بھی وہ لیٹی ہوئی ناول کا ہی سوچ رہی تھی جب امی کی پھر سے غصے بھرآواز گونجی۔

"حیا!!!!!اب نیچے آتی ہو کے جوتا لے کو میں اوپر آؤں؟؟"

امی نے اپنے ازلی ہتھیار کی دھمکی دی۔جو ہمیشہ کارگر ثابت ہوا تھی۔

"نہیں اماں میں خود آجاتی ہوں۔آپ کو سیڑھیاں چڑھنے میں مشکل ہو گی"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نی جلدی سے موبائل رکھتے ہوئے آواز لگائی۔اور تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی جب ایک سیڑھی پہ پاؤں پھسلا۔۔۔۔۔مگر جلدی سے وہ سمبھل گئی۔امی نے یہ دیکھ لیا تھا۔

"فٹے منہ حیا۔۔۔کبھی انسان کی طرح نہ اترنا سیڑھیاں۔بندر کی طرح چھلانگے لگاتی ہوئی آتی ہو۔"

امی نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"امی بندر سے ملا رہی اتنی خوبصورت اور معصوم لڑکی کو؟ کتنی افسوس کی بات ہے"

حیا نے منہ بناتے ہوے کہا۔ جس پر امی نے سر پیٹ لیا۔

"کیا بنے گا تیرا حیا۔ مجھے تو تیری فکر لگی رہتی ہے۔ کیا کرو گی اگلے گھر جا کے"

امی نے اپنی پریشانی ظاہر کی۔

"ہاے امی جب میرا اپنا گھر ہے تو مجھے کیا ضرورت اگلے گھر جانے کی؟؟"

حیا نے اُنگلی سے عینک ٹھیک کرتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاے ربا۔۔۔ حیا۔ حیا تو کب بڑی ہو گی؟

امی نے تپ کے پوچھا۔

"کیوں امی آپ نے کیا کرنا مجھے بڑا کر کے؟؟"

امی کو تو گویا آگ ہی لگ گئی۔ انہوں نے چپل کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے دیکھ کے حیا دو قدم پیچھے ہٹی اور نیچے بلانے کی وجہ پوچھنے لگی۔ جس پر امی نے کہا:

"وہ تیرا لاڈلہ کھانا نہیں کھا رہا۔ دماغ خراب کر کے رکھا ہے اس نے۔ آج بھی نوڈلز کی

رٹ لگا رکھی۔جو پکاؤں وہ تو نواب زادے نے کھانا نہیں ہوتا۔سر پہ چڑھا رکھا ہے تم نے۔۔۔۔جاو جا کے دیکھو ورنہ مار کھالے گا مجھ سے"

امی کہہ کے کمرے میں چلی گئی۔اور حیا چلتے ہوے ٹی وی لاونج میں آئی۔جہاں حمزہ منہ پھلائے ہوئے صوفے پہ بیٹھا تھا۔

وہ اس کے ساتھ جا کے بیٹھ گئی۔

"ہیمی" !!

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ چپ رہا۔

"حمزہ! مجھ سے بولو گے نہیں؟"

حیا نے پھر بات کرنا چاہئی۔مگر وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔

"کھانا کیوں نہیں کھا رہے تم؟روز روز نوڈلز تو نہیں کھاتے نہ۔پیٹ خراب ہو جاتا بیٹا۔"

اس نے حمزہ کے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔حمزہ ابھی بھی سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے حیا کو نہیں دیکھا۔

"اب تم اپنی آپی کو دیکھو گے بھی نہیں؟اتنا غصہ؟مجھ سے بات بھی نہیں کرو گے؟"

حمزہ ہنوز خاموش تھا۔

"ہیمی؟؟"

ایک بار پھر کوشش کی گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے نہ بولو۔مجھے بھی بلوانے کی بڑے طریقے آتے۔"

اس نے شرارت سے کہا اور حمزہ کو گود لے میں لے کر خوب گُدگُدی کی۔اور وہ ہنسے جا رہا تھا

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپی سے بات نہیں کرو گے۔اتنی جرأت تمہاری ہاں بولو اب۔تنگ کرتے ہو مجھے؟اب کرو گے بولو؟"

اس نے مسکراتے ہوے حمزہ سے کہا جسے ابھی تک وہ گُدگُدی کر رہی تھی اور وہ حیا کی گود میں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

"آپی۔۔۔آپی اب نہیں کروں گا۔۔۔ہاہا۔۔آپی چھوڑ دو۔۔پلیز نہ کریں آپی۔۔۔امی بچالیں۔۔۔"

حمزہ خود کو چھڑاوانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اچھا چھوڑ دیتی ہوں۔ چلو میرے ساتھ کچن میں دونوں مل کے نوڈلز بناتے ہیں۔ تمہاری آپی کو بھی کھانی۔"

وہ حمزہ کو اٹھا کے کچن کی طرف بڑھ گئی اور سلمہ بیگم جواب کمرے سے باہر آ رہی تھی اس دیکھ کے رہ گئی۔

"ہیں۔۔ دیکھو تو اس لڑکی کو۔ اتنا بڑا ہو گیا ہے وہ۔ مگر پھر بھی اسے گود میں اٹھائے پھرتی رہتی ہے۔ پاگل ہے یہ لڑکی بھی۔"

امی نے ہنسے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت کچن میں روٹی بنا رہی تھی۔ سالن امی بنا کے جا چکی تھی۔

بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے جس سے کچھ لٹیں نکل کر چہرے پر آ رہی تھیں۔ بلیک کپڑے پہنے جس کے اوپر ہلکی سی کڑھائی ہو تھی۔ دوبٹہ شانوں پر لٹکائے وہ مصروف سی اپنا کام کر رہی تھی۔

زوہیب چلتا ہوا کچن کی طرف آیا۔اور دروازے پہ رک گیا۔

"جیا"!!

اس نے آہستہ سے اسے مخاطب کیا۔جس کے چلتے ہوئے ہاتھ ایک لمحے کے لیے رکے تھے۔مگر پھر کام جاری رکھا۔بولی کچھ نہیں۔

"جیا!ایم سوری۔۔۔۔صبح جو بھی ہوا انجانے میں ہوا۔۔۔۔مجھے اندازا نہیں تھا تم آرہی ہو دروازے سے۔وہ۔۔۔غلطی سے۔۔۔غلطی سے لگ گئی تمہیں۔میرا ۔۔۔۔۔میرا مقصد تمہیں تکلیف دینا ہرگز نہیں تھا۔"

وہ بالکل ہلکی آواز میں لہجے میں شرمندگی لیے بول رہا تھا۔اور جیا اسے نظر انداز کیے اپنے کام میں مصروف رہی۔

"جیا!میں تم سے بات کر رہا ہوں۔کچھ بولو گی نہیں؟"

"آپ جائیں یہاں سے۔"

بے رخی سے جواب آیا۔

"جیا" !

آپ جائیں یہاں سے"

"جیا!!!!وہ۔۔۔۔میں کہنا چا".....

مسٹر زوہیب اسد!آپ۔۔۔۔آپ جائیں یہاں سے"

اس دفعہ جیا نے چلا کر کہا۔زوہیب افسوس سے سر ہلاتا وہاں سے نکل گیا۔

"ہونہہ۔بڑے آئے سوری بولنے والے۔کس کس بات کے لیے سوری بولے گے۔ساری زندگی میرے ماں باپ کو مجھ سے چھینے رکھا اور اس چھوٹی سے بات کے لیے سوری یاد آگیا۔خود غرض انسان۔۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔اس نے آج میٹھے میں کھیر بنائی تھی۔جو حیا صاحبہ نے سپیشل فون کر کے فرمائش کی تھی۔اسے کھیر بہت ہسند تھی۔وہ جیا کو کہتی تھی کہ تم کھیر بہت اچھی بناتی ہو تبھی میں فرمائش کرتی ہوں۔مگر

جیا اچھی طرح جانتی تھی کہ اسے خود بناتے ہوے موت پڑتی ہے۔اس لیے وہ مکھن لگاتی۔۔۔یونو۔ڈرامے باز۔

وہ اور حمزہ لیونگ روم میں بیٹھے نوڈلز کھا رہے تھے۔جب جیا کی آواز آئی۔

"حیا! حیا! کہاں ہو بھئی؟

"اس طرف ہوں جیا آجاو"

حیا نے وہی سے آواز لگائی۔جیا اندر آئی تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔جس کو ڈھانپ رکھا تھا۔

"حیا تمہارے لیے کھیر لائی ہوں۔تم نے کہا تھا نے"

جیا نے ٹرے اس کی طرف بڑھائی۔

"ہاے جیا میں صدقے جاؤں۔شکریہ تم بہت اچھی ہو۔اسی لیے تو تم میری دوست ہو ۔لو یو۔"

حیا نے نہ صرف اس کے ہاتھ سے ٹرے لی بلکہ اس کو میز پر رکھنے کے بعد جیا کے گال پہ پیار کرتے ہوے کہا۔جیا اسکے انداز پر مسکرائی۔

"اچھا پیچھے ہٹو پاگل لڑکی۔کھیر کھا کے بتاو کیسی بنی ہے"

"ہاں ہاں ضرور کھاتی ہوں۔تم بیٹھو"

وہ ساتھ ہی صوفے پہ بیٹھ گئی۔اور پاس بیٹھے حمزہ کے گال کو چھوا۔جو شرما کہ نوڈلز کھانے لگ گیا۔

وہ اس وقت لان میں لوہے کے جھولے پہ بیٹھی چیپس کھا رہی تھی۔سردی کی دھوپ اسے سکون دے رہی تھی۔آج بڑے دنوں بعد دھوپ ہوئی نکلی ورنہ ایک ہفتے سے دھند ہو رہی تھی۔آج کا دن بہت روشن اور کھلا کھلا لگ رہا تھا۔

وہ ہلکے براؤن کلر کے سوٹ میں ملبوس تھی۔اور بالوں کو کیچر میں قید کر رکھا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا حال ہے حیا بی بی"

عقب سے عارف کی آواز آئی۔جسے سن کے حیا کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"ٹھیک ہوں۔سب لوگ اندر ہیں مل لیں جا کے"

حیا نے اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوے کہا۔

"ارے سب سے کون کمبخت ملنے آیا ہے۔میں تو تمہارا دیدار کرنے آیا ہوں۔بڑے دن ہو گئے تھے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔دل بڑا بے چین تھا۔سوچا مل ہی آؤں۔"

حیا نے اسے گھور کر دیکھا جس کے چہرے سی ہی عیاری ٹپک رہی تھی۔

"عارف بھائی! ہر انسان کی عزت اپنے ہاتھ میں ہوتی۔ مگر لگتا ہے آپ کی کوئی عزت ہے ہی نہیں۔ اگر میں آپ کا لحاظ کرتی ہوں تو صرف بابا کی وجہ سے۔ کیونکہ آپ ان کی بہن کے بیٹے ہیں۔ سو اپنی زبان سنبھال کے استعمال کیا کریں۔ یہ نہ ہو کے کسی لڑکی کے ہاتھوں بے عزت ہو جائیں۔ بار بار نہیں کہوں گی اب۔

آخری بار بتا رہی ہوں آپ اپنی حد میں رہا کریں۔ ورنہ حیا نام ہے میرا۔ مجھے لوگوں کو اُن کی حد میں بھی رکھنا آتا ہے اور۔۔۔۔۔۔ اوقات میں بھی۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آخری لفظ چبا کر کہا گیا۔ اور وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"تو نے عارف کو بہت ہلکا لیا ہے حیا بی بی۔ تو نے ہمشہ میری تذلیل کی ہے۔

تجھے تو میں بتاؤں گا تیری اوقات۔۔۔ تو دیکھتی جا بس۔ تیرا سارا غرور توڑ دوں گا۔ میرا نام بھی عارف ہے تجھ پہ زندگی نہ تنگ کر دی تو کہنا۔ حیا نام ہے نا تیرا۔۔۔۔۔۔ مگر نہیں رہے گا۔"

نہایت خباثت سے کہتا وہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔ یہ جانے بغیر کہ عزتوں کے فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ انسانوں کے نہیں۔

وہ ٹی وی لاونج میں بیٹھی

ہارر مووی دیکھ رہی تھی۔ ساتھ میں چیپس کی پلیٹ بھی ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ جس سے وقفے وقفے چیپس اٹھا کر کھا رہی تھی۔ وہ بہت سکون سے فلم دیکھ رہی تھی کہ پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ کیونکہ باہر کا دروازہ "دھڑام" سے کھلنے کی آواز آئی۔ اور اس طرح کون آسکتا ہے بھلا؟ سمجھ تو گئے ہو گئے آپ۔

"لو آفت آ گئی" جیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جیا! جیا! جیاااااا"

وہ اونچی آواز میں بولتی جیا کو تلاش کر رہی تھی۔

"جیاااااادھر مرو"

جیا نے بھی چلا کر آواز لگائی تاکہ حیابی بی کے کان شریف تک باآسانی پہنچ جاے۔

"اوہ اچھا ادھر تھی تم۔"

حیا دھپ سے اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھی۔ جیا بس گھور کے رہ گئی۔

"آج ایک بات بتادو مجھے حیا! جب تم گھر آتی ہو تو تمہیں پیچھے سے کوئی زور کا دھکّا دیتا ہے۔؟ جو تم اس طرح "داھڑم" سے دروازہ کھولتی ہو۔"

جیا نے اسے احساس دلانا چاہا۔ مگر کس کو؟؟

"بس میری جان تم سے ملنے کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ دروازہ بیچ میں برداشت نہیں ہوتا"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے جیا کے کندھے پر سر رکھ کے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"ہٹو پیچھے چڑیل آتے ہی ڈرامے شروع ہو گئے تمہارے۔"

جیا نے اسے کندھے سے ہٹایا"

"میرے جذبات کو تم ڈرامے کا نام دیتی ہو ظالم لڑکی۔ کبھی میرے دل میں جھانک کر دیکھوں اس میں محبت کوٹ کوٹ کے بھری ہے۔ یہ دل تمہارے نام پہ دڑکتا ہے۔ ایک پل نہیں رہتا تمہارے بنا۔ تم نہ نظر آو تو بے تاب رہتا ہے۔ تجھے دیکھتے ہی

آنکھوں کو قرار سا آجاتا ہے۔ایک دم زندگی حسین سی لگنے لگتی۔یوں لگتا ہے کئی بہار سے آگئی ہو"

حیا نے اس کے گرد بازو حمائل کرتے ہوے کہا۔جبکہ جیا کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔مگر وہ بولے جا رہی تھی۔

"افففف حیا پاگل لڑکی۔یہ رومینس اپنے ہزبنڈ سے کرنا جا کے۔چھوڑو مجھے۔"

جیا نے اسے پیچھے کیا جس کے چہرے پہ شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"ہونہہ۔ہٹ جاتی ہوں۔تم ہو ہی بے مروت"

"ڈرامے باز"

جیا نے کہا اور حیا نے اس کے ساتھ پڑی ہوئی چیپس کی پلیٹ اٹھالی۔

"کیا دیکھ رہی ہو ٹی وی پہ؟"

حیا نے چیپس کھاتے ہوے پوچھا۔

"ہارر موی"جواب آیا۔

"افففف توبہ۔یہ تمہیں جو ہارر موویز کا جنون ہے نا مجھے نہیں پسند۔چینل تبدیل کرو"

حکم آیا

"مجھے تو دیکھنی ہے میں نہیں کرنا چینل تبدل"

جیا نے عزم سے کہا۔اور حیا اسے گھور کے رہ گئی۔

"تو میں کیا کروں پھر؟"حیا نے معصوم سا منہ بنا کے پوچھا

"تم بھی دیکھو نہ میرے ساتھ حیا"

آفر آئی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

"نا بابا۔مجھے ڈر لگتا۔چھوٹا سا دل ہیں مجھ معصوم کا۔"

"ایک بار دیکھو تو سہی ڈر بھی ختم ہو جائے گا۔"

"ہونہہ اس ڈر کو ختم کرنے کہ چکر میں چاہے اٹیک سیدھا ہارٹ پہ ہو جائے"حیا نے برا سا منہ بناتے ہوے کہا۔

"ہاہا.. نہیں پاگل ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ابھی تو میں ساتھ ہوں نہ تو ڈرنا کیسا؟چلو میرے

ساتھ دیکھو۔میرے کہنے پہ کوشش تو کرو"

"اچھا کرتی ہوں کوشش۔"

حیا نے نظرے ٹی وی سکرین پر جمالی۔اور ساتھ ساتھ چیپس بھی کھا رہی تھی۔جیا نے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر حیا چیپس کو اپنی ملکیت میں لے چکی تھی۔سو اس نے پلیٹ پیچھے کر لی۔

"چڑیل"

جیا نے جل کر کہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب وہ دنوں مووی دیکھ رہی تھیں۔جیا بڑے نارمل اندر میں بیٹھی دیکھ رہی تھی جبکہ حیا صاحبہ نے ڈر کے مارے پلیٹ پر گرفت مضبوط کر لی تھی۔اور نا محسوس انداز میں تھوڑی سی جیا کے قریب بھی ہو گئی۔

جیا نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوے ایک بار پھر چیپس لینا چاہی۔مگر اب کی بار حیا نے اس کے بڑھتے ہوے ہاتھ پہ ایک زور کی لگائی۔

آہ۔۔سی۔۔۔جنگلی بلی نا ہو تو۔قبضہ تو ایسے جمایا ہے جیسے اپنے گھر سے لائی ہو۔بوکھی

کہیں کی"

جیا نے غصے سے کہا اور چیپس لینے کی کوشش ترک کر دی۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک خوفناک سین آیا اور حیا زور کی چیخ مار کے اچھلی اور اس کے ہاتھ کی پلیٹ بھی آدھی چھت کے قریب جا کے دھڑم سے نیچے گری اور انتقال فرما گئی۔(دیکھا لو اسے ہارر موووی)

"ہائے اللہ حیا تم مر جاو۔۔۔اتنا زور سے چیخنے کی کیا ضرورت تھی۔مجھ بھی ڈرا دیا۔اور یہ پلیٹ توڑ دی تم نے؟امی مجھے ڈانٹے گی اب۔تم۔۔۔۔تم چڑیل ہو پوری۔"

جیا نے تپتے ہوے کہا۔مگر وہاں پر وا کیسے تھی؟؟

حیا ڈری سہمی بیٹھی اس کی بات سن رہی تھی۔

"جیا! تمہیں پلیٹ کی پڑی ہے؟اگر میں مر جاتی تو؟"

جیا نے صدمے سے پوچھا۔

"کبھی کوئی ہارر موووی دیکھنے سے نہیں مرا۔اور تم؟ہاہا تم جیسی چیزیں اتنی آسانی سے نہیں مرتی"

حیا نے اس کے کندھے پہ مکا مارا۔

"اچھا چڑیل کر دیتی ہوں ٹی وی بند۔اب خوش؟ ویسے بھی تم آگئی ہو تو کچھ دیکھا جانا بھلا۔" جیا نے شرارت سے کہا۔

"مجھے بھوک لگ گئی ہے خوف سے۔"

حیا نے بچوں کی طرح کہا۔

"تو کھالو کھانا اپنے گھر سے جا کے۔"

میں اس وقت تمہارے گھر میں ہوں۔سو تمہارا اخلاقی فرض بنتا کے مجھے کھانے کا پوچھو"

حیا نے اسے اخلاقیات یاد دلائی۔

"میں نہیں جا رہی خود ہی جاو کچن میں"

جیا نے رخ پھیر کر کہا

"مجھے لے جانا آتا ہے"

حیا صوفے سے اٹھی اور جیا کا بازو پکڑ کر زبردستی لے گئی۔

وہ کسی کی کب سنتی تھی؟؟

رابعیہ لوگوں کی آج فلائٹ

تھی۔وہ لوگ آنے ہی والے تھے۔اس لیے حیا اپنی ماں کے ساتھ کچن میں کھانا بنانے میں مصروف تھی۔اسے آج ناول پڑھنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔سلمہ بیگم نے اسے صاف کہہ دیا تھا کہ آج وہ موبائل کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گی۔سو وہ صبح سے ماں کے ساتھ کام میں لگی ہوئی تھی اور اب شام ہونے کو تھی۔حیا ناچاہتے ہوئے بھی خاموشی سے لگی ہوئی رہی۔

جیا اور عائشہ بیگم ہال میں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔عائشہ بیگم ساتھ ساتھ سبزی بھی بنا رہی تھی۔ ثمن اور ارسل بھی ہوم ورک کر کے لڈو کھیل رہے تھے۔جب دروازہ کھلا اور سلمان صاحب اور زوہیب آفس سے آتے دیکھائی دیئے۔

سلمان صاحب نے آتے ہی سلام کیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ جبکہ زوہیب نے سلمہ بیگم کو مصروف پا کر جیا کو چائے بنانے کا کہہ دیا۔ وہ کمرے میں جا چکا تھا۔

جبکہ جیا ماں کی موجودگی کی وجہ سے چپ رہ گی۔ پتا تھا کچھ کہا بھی تو اسے ہی ڈانٹ پڑ جانی۔ اس لاڈلے کو تو کسی نے کچھ کہنا نہیں۔

وہ نا چاہتے ہوے بھی اٹھی اور چائے بنانے کے لیے کچن کی طرف بڑھ گئ۔

"ہونہہ۔ نواب زادہ حکم دے کے چلا گیا ہے۔ جیسے میں ملازم ہوں نہ اس کی۔ خود نہیں بنا سکتا۔ امی کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتا ہے۔ سب سمجھتی ہوں۔ بدتمیز"

وہ خود سے بھڑ بھڑا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں تھا چل رہا کہ وہ اسے ابھی کے ابھی کھری کھری سنا کے آے۔

چائے بنا کے اسے کپ میں ڈالا۔ ٹرے میں کپ رکھا اور سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ اس کا رخ زوہیب کے کمرے کی طرف تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے پھر بھی ایک ہاتھ سے ناک کرنا مناسب سمجھا۔

وہ جوشوز سمیت بیڈ پہ آنکھیں موندھے لیٹا ہوا تھا۔ آہٹ پا کر سیدھا ہوا۔

جیا قریب آئی۔چاے کا کپ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور ٹرے لیے واپس مڑی۔جب زوہیب نے اسے پکارا۔

"جیا! کوئی پین کلر بھی دے دو۔سر میں بہت درد ہے"

جیا جو جانے لگی تھی اس کی بات پہ پلٹی۔

"اُٹھ کے خود لے لیں زوہیب صاحب! میں ملازمہ نہیں ہوں آپ کی"

وہ کہہ کے رکی نہیں بلکہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

اور زوہیب اسے افسوس سے جاتا دیکھ رہا تھا۔وہ لڑکی دن بہ دن اس کے دل کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔مگر وہ اس سب سے بے خبر اس سے بے رخی برت رہی تھی۔

زوہیب کے دل کو کچھ ہوا تھا یہ سوچ کر۔۔

خالہ لوگوں کو آئے ہوئے دو دن ہو گئے تھے۔حیا اس وقت کچن میں سب لوگوں کے لیے چائے بنانے میں مصروف تھی جب آیان اندر داخل ہوا۔وہ چوبیس پچیس سالہ اونچا لمبا نوجوان تھا۔کلین شیو کئے شرٹ اور جینز میں ملبوس۔

"کیا ہو رہا ہے حیا؟"

وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"کچھ خاص نہیں۔بس چائے بنا رہی سب کے لیے۔ "

حیا نے مسکراتے ہو جواب دیا

"اوہ اچھا۔۔اور کیا کرتی ہو تم؟میرا مطلب ہے کیا مصروفیات ہوتی دن بھر؟"

وہ خاصہ بے تکلف انداز میں بات کر رہا تھا۔

"ہم پاکستانی لڑکیوں کی کچھ خاص مصروفیات نہیں ہوتیں آیان صاحب۔بس گھر کے کاموں میں ہی دن گزر جاتا"

حیا نے سادگی سے بتایا۔

"پھر بھی کوئی کام تو کرتا ہے نا انسان فارغ وقت میں"

"ہاں مجھے ناولز پڑھنا اچھا لگتا۔میں جب بھی فری ہوتی ہوں۔یہی کام کرتی"

"اوہ انٹرسٹنگ۔بہت اچھی بات ہے"

"جی۔اور آپ کیا کرتے ہیں فری ٹائم میں؟"

حیا نے سوال کیا۔

"بھئی میری زندگی تمہاری طرح بور نہیں ہے۔میرے پاس فری وقت میں بہت کچھ ہوتا کرنے کے لیے۔میں جم جاتا ہوں۔گیم کلب جاتا ہوں۔موویز دیکھتا ہوں فٹبال کھیلتا ہوں۔پارٹیز اٹینڈ کرتا ہوں۔فرینڈز کے ساتھ موج مستی اور بھی بہت کچھ"

اس نے تفصیل سے بتایا اور حیا صرف سر ہلاتی رہی۔

"مطلب آپ زندہ دل انسان ہیں۔اچھی بات ہے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے تعریف کی۔

"جی بالکل۔میں روٹین سے بور ہو جاتا ہوں تو مختلف ایکٹیویٹیز کرتا۔"

"ہمم صحیح۔چلے آیان صاحب باہر آجائیں میں چائے لاتی ہوں سب کے لیے"

وہ چائے کی طرف واپس پلٹتی ہوئی بولی۔

"وہ تو میں چلا جاتا ہوں۔مگر تم مجھے "آیان صاحب" کہہ کر کیوں بلا رہی؟میرا نام لے سکتی ہو تم۔آخر ہم کزنز ہیں۔"

آیان نے مسکراتے ہو کہا۔

"جی اچھا" آیان"۔

حیا نے جھجکتے ہوے کہا۔

"گڈ یہ ہوئی نہ بات"

اور وہ باہر چلا گیا۔ جبکہ حیا ٹرے میں چائے کے کپ رکھنے لگی۔ اسے وہ خشگوار موڈ میں گفتگو کرنے والا نوجوان اچھا لگا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا اور جیا دونوں اس وقت لان میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

موسم سرما کی سنہری دھوپ عجیب سا سکون دے رہی تھی۔

جیا نے بالوں کی اونچی سی پونی بنا رکھی تھی۔ کانوں میں سفید موتی والے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہنے۔ پرپل رنگ کے لباس میں ملبوس۔ شانوں پر دوبٹہ پھیلائے۔ وہ اس سادہ سے حلیے میں بھی دلکش لگ رہ تھی۔

اس کے برعکس حیا سفید کلر کی فراک پہنے ہوئے تھی۔ اسے سفید رنگ اور لباس میں

فراک بے حد پسند تھی۔ بالوں کو ہر چیز سے آزاد کئے ہوئے تھی۔ جو بار بار ہوا سے آگے آتے۔

"جیا ایک بات کہوں؟"

"جیسے پہلے تو ہر بات اجازت لے کے کرتی ہو۔ فرماوں"

جیا نے اجازت نامہ جاری کیا۔

"تم شادی کیوں نہیں کر لیتی؟ اتنی بڑی ہو گئی ہو"

آخری بات شرارت سے کہی گئی۔

"ہاں میں بڑی ہو گئی ہوں۔ اور تم تو ابھی فیڈر پیتی ہو نہ"

جیا نے ناک سکیڑ کر کہا

"کر لو نہ پلیز کتنا مزہ آے گا۔ میں بہت ساری شاپنگ کروں گی۔ اچھے اچھے کپڑے ۔ جیولری مہندی۔ افففف"

حیا نے مزے سے اپنی بات مکمل کی۔

"اگر اتنا ہی شوق ہے ان چیزوں کا تو خود کیوں نہیں کر مر لیتی تم۔ میرے پیچھے کیوں پڑی ہو جنگلی بلی"

جیا نے تڑاخ کے جواب دیا۔

"ہائے میرا ہیرو نہیں مل رہا۔ جس دن مل گیا نا تو دیر نہیں کروں گی تمہاری طرح۔ ہونہہ"

"میری طرح؟ میں کہاں دیر کر رہی ہوں۔ مجھے کونسا ملا ہوا ہے۔"

"ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے؟ گھر میں ہی تو ہے۔۔۔۔۔ زوہیب بھائی"

"تمہارا دماغ گھوم گیا ہے شاید۔ جاؤ جا کر کوئی ناول پڑھو شاید کوئی افاقہ ہو جائے"

جیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ جبکہ حیا نے اپنی ناک سے عنیک درست کرتے ہوئے اسے بھی انہیں نظروں سے دیکھا۔

"کیا کمی ہے زوہیب بھائی میں؟ اتنے اچھے تو ہیں۔ سمارٹ۔ ہینڈسم گڈ لوکینگ اور اُن کی بلیو آنکھیں افففف کتنی پیاری لگتی ہیں۔"

"اگر اتنا ہی اچھا لگتا ہے تو خود کر لو نا"

جیا نے مفت کا مشورہ دیا۔

"توبہ کرو لڑکی میں بھائی سمجھتی ہوں انہیں۔"

"بھائی سمجھتی ہو۔ بھائی ہے تو نہیں نا۔ تو سب ممکن ہے"

جیا نے رسانیت سے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ مگر میں نے کبھی ان کو اس نظر سے دیکھا نہیں نا۔ اور مجھے لگتا ہے کے زوہیب بھائی تمہیں پسند بھی کرتے۔ ایسے ہی تو نہیں تمہاری کڑوی باتیں برداشت کر لیتے۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ایسا کچھ نہیں ہے حیا۔ اور اگر ایسا ہے بھی تو میں کبھی اس شخص سے شادی نہیں کوں گی۔ جس کی وجہ سے میں تکلیف میں رہی۔"

جیا! اب ماضی کو بھول بھی جاؤ۔ کب تک خود کو اور ان کو بھی سزا دیتی رہو گی؟ بچپن میں ایسا تو سگے بہن بھائیوں کے درمیان میں بھی ہو جاتا کہ انہیں لگتا ہمارے والدین ہم میں سے کسی ایک کو زیادہ توجہ دیتے۔ مگر بڑے ہو کے سب بھول جاتے۔ تم کیوں نہیں بھول جاتی؟ اور یہ بھی تو دیکھو نا ان کے اپنے ماں باپ نہیں تھے۔ تو وہ کدھر

جاتے؟تمہارے ماں باپ کو ہی سب سمجھنا تھا نا۔اور جو تمہیں یہ گلِہ ہے کہ انکل آنٹی اس کی زیادہ سنتے تو وہ اس لیے کے ان کا کوئی بڑا بیٹا نہیں ہے۔سو وہ زوہیب کو ہی سب سمجھتے۔اس لیے زوہیب بھائی کی زیادہ مانتے۔تم پلیز ان چیزوں سے نکل آؤ اب۔زوہیب بھائی اچھے انسان ہیں ان کے ساتھ ایسا سلوک مت کیا کرہ"

جیا نے خاموشی سے ساری بات سنی۔اس کی بات کا کوئی اثر ہوا تھا کہ نہیں۔حیا اندازا نہیں لگا سکی۔

"اچھا چھوڑو میری بات کو۔تم بتاؤ عارف اب بھی ویسے ہی تمہیں تنگ کرتا؟"

جیا نے موضوع بدلہ۔

"ہاں فطرت بھی کبھی بدلتی ہے؟اس کی فطرت میں ہی گھٹیا پن شامل ہے۔آجاتا ہے ہر دوسرے دن منہ اٹھا کے۔"

حیا کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"ہمم۔اور وہ جو نیا کزن آیا ہے تمہارا وہ کیسا ہے؟"

اس کے ذکر پہ حیا کے چہرے پر کوئی رنگ آ کے گزرا تھا جو جیا سے چھپ نہ سکا۔

"وہ تو بہت اچھا ہے۔بہت اچھے طریقے سے بات کرتا۔دیکھنے میں بھی ہنڈسم ہے"

حیا نے جھجھکتے ہوے کہا۔

"اوہ اچھاااااا سمجھ گئی۔مطلب بات بن سکتی ہے ہماری حیا صاحبہ کی"

جیا نے شرارت سے کہا۔اور حیا نہ چاہتے ہوے بھی شرما سی گئ۔

"ایسی کوئی بات نہیں "

"ہاں ہاں ایسی کوئی بات نہیں تبھی تو شرمایا جا رہا"

جیا نے پھر سے چھیڑا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry

"میں جا رہی ہوں۔شرم آنی چاہے تمہیں کیسی کیسی باتیں کرتی ہو"

حیا مسکراتے ہوے اٹھ کے گیٹ کی جانب بڑھی اور اس نے پیچھے سے جیا کے ہنسنے کی آواز سنی تھی۔

وہ اس وقت سٹڈی میں بیٹھا ہوا کسی کتاب کام مطالعہ کر رہا تھا۔مگر بار بار دھیان بھٹک

جاتا۔اس لڑکی کا چہرہ بار بار اس کی نگاہوں میں آجاتا۔

"یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ میں کیوں اسے سوچی جا رہا ہوں؟ وہ میرے ذہن سے کیوں چپک گئی ہے؟ وہ تو مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔اور میں۔۔۔۔مجھے خود کو روکنا ہو گا۔۔ مگر۔۔۔۔کیسے؟۔۔۔۔۔۔کیا کروں میں؟افففف کیوں یہ لڑکی۔۔ میرے حواسوں پہ چھا گئی ہے۔۔۔۔۔"

اپنی سوچوں سے سر جھٹکتا وہ اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ابھی وہ ٹھیک سے لیٹا بھی نہیں تھا کہ باہر کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی۔

"رات کے اس پہر یہ آواز کیسی؟"

وہ سوچتا ہوا بیڈ سے اٹھا اور باہر آیا۔سارا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔صرف کچن کی لائٹ آن تھی۔وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔اس کا رخ کچن کی طرف تھا۔

وہ کچن میں آیا تو جیا نیچے بیٹھی ٹوٹے گلاس کی کرچیاں چن رہی تھی۔اس کا نیم رخ زوہیب کو دیکھائی دیتا تھا۔

"جیا! کیا ہوا؟"

وہ جو اپنے دھیان میں لگی کرچیاں اٹھا رہی تھی۔اچانک آواز سن کے گھبرا گئ۔اور اسی دوران اس کی ہتھیلی پہ کانچ لگ چکا تھا۔

"آہ۔۔۔۔۔"

وہ جلدی سے اٹھی اور زوہیب کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"اوہ۔۔جیا تمہارے ہاتھ پہ کانچ لگ گیا ہے۔دیکھوں خون بہہ رہا۔ادھر مجھے دکھاؤ"

زوہیب فکر مندی سے آگے بڑھا مگر جیا پیچھے ہٹ گئ۔

"آپ کی وجہ سے لگا ہے۔نہ آپ مجھے اچانک آواز دیتے نہ لگتا۔"

جیا نے دوسرے ہاتھ سے خون روکتے ہوے آہستہ مگر سخت لہجے میں کہا۔

"جیا!ایم۔۔سوری مجھے پتا نہیں لگا۔مگر میں بینڈ ایج کر دیتا ہوں تم فکر نہ کرو"

"مجھے نہیں کروانی آپ سے بینڈ ایج۔آپ ہمیشہ میرے لیے تکلیف کا باعث بنے ہیں یہ کوئ بات تو نہیں۔آپ صرف تکلیف دے سکتے ہیں۔صرف۔۔۔۔۔تکلیف اور کچھ نہیں۔"

جیا نے دکھ سے کہا درد سے آنکھیں نم ہو رہی تھی۔

"جیا تمہیں جو بھی کہنا ہے کہہ لو مگر مجھے بینڈیج کرنے دو۔ تمہارا بہت خون بہہ رہا۔"

"آپ جائیں اپنے کمرے میں"

"جیا! پلیز۔۔۔۔"

میں نے کہا آپ جائیں یہاں سے"

اس دفعہ جیا نے ضبط سے کہا اور زوہیب کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ آگئے بڑھا۔ جیا کو بازو سے پکڑا اور باہر کی طرف لے آیا۔ جیا مسلسل اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"زوہیب۔۔۔۔۔ چھوڑے مجھے۔۔۔۔۔ زوہیب۔۔۔"

مگر زوہیب نے اس کی نہیں سنی اور باہر صوفے پر جا کے جھٹکے سے بٹھایا اسے۔ اور لائٹ آن کی۔

"ادھر سے ایک انچ بھی ہلی نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔ سمجھی تم۔ میں فرسٹ ایڈ باکس لے کے آتا ہوں"

جیا کا بس نہیں چل رہا تھا کے اس کا منہ نوچ لے۔ مگر رات کے اس پہر وہ شور شرابہ

افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ سو خاموشی سے بیٹھی رہی۔ اور اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔

زوہیب دو منٹ بعد آیا۔ اس کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔ وہ نیچے بیٹھا۔ باکس کھولا۔ ضرورت کا سامان نکالا۔ جیا کا ہاتھ پکڑا اور روئی سے خون صاف کرنے لگا۔ اس کے بعد کوئی دوا لگا رہا تھا۔ جیا خاموشی سے یہ کاروائی دیکھ رہی تھی۔ وہ سر جھکا کے اپنا کام مہارت سے کر رہا تھا۔ جیا نے ایک نظر اسے دیکھا اس کے چہرے پہ اس وقت صرف فکر تھی۔ وہ کچھ لمحے اسے یوں ہی دیکھتی رہی۔ وہ خود بھی جان نہ پائی کہ کیوں؟ اس کی ایک ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔

زوہیب نے محسوس کیا کہ جیا کا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ اس نے نظر اٹھا کے جیا کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ زوہیب کے دیکھنے پر فوراً نظریں جھکالی۔

"جیا! تم ٹھیک ہو؟"

"ہاں"

وہ دوبارہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اب پٹی کرنا شروع کر دی تھی۔ جیا

کو درد محسوس ہو رہا تھا مگر چپ رہی۔

زوہیب بینڈیج کر چکا تھا اور اب سامان اٹھا کر باکس میں رکھ رہا تھا۔

"اب جا کے سو جاو۔اور پین کلر لے لینا۔ تمہیں درد ہو رہا۔"

وہ کہہ کے باکس رکھنے گیا اور پھر جب واپس آیا تو ہاتھ میں پانی کا گلاس اور ساتھ پین کلر تھی۔اس نے جیا کی طرف پانی بڑھایا جیسے اس نے خاموشی سے تھام لیا۔اور پھر زوہیب نے پین کلر دی اسے۔جیا نے میڈیسن لی۔اور گلاس ٹیبل پہ رکھ کے اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اپنے کمرے میں آئی اور بیڈ پر آ کے بیٹھ گئی۔دل ابھی تک زور زور سے دھڑک رہا تھا۔زندگی میں پہلی دفعہ زوہیب نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور وہ پہلی دفعہ اس کے اتنا قریب ہوئی تھی۔اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔اور اس احساس میں تھوڑا تھوڑا غصہ بھی شامل تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

اس کی نظر ساتھ رکھے موبائل پر پڑی اور اس نے حیا کا نمبر ڈائل کیا۔

بیل ہو رہی تھی مگر کال ریسیو نہیں کی گئی۔

"سوئی ہو گئی بے ہوش ہو کے"

اس نے سوچا۔

نمبر دوبارہ ملایا اس دفعہ دوسری بیل پہ ہی کال اٹھا لی گئی۔

"کس کو۔۔۔اس۔۔۔وقت موت۔۔۔آئی ہے؟"

حیا کی نیند میں ڈوبی آواز گونجی۔اس نے ایک ایک لفظ ٹھہر کر بولا۔

"حیا! میں ہوں جیا"

"تم؟اس وقت؟ یار۔۔شرم نہیں آتی اس وقت کسی۔۔۔۔۔کی نیند خرااااب کرتے ہوے۔؟

حیا نے اسے شرم دلانا چاہی۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔۔۔بلکہ۔۔۔بتانا ہے"

"جیا! جو بھی بولنا ہے۔۔۔جلدی۔۔۔بول دو میں۔۔۔فون بند کرنا ہے"

جیا کا دل کیا وہ فون پہ ہی اسے ایک لگا دے۔

"وہ نا اس نے میرا ہاتھ پکڑا آج"

جیا نے جلدی جلدی بتایا۔

"جیا اس وقت کس کو اپنا ہاتھ پکڑاتی پھر رہی ہو؟؟ شرم نہیں آتی مجھے بھی بتا رہی ہو۔"

"فٹے منہ حیا۔ مر جاو۔ سو جاو۔"

اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔

"تم جیسی دوست کو نا دور۔۔۔ بھیجو دور جنگل میں کسی درخت سے باندھ کر آ جانا چاہئے حیا"

اس نے حیا کی شان میں سنہری الفاظ کہے۔

حیا اس وقت لان میں بیٹھی اورنج جوس پی رہی تھی۔ اسے چائے نہیں تھی پسند اس لیے وہ سردی میں بھی اکثر جوس پینا ہی پسند کرتی۔

دوسرے ہاتھ میں موبائل پکڑے تیز تیز کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔جب آیان وہاں آیا۔

"ہیلو حیا"!

حیا نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا جو اب اس کے سامنے والی چیئر پر بیٹھ رہا تھا۔

"یہ ہیلو کیا ہوتا ہے؟

السلامُ علیکم کہتے ہیں۔جب ہمارا اپنا کلام موجود ہے تو ہم غیروں کے دیئے گئے کلام کو کیوں استعمال کریں؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے نرمی سے کہا۔

"اوہ سوری۔اسلامُ علیکم"!

"وعلیکمُ السلام"!

"ویسے مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ لوگ بہت سے کام اسلام کے مطابق نہیں کر رہے ہوتے۔مگر کسی بھی چھوٹی بات کو لیکر وہ بحث کر رہے ہوتے ہیں۔اور بھی تو اسلام کے احکام ہیں ان پہ عمل کیوں نہیں کرتے پھر؟"

آیان نے اس سے استفسار کیا۔

حیا نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا۔آگے کو جھکی۔گلاس میز پر رکھا۔اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔دونوں کونیاں چیئر کے بازو پہ ٹکائی۔اور مسکرا کر گویا ہوئی۔

"آیان! مجھے بھی لوگوں کی ایک بات سمجھ نہیں آتی کہ وہ یہ سوچ کر اسلام کی باتوں پر عمل کرنا کیوں چھوڑ دیتے ہیں کہ ہم کونسا باقی احکام پر عمل کر رہے ہیں؟؟اگر سارے احکامات پر عمل نہیں کر پا رہے ہیں تو کیا ہمیں چھوٹے چھوٹے نیک اعمال کرنا بھی چھوڑ دینا چاہے؟؟کیا یہ حماقت نہیں؟

اللہ تو ہماری کیسی چھوٹی سی نیکی پر بھی خوش ہو جاتا ہے۔یہ تو ہم انسانوں نے معیار بنائے ہوئے ہیں کہ یہ بندہ نیک ہے اور یہ گناہگار۔ہو سکتا ہے کہ کسی گناہگار کا چھوٹا سا عمل بھی اس کی بخشش کی باعث بن جائے۔؟

اور لوگ اس وقت کا انتظار کیوں کرتے ہیں کہ ایک دن آئے گا جب وہ اسلام کے سارے احکامات پر عمل شروع کر دے گئے؟غلط۔ایسا کبھی نہیں ہو گا۔کیا کوئی ایک ساتھ ساری سیڑھیاں پھلانگ کر بلندی پر جا سکتا ہے؟نہیں نا؟

پتا ہے کیوں؟

کیونکہ۔۔۔۔بلندی پر جانے کے لیے ایک ایک سیڑھی چڑھنا پڑھتی ہے۔اور یہ سیڑھیاں چڑھتے ہوے کبھی آپ کا سانس پھولے گا تو کبھی آپ تھک جائے گئے۔ مگر ہم کوشش تو کر رہے ہیں نا؟اور اللہ کوشش ہی تو دیکھتا ہے۔

بس ہمیں کوشش ہی کرنی ہوتی ہے۔ہم میں جتنی صلاحیت ہے ہم اتنا ہی عمل کر سکتے۔

اگر ہم ایک دن فجر کے لیے نہیں اٹھ سکے تو کیا ہمیں یہ سوچ کر باقی کی چار نمازیں بھی چھوڑ دینی چاہے کہ ہم نے پہلی تو پڑھی ہی نہیں تو باقی کا کیا فائدہ؟ یا یہ سوچ لینا چاہے کہ کل سے ساری شروع کریں گے؟

وہ سانس لینے کو رکی۔

ہر گز نہیں۔جو کل پہ چھوڑتے ہے نا ان کی کل کبھی نہیں آتی۔آپ آج سے شروع کریں۔آپ سے فجر چھوٹ گئی ہے تو قضا پڑھ لیں۔اور باقی کی نمازیں اپنے وقت پر ادا کریں۔

مختصر یہ آیان کے ہمیں کسی بھی عمل کو چھوٹا سمجھ کے یا یہ سمجھ کے کہ ہم کونسا باقی

چیزوں پر عمل کر رہے۔ چھوڑ نہیں دینا چاہے۔

ہمیں اتنا ضرور کرنا چاہے جتنا ہم کر سکتے ہیں۔ جتنی ہماری ہمت ہے۔ کیونک اللہ معیار دیکھتا ہے تعداد نہیں"

وہ اپنی بات مکمل کر کے چیئر کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھ گی۔ آیان خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا۔

"واہ۔ تم کو تو کوئی ٹیچر ہونا چاہے۔ اچھا لیکچر دے لیتی ہو تم" آیان نے ہنستے ہوے کہا ۔ مگر حیا نہیں ہنسی۔

"میں کوئی لیکچر نہیں دیا آیان۔ صرف ایک بات کی ہے۔ جو آپ کو لیکچر لگ رہا۔"

اس نے اپنا جوس کا گلاس لیا اور اندر چلی گئی۔

سلمان صاحب، عائشہ بیگم اور زوہیب اس وقت ہال میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جب حیا وہاں آئی۔

"امی مجھے شوپینگ پہ جانا ہے۔"

اس نے ماں کو مخاطب کیا۔

"اکیلی؟"

"نہیں امی حیا ساتھ ہو گی۔"

"پر وہ بھی تو لڑکی ہی ہے۔ تم ایسا کرو زوہیب کو ساتھ لے جاؤ۔ تم لوگ کہاں ٹیکسی لیتی رہو گی۔ زوہیب کی گاڑی ہے نا"

اس دفعہ سلمان صاحب نے مداخلت کی۔

زوہیب کا نام سن کے ہی اسے رات والا واقع یاد آ گیا۔ وہ چڑ سی گئی۔

"بابا میں حیا کے ساتھ چلی جاؤں گی نا"

"جیا! بیٹا جب اپنی گاڑی ہے اور گھر میں مرد بھی ہے تو کیا ضرورت ہے ایسے جانے کی؟ جاو جا کے تیار ہو جاو جانے کے لیے"

"بابا! مجھے نہیں جانا ان کے ساتھ"

اس نے ایک نظر زوہیب کو دیکھتے ہوے کہا۔

"کیوں نہیں جانا اس کے ساتھ؟

بابا نے سختی سے پوچھا

"بس مجھے پسند نہیں"

"جیا تم بد تمیزی کر رہی ہو اب"

"ارے انکل آپ کیوں غصہ ہو رہے۔ جانے دیں نہ۔ کوئی بچی تھوڑی ہے دونوں"

زوہیب نے بات سنبھالنا چاہی۔ اور یہی بات جیا کو زہر لگتی تھی۔ وہ ہمیشہ اس کے والدین کے سامنے اچھا بننے کی کوشش کرتا تھا۔ (جیا کی نظر میں)

"زوہیب شام ہو جائے گی راستے میں"

"ٹھیک ہے بابا میں نہیں جا رہی پھر"

جیا کہہ کے مڑی جب بابا نے آواز دی۔

"جیا! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ تم زوہیب کے ساتھ کیوں نہیں جانا چاہتی؟ کیوں تم اسے ناپسند کرتی ہو؟ تمہارا رویہ ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے اس کے ساتھ۔ مجھے زرا بھی یہ سب پسند نہیں۔ اپنا رویہ ٹھیک کرو۔ سمجھی۔ اگر جانا ہے تو زوہیب کے ساتھ

جاؤ۔ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔"

سلمان صاحب نے سختی سے کہا۔

جیا نے نم آنکھوں سے زوہیب کو دیکھا اور اوپر چلی گئی۔

وہ شام کا وقت تھا۔زوہیب آفس سے آیا تھا۔اس نے کچن میں دیکھا تو عائشہ بیگم سالن میں چمچہ ہلا رہی تھی۔اس نے انہیں سلام کیا۔اور ایک کپ چائے کی ریکوسٹ کی۔

عائشہ بیگم نے کہا کہ وہ جا کے چینج کر لے تب تک چائے بنا دیتی ہیں۔

وہ روز آفس سے آکر چائے ضرور پیتا تھا۔

چائے کا کہہ کے وہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔جب اس کی نظر ٹی وی لاونج کے صوفے پہ لیٹی جیا پر پڑی۔اس کے قدم نامحسوس انداز میں اس کی طرف اٹھے۔

جیا سینے پہ کوئی کتاب رکھے ہوے سو رہی تھی۔شائد پڑھتے ہوے نیند آگئی تھی۔

وہ سوتے ہوے اور بھی پیاری لگ رہی تھی۔دُھلا دُھلا سے چہرہ۔لمبی گنی پلکے جو آنکھیں

بند ہونے پہ اور بھی پیاری لگ رہی تھیں۔زوہیب کی نظر اس کی گال پہ بنے تل پہ ٹھہر گئی۔آج بھی اس کا دل کیا کہ صرف ایک بار اس تِل کو چھو کے دیکھے۔۔۔اسے محسوس کرے۔۔ مگر اس نے فوراً دھیان ہٹایا اور تیزی سے اوپر کی طرف بڑھ گیا۔

وہ وہاں مزید کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

وہ اس وقت حیا کی گود میں سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔حیا بار بار اس کے اوپر رضائی ٹھیک کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپی کہانی سنائیں نا"

"کونسی کہانی سنو گے؟

"جو آپ کو پسند ہو"

"ہمم۔اچھا جو مجھے پسند ہو۔۔۔ٹھیک ہے آج میں تمہیں ایک قصہ سناتی ہوں۔جو مجھے بہت پسند"

"ٹھیک ہے آپی سنائیں"

"حضرت یعقوب علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے۔ان کے بارہ بیٹے تھے۔اور ان میں سے ایک بیٹے کا نام حضرت یوسف علیہ السلام تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے اس بیٹے سے بے حد محبت تھی۔ باقی بیٹے سے بھی وہ محبت کرتے تھے مگر حضرت یوسف علیہ اسلام ان کو کچھ زیادہ پیارے تھا۔ تم یوں سمجھو کے وہ ان کے لاڈلے تھے۔اور باقی جو بھائی تھے نا وہ اس بات سے حسد کرتے تھے۔ کہ وہ ان سے زیادہ محبت کیوں کرتے ہیں؟"

"آپی یہ حسد کیا ہوتا ہے؟"

"بیٹا حسد یہ ہوتا ہے کہ آپ کسی کے پاس کوئی بہت اچھی چیز۔یا ں کوئی نعمت دیکھے جو اللہ پاک نے اس شخص کو دے رکھی ہو اور آپ چاہئیں کہ وہ نعمت اس شخص سے چھن جاے اور آپ کو مل جاے۔

کسی انسان کے پاس کوئی اچھی چیز دیکھ کے اس جیسی کی خواہش کرنا بری بات نہیں ہوتی حمزہ۔ بری بات تب ہوتی ہے جب آپ یہ آرزو کریں کہ اگلا انسان اس اچھی چیز یاں نعمت سے محروم ہو جاے۔اسی کو ہی حسد کہتے ہیں۔"

اس نے حمزہ کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیرتے ہوے کہا۔

"پھر آگے کیا ہوا آپی؟"

"پھر یہ ہوا ہیمی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ وہ کسے انہیں اپنے والد سے دور کریں؟تاکہ ان کے والد کی ساری توجہ ان پر ہو جاے اور وہ صرف ان سے محبت کریں۔سو انہوں نے مل کے ایک منصوبہ بنایا۔اور وہ اپنے والد کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ حضرت یوسف کو سیر و تفریح کے لیے ہمارے ساتھ جانے دیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے ان بیٹوں پر زرا بھی بھروسہ نہ تھا۔مگر پتا ہے انہوں کیا کہا؟

"کیا کہا آپی؟"

"انہوں نے کہا کے مجھے ڈر لگتا ہے کہ تم اسے ساتھ لے جاؤ اور خود غافل ہو جاؤ اور وہ کہیں گم ہو جائیں۔مگر میں اللہ پر بھروسہ کر کے اسے تم لوگوں کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

اور حمزہ یہاں پر ہمارے لیے ایک سبق ہے کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں ہمیں ہمیشہ

اللہ پہ بھروسہ رکھنا چاہیے۔

پھر وہ حضرت یوسف کو اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں کسی کنوئیں میں پھینک دیا۔تاکہ وہ واپس نہ آسکے۔مگر ہیمی اللہ نے انہیں بچالیا۔انہیں کچھ نہیں ہونے دیا۔کیونکہ اللہ کبھی اپنے نیک بندوں اکیلا نہیں چھوڑتا۔

اور تمہیں پتا ہے ہیمی".....

مگر حمزہ سوچکا تھا۔وہ مسکرائی اور جُھک کے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔اسے آرام سے سیدھا کر کے لیٹایا اور ارد گرد سے رضائی ساتھ لپیٹی تاکہ اسے سردی نہ لگے۔لیمپ آف کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ لیونگ روم میں صوفے پہ بیٹھی کافی پی رہی تھی جب زوہیب اس طرف آیا۔

"کیسی ہو جیا؟"

اس نے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں"

مختصر جواب آیا۔

"کیا کر رہی ہوں؟"

انجانے میں بے تکہ سوال پوچھا گیا جبکہ اسے پتا تھا کہ وہ فری بیٹھی کافی پی رہی ہے۔۔

"آپ کو کیا لگتا کیا کر رہی ہوں میں؟"

جواب امید کے مطابق آیا۔

زوہیب شرمندہ سا ہو گیا۔(بچارا جیا کی بے رخی کا مارا)

"جیا! تم گھر میں فارغ ہی ہوتی ہو۔آفس کیوں نہیں جوائن کر لیتی؟ مصروف ہو جاو گی"

ایک بار پھر بات کرنے کی کوشش کی گئی۔

"آپ کو میں فارغ لگتی ہوں؟ کس نے کہا آپ سے کہ میں گھر میں فارغ ہوتی ہوں؟ یہ جو تین تین وقت کا کھانا آپ کو بنا بنایا مل جاتا ہے۔کپڑے دھل کے استری شدہ ملتے ہیں۔ ثمن ارسل کا یونیفارم ریڈی ہوتا صبح تک۔گھر صاف نظر آتا۔کچن صاف ملتا۔واش روم صاف ہوتا۔گھر کے پردے صاف ہوتے۔بیڈ شیٹ صاف ہوتی۔یہ

سب کیا آپ کی کوئی گرل فرینڈ کر جاتی ہے؟؟

جواب آپ کی اور میری امید کے بر عکس کچھ زیادہ ہی تفصیل سے آیا تھا۔

زوہیب تو کچھ دیر بول ہی نہ سکا۔(گرل فرینڈ؟)

"نہیں جیا میرا وہ مطلب نہیں تھا"

زوہیب بمشکل کہہ پایا۔

"آپ اپنے مشورے پاس رکھے کہیں سنبھال کے۔مجھے ان کی ضرورت نہیں"

"نہیں میں تو اس لیے کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔"

ملکہ عالیہ نے بات نہیں مکمل ہونے دی۔

"اب آپ یہاں سے جائیں گے کہ میں جانے کی زحمت کر لوں؟"

نہایت ادب سے پوچھا گیا۔

"جیا تم ایسا کیوں کرتی ہوں؟"

معصوم سوال۔

"مطلب کے مجھے ہی جانا ہو گا"

وہ کہہ کے اٹھنے لگی جب زوہیب اٹھ گیا

"نہیں تم بیٹھی رہو میں ہی چلتا ہوں"

"مہربانی ہو گی۔ جائیں"

ادب سے ہی رخصت کیا گیا۔

دروازہ ایک بار پھر "دھڑام" سے کھلا تھا۔ عائشہ بیگم گھبرا کر فوراً کچن سے باہر آئی اور سامنے ہی حیا صاحبہ چیونگم چباتے ہوے نمودار ہوئی۔

"کیا ہوا حیا بچے ایسے کیوں دروازہ کھولا؟ خیریت سے آئی ہو نہ؟"

عائشہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں آنٹی سب خیریت ہے۔ بس یہ میرا اسٹائل ہے آنے کا"

حیا نے شرارت سے کہا۔

"لو یہ کیسا سٹائل ہے پاگل لڑکی"

آنٹی نے ہنستے ہوے کہا۔

"بندے کو کسی کے گھر ایسے ہی جانا چاہے۔تاکہ سب کو خبر ہو جاے کہ کوئی اہم شخصیت تشریف لا رہی ہیں"

حیا نے اپنی منطق بیان کی۔

"اہم شخصیت نہیں۔طوفان آرہا ہے۔یہ کہو"

سیڑھیوں سے آتی جیا نے کہا۔جیسے حیا نے عینک نیچے کر کے گھورا اور پھر اوپر کر لی۔عائشہ بیگم نے ہنستے ہوے دوبارہ کچن کا رخ کیا۔وہ اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔سو چائے لے کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

"کیا لینے آئی ہو کوئی کام تھا؟"

"کیوں میں ویسے نہیں آسکتی؟اگر کہتی ہو تو چلی جاتی ہوں"

حیا نے منہ بنا کہ کہا

"اچھا ٹھیک ہے جاو۔اور پلیز دروازہ بند کرتی جانا"

جیا نے مسکراہٹ دبا کے کہا۔

"کوئی نہیں جا رہی میں۔ تم مجھے غیرت دلانے کی ناکام کوشش نہ کرو"

حیا نے اطمینان سے کہا۔

"اچھا تو کیا کروں؟"

"وہ موسم بہت اچھا ہو رہا ہے نا۔ بادل آئے ہوے تو سوچا تمہارے گھر کا چکر لگا لوں"

"اچھاااااا مطلب میری یاد آ رہی تھی اس سہانے موسم میں؟"

"نہیں تو۔۔۔۔۔ میں تو اس لیے آئی ہوں کہ ہم دونوں مل کے گرما گرم پکوڑے بنائیں۔۔۔۔۔اور موسم سے لطف اٹھائیں"

"کیوں اپنے گھر نہیں بنا کے لطف اٹھا سکتی؟ بھوکی سب سمجھتی ہوں میں"

"تو پھر چلو بناتے ہیں مل کے"

حیا نے پرجوش ہو کے کہا۔

اور پھر جو "دونوں" نے مل کر پکوڑے بنانے تھے وہ صرف جیا نے ہی بنائے۔ کیوں

حیا صاحبہ آلو بنا کے ہی تھک گئی تھی۔

اور پھر صورتحال یہ تھی کہ جیا بنا کے پلیٹ میں رکھتی جاتی اور وہ کھاتی جاتی۔

"حیا! مجھے نہیں لگتا کے میرے بنانے کے بعد پلیٹ میں میرے لیے کوئی "غریب" پکوڑا صاحب بچے گا"

جیا نے حیا کو تھوڑی سی "حیا" دلانے کی کوشش کی۔

"فکر نا کرو بھوکی۔۔۔اتنی ظالم نہیں ہوں میں۔ایک دو پکوڑا لازمی چھوڑ دو گی"

حیا نے جیا پر احسانِ عظیم کیا۔

"پوری بھلا ہو تم"

جیا نے جل کے کہا۔ مگر وہاں پرواہ کسے تھے؟؟

آیان کو اس کے گھر آئے ہوئے ایک مہینہ ہو چکا تھا۔اور دونوں کی بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔آیان اکثر حیا کو باہر گھمانے بھی لے جاتا۔اور کبھی شوپنگ پہ بھی دونوں ساتھ جاتے۔اکھٹے چائے پیتے گپ شپ لگاتے۔ہنسی مذاق سب چلتا۔

حیا کو ایک دم عجیب سے احساس نے گھیر لیا تھا۔اسے ایک دم ساری دنیا حسین لگنے لگی تھی۔اپنا آپ بہت اہم لگنے لگا۔اسے آیان کے ساتھ رہنا اچھا لگتا تھا۔دل کے کسی کونے میں محبت کی کلیاں کھلنے لگی تھیں۔

حیا کو لگتا کہ کوئی ناول کا ہیرو اس کی دنیا میں آ گیا ہے۔۔دن رات سہانے خواب دیکھتے ہی گزر جاتے۔اب وہ ناول بھی کم ہی پڑھتی۔وقت ہی نا ملتا؟

غرض وہ آیان کے ساتھ بہت خوش رہنے لگی تھی۔

مگر

کب تک۔۔۔۔۔۔؟

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سلمہ بیگم بچوں کو ناشتہ دے رہی تھی۔وہ سکول یونیفام میں ملبوس ٹیبل کے گرد بیٹھے تھے۔فاروق صاحب ابھی ہی ناشتہ کر کے جا چکے تھے۔آیان لوگ دیر سے ہی اٹھتے تھے۔حیا بھی آج ابھی تک سو رہی تھی۔اس لیے سارا کام امی ہی کر رہی تھیں۔

امن اور بیا ناشتہ کر رہی تھیں جبکہ سامنے والی چیئر پر بیٹھا حمزہ خاموش سا ناشتے کو

گھورے جا رہا تھا جب امی نے دیکھا۔

"حمزہ بیٹا ناشتہ کیوں نہیں کر رہے؟"

انہوں نے پیار سے پوچھا۔

"مجھے حیا آپی کے ہاتھ سے کرنا ہے" حمزہ نے بگڑے ہوئے موڈ میں کہا۔

"ہیمی وہ سو رہی ہے تمہیں پتا ہے نا۔ چلو کرو شروع"

"نہیں۔۔۔ میں آپی سے کھانا ہے مجھے نہیں پتا۔ روز وہی کھلاتی مجھے"

حمزہ اپنی ضد پہ قائم رہا۔

"روز کھلاتی ہیں تو آج خود کھالو۔ مجھے تنگ مت کر حمزہ۔ سکول سے دیر ہو رہی۔

۔ تمہاری آپی پتا نہیں کب جاگے۔ شاباش میرا بچہ کرو ناشتہ"

"نہیں۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ نہیں مجھے آپی سے کرنا۔ مجھے نہیں پتا۔ مجھے آپی سے کرنا"

حمزہ نے زور زور سے دائیں بائیں گردن ہلا کے کہا۔ اور سلمہ بیگم تو تپ گئیں اس کی ضد

پہ۔

"ہاے حمزہ کیا کروں میں تمہارا۔۔۔۔۔۔بیا او بیا جا اوپر جا کے اس کی ماں کو اٹھا۔وہی اس کی سگی ہے میں کچھ نہیں لگتی اس کی۔میری نہیں سنتا۔اسے کہو کہ ناشتہ کروا ے اس کو ورنہ میں ایک لگا دینی اسے پھر نہ کہے مجھے۔۔نوابزادے کو سر چڑھا رکھا۔صرف اپنی بات منوانی آتی۔آپی سے کرنا۔۔۔آپی سے کرنا۔ہونہہ"

سلمہ بیگم غصے میں بولتی ہوئی کچن میں چلی گئی۔

کچھ ہی دیر بعد حیا نیچے آتی دکھائی دی۔حمزہ نے دیکھتے ہی رونے والا منہ بنالیا۔

"حمزہ کر لیتے نہ امی سے ناشتہ۔مجھے نیند آئی تھی۔"

وہ حمزہ کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"اب آگئی ہوں تو منہ کیوں بنا ہے؟"

"امی نے ڈانٹا ہے مجھے"

حمزہ نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے حیا کی طرف دیکھتے ہوے کہا۔اور اس لمحے سلمہ بیگم بھی کچن سے آتے دکھائی دی۔

"لو جی۔لگا لو ماں کی شکایت۔ابھی میں کچھ کہا نہیں اسے تو یہ حال ہے۔"

امی چائے کی ٹرے رکھتے ہوے بولی۔ جبکہ حیا مسکرا کر ماں کا گلہ سن رہی تھی۔اور ساتھ حمزہ کو ناشتہ بھی کروا رہی تھی۔

"حیا! یوں نوالے توڑ توڑ کے اس کے منہ میں مت ڈالا کر۔۔۔۔اسے خود کھانے دیا کرو۔مت اتنے لاڈ اٹھا اس کے۔ بگڑ جاے گا۔۔۔۔۔اب یہ بڑا ہو گیا ہے۔دو سال کا بچہ نہیں رہا۔۔۔۔۔جو تم ایسے ناز اٹھاتی پھرتی ہو اس کے"

سلمہ بیگم نے سمجھاتے ہوے کہا۔جواب میں حیا ہلکے سے مسکرائی مگر اس مسکراہٹ میں نمی بھی تھی۔اسے اچھا نہیں لگتا تھا کوئی اسے حمزہ کے معاملے میں ٹوکے۔

وہ گویا ہوئی:

"امی جان ! جس دن مجھے لگا نہ ہیمی بڑا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔اس دن میں یہ سب کرنا چھوڑ دوں گی۔"

حیا نے اس کے منہ میں آخری نوالہ ڈالتے ہوے روہانسی سی ہو کر کہا۔پھر دوبٹہ سے اس کا منہ صاف کیا۔پاس پڑا ہوا بیگ لیا۔حمزہ کے کندھوں میں ڈالا۔اس کے دونوں گال پہ پیار کیا۔جواب میں حمزہ نے بھی ایسا ہی کیا۔اور وہ اسے دروازے تک سکول کے

لیے چھوڑ کے آئی۔امن اور بیا کو حمزہ کا خیال رکھنے کی ڈھیروں نصیحتیں کر کے وہ ندر آ گئی۔

"حیا میں اس لیے کہہ رہی تھی بیٹا کہ کل کو اللہ کے فضل سے تیری شادی بھی ہونی ہے ۔پھر مشکل ہو گی حمزہ کو رہنے میں"

امی نے نرمی سے سمجھایا۔

"امی جب وہ وقت آے گا۔تب دیکھا جاے گا۔"

حیا ماں کو کہہ کے کچن میں چلی گئی.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اس وقت ڈریسنگ روم میں کھڑی صبح کے لیے سب کے کپڑے پریس کر رہی تھی۔ ثمن اور ارسل کا یونیفام استری ہو گیا تھا اور اب بابا کا آفس ڈریس کر رہی تھی۔

سردی کا زور کافی حد تک ٹوٹ چکا تھا۔اب صرف صبح کو زیادہ ٹھنڈ محسوس ہوتی اور پھر باقی دن دھوپ ہی رہتی۔جیا کو ایسا موسم اچھا لگتا تھا۔اسے دھند سے شدید کوفت سی محسوس ہوتی تھی۔

بابا کا سوٹ استری کر کے اب وہ زوہیب کی شرٹ کی طرف بڑھی۔ابھی اس نے شرٹ پھیلا کے اوپر استری رکھی ہی تھی کے زور سے فون کی گھنٹی بجی۔اس نے بے دھیانی میں استری وہی چھوڑی اور پاس پڑا موبائل اٹھایا۔

دیکھا تو "حیا کالینگ" لکھا آرہا تھا۔اس نے مسکراتے ہوے کال اٹینڈ ہی کی تھی کہ حیا بولنا شروع ہو چکی تھی۔

"جیا یار میرا جو بلیو کلر کا ڈریس ہے نا جو مجھ پر بہت سوٹ کرتا ہے۔اس کے ساتھ جو دوبٹہ ہے نا۔وہ نہیں مل رہا اتنا اچھا میرا جوڑا ہے مگر دوبٹہ کے بغیر۔۔۔۔افف کیا کروں؟"

حیا نے اپنا مسئلہ بیان کیا۔جس پر جیا نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"حیا! میرا اندازا ہے کہ سو بیوقوف مرے ہو گئے پھر تم پیدا ہوئی ہو گی۔۔۔مطلب کے حد ہو گئی۔اب تمہارا دوبٹہ نہیں مل رہا تو میں کیا کروں؟"

"افف جیا میں پریشان ہوں تبھی تمہیں کال کی ہے۔مگر تم۔۔۔۔مجھے رونا آرہا اب"

حیا کا ڈرامہ شروع ہو چکا تھا۔اس سے پہلے کہ جیا اس کی طبیعت درست کرتی۔اسے

ایک عجیب سی جلنے کی بو محسوس ہوئی۔وہ یکدم مڑی تو۔۔۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔زوہیب کی شرٹ شدید زخمی حالت میں نظر آئی۔اس نے بے اختیار فون بند کیااور استری کا سوئچ اتارا۔

ابھی وہ حیران سی شرٹ کو دیکھ رہی تھی کہ

"جیا! چچی جان کہاں ہیں؟ میں وہ۔۔۔۔۔۔"

وہ بات مکمل نا کر پایا جب اس کی نظر استری سٹینڈ پہ پڑی اپنی مظلوم شرٹ پہ رک گئی۔

جیا اندر سے شرمندہ تھی مگر۔۔۔۔ہائے یہ انا۔۔اور اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سخت کیے۔

"جیا! میری۔۔۔۔شرٹ جل گئی کیا؟"

"کیوں آپ کو نظر نہیں آرہا کہ جل گئی ہے۔جو مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔میں کونسا جان بوجھ کے جلائی۔ہونہہ"

بے رخی سے کہتی اب وہ استری شدہ کپڑے الماری میں رکھنے میں لگ گئی۔

"میں یہ تو نہیں کہا کہ تم نے جان بوجھ کر۔۔۔۔۔خیر کوئی بات نہیں۔"

"امی اوپر ہیں۔کمرے کے پردے چینج کر رہی۔"

اس نے جلدی سے بتایا تاکہ وہ چلا جائے اور کہیں اس کے چہرے کے تاثرات نہ دیکھ لے۔

وہ سن کے چلا گیا۔

جبکہ جیا نے سوچا وہ آج حیا کو قتل تو لازمی کر کے آئے گی۔سو وہ غصے سے سرخ ہوتی حیا کے گھر کی طرف گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"السلام علیکم! آنٹی کیسی ہیں آپ؟"

جیا نے اندر آتے سلمہ بیگم کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہو جیا بیٹا۔تم بڑے دنوں بعد آئی ہو"

"بس آنٹی گھر کے کاموں میں ہی مصروف ہوتی ہوں اسی لیے۔۔۔آج حیا کی بہت ہی یاد آ رہی تھی تو سوچا مل آؤں۔(یاد؟توبہ) کہاں ہے وہ؟"

"ارے کہاں ہو گی؟گھر کے کسی کونے میں بیٹھی موبائل میں گھسی ہو گی"

سلمہ بیگم ہنستے ہو کہا۔

"آپی کمرے میں ہیں"

حمزہ کی آواز گونجی۔جیا نے پلٹ کر اسے دیکھا۔اور پیار سے اس کے گال کو چھوا جس سے اس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح شرمیلی سے مسکراہٹ آئی۔جیا سیڑھیاں چڑھی اس کا رخ حیا کے کمرے کی طرف تھا۔

دروازہ بند ہی تھی۔اِدھر اس نے دروازہ کھولا اور اُدھر حیا بھی باہر ہی آنے لگی تھی۔سو اسے دروازہ زور سے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاے میں مر گئی۔۔۔۔۔ہاے جیا میری ناک توڑ دی۔۔۔۔۔افففف۔۔۔"

"ناک کی کچھ لگتی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑو گی آج۔"

جیا نے اسے دونوں کندھوں سے پکڑا اور پیچھے دھکیل کے زور سے بیڈ پہ پھینکا۔کُشن پکڑا اور حیا کو مارنا شروع کر دیا۔

"افففف۔۔۔۔۔چھوڑو مجھے۔۔۔۔جنگلی بلی۔کیا ہوا ہے؟۔۔۔کوئی جن چمٹ گیا تجھے۔۔۔؟"

حیا خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر جیا نہیں سن رہی تھی۔

"چڑیل آج تو بچ کے دکھا مجھ سے۔۔ تیری وجہ سے۔۔ صرف تیری وجہ سے ہمیشہ گڑبڑ ہوتی۔ تیری وجہ سے میں اس شخص کے سامنے شرمندہ ہوئی۔ اس دن وہ چار جر اور اب۔۔۔"

جیا بولی جا رہی تھی اور مار بھی رہی تھی۔ حیا بمشکل اٹھی اور بیڈ پھلانگ کے دوسری طرف بھاگی۔۔۔ جیا بھی اس کے پیچھے ہی اٹھی۔

اب منظر کچھ یوں تھا کہ حیا آگے آگے اور جیا پیچھے پیچھے۔ کبھی جیا بیڈ پہ آتی اسے پکڑنے اور وہ نیچے اتر جاتی۔ جب وہ نیچی آتی تو حیا پھر اوپر۔

"تم نے۔۔۔ اس وقت کال کی۔۔۔ جب۔۔۔ جب۔۔۔۔۔۔ میں اُس کی شرٹ پریس کر رہی تھی۔۔۔ اور۔۔ وہ جل گئی۔۔۔۔ اور کال بھی۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔ کس کام کے لیے کی۔ دوبٹہ نہیں تھا نا مل رہا۔۔۔ اب تجھے۔۔۔۔ ڈھونڈ کے۔۔۔ دیتی ہو تو میرے ہاتھ آ زرا۔۔۔"

"جیا۔۔۔۔ ظالم عورت۔ رک جا۔۔۔۔ مجھے سانس۔۔۔۔ چڑھ رہا۔۔۔۔

دیکھو۔۔۔۔ایک۔۔کام کرتے ہیں۔۔۔۔۔مذاکرات کر لیتے ہیں۔۔۔۔۔۔مل بیٹھ کے بات کرتے ہیں"

حیا نے مفاہمت کی راہ دکھائی۔جیا کا اپنا بھی سانس پھول رہا تھا بھاگنے کی وجہ سے۔سو وہ صوفے پر گر سی گئی۔اور جیسے ہی حیا نے حالات بہتر ہوتے دیکھے وہ بھی ساتھ ہی آ کر بیٹھ گئی۔مگر تھوڑے فاصلے پر۔حالات بدل بھی تو سکتے؟

"اچھا شروع سے بتاو۔ہوا کیا ہے؟"

اور جیا نے اس بتایا تو وہ الٹا ہسنے لگ گئی۔جیا نے دانت پیسے۔

"ہاے ہیرو نے ڈانٹا بھی نہیں۔مطلب۔۔۔اہمم اہمم۔۔"

حیا نے اسے چھیڑا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"مطلب تو صاف ہے جی۔۔۔۔زوہیب بھائی بچارے بری طرح سے پھنس چکے ہیں۔وہ ایک سونگ یاد آ رہا مجھے کہ

"نالِک ہی ہو سکدے ناوا کھ ہی رہ سکدے"۔

یہی حالت ہے ان کی۔ کبھی وہ تمہارے ہاتھ کی بینڈ یج کرتے ہیں وہ بھی زبردستی۔اور کبھی بال لگ جانے سے پریشان ہو جاتے ہیں۔۔ مطلب کچھ کچھ ہوتا ہے"

"حیا تم ایسی بکواس کرنے سے پہلے مر کیوں نہیں جاتی؟"

"ہاے میں مر گئی تو تمہیں دلہن کون بناے گا اپنے ہاتھوں سے۔۔۔۔۔۔۔۔زوہیب بھائی کی"

حیا یہ کہتے ہی باہر بھاگ گئی اور جیا غصے سے لال پیلی نیلی اور باقی رنگ بھی ملا تو وہ یہ سب ہو کے اس کے پیچھے بھاگی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا اس وقت لان میں بیٹھی آیان سے باتیں کر رہی تھی۔ بالوں کو ایک سائیڈ سے پِن لگاے اور باقی کھلے چھوڑے ہوے تھے۔

آیان اسے اپنی بچپن کی شرارتیں بتا رہا تھا اور حیا بے اختیار ہنسی جا رہی تھی۔

اس لمحے گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھلا اور عارف آتا دکھائی دیا۔

حیا کو یوں کسی مرد کے ساتھ ہنستا دیکھ کے اسے تو آگ ہی لگ گئی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

اس نے غصے سے پوچھا۔ وہ دنوں حیرانگی سے کھڑے ہو گئے۔

"یہ کونسا انداز ہے بات کرنے کا عارف بھائی۔ اس طرح بات کرتے ہیں کسی مہمان کے سامنے؟"

حیا نے بھی اتنے ہی غصے سے پوچھا۔

"اب تم مجھے بتاو گی کے کس طرح بات کرنی چاہے؟ تم بے حیا لڑکی شرم نہیں آتی یوں کسی غیر مرد سے گپیں لگاتے۔؟ بغیرت لڑکی مجھ سے تو سیدھے منہ بات نہیں کی کبھی۔ کون ہے یہ جس کے سامنے یوں سج دھج کے اپنے حسن کی نمائش کر رہی ہو۔ یہ کیا لگتا ہے تیرا۔ جس سے دن دھاڑے عشق لڑایا جا رہا۔"

"اپنی بکواس بند کریں"

حیا نے کہتے ہوے عارف کے منہ پر زور سے تھپڑ دے مارا۔ جبکہ آیان حیران سا کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے؟

"تم ایک ذلیل اور گھٹیا انسان ہو۔ اور تمہاری سوچ تم سے بھی گھٹیا ہے۔۔۔۔۔ ابھی

اور اسی وقت دفعہ ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

حیا نے چلا کر کہا۔

"جا رہا ہوں میں۔ مگر میں کچھ نہیں بھولوں گا۔ سب یاد رکھوں گا۔ تم نے اس شخص کی وجہ سے مجھے تھپڑ مارا۔ تمہارا یہ تھپڑ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ اگلے پیچھلے سارے حساب برابر کروں گا ایک دن۔ تمہارا وہ حشر کروں گا کہ ہاتھ اٹھا کے موت کی دعا مانگوں گی۔"

"شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔۔ اینڈ۔ گٹ آوٹ۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ شعلہ بار نگاہوں سے گھورتا باہر نکل گیا۔

حیا نے گہرا سانس لیا۔ دوبٹے سے پیشانی پر آیا پسینہ صاف کیا۔ اور خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"آیان! آپ خاموش رہے؟"

حیا نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو کیا کرتا میں۔؟"

اس نے اطمینان سے کہا۔

"کیا کرتے؟آپ کو نہیں پتا آپ کو کیا کرنا چاہے تھا؟"

حیا نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میرے سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں"

"اچھا؟واقع؟واہ آیان صاحب واہ۔۔۔۔ایک شخص میرے گھر آتا ہے۔تمہارے سامنے وہ میری عزت پہ انگلی اٹھاتا حالانکہ میں اپنے گھر میں ہوں۔وہ مجھے بے حیا کہتا ہے بے شرم۔۔۔۔۔۔۔۔آہ۔۔اور جاتے ہوے مجھے برے انجام کی دھمکی دیتا ہے۔اور آپ خاموش رہتے ہیں۔آپ کو تو اس کا منہ توڑ دینا چاہے تھا۔اور آپ۔۔۔آپ کہتے ہیں کہ آپ کیا کرتے؟آپ کہتے ہیں کہ آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟"

"تم کیا چاہتی تھی حیا کہ میں اس سے جھگڑا کرتا اور وہ تمہارا بد معاش شرابی جو واری کزن مجھے گولی دے مارتا۔اور میں مفت میں مارا جاتا ہو نہہ"

اور اس پل کوئی حیا سے پوچھتا کہ مان کیسے ٹوٹتا ہے۔اور اس پل کوئی اس سے پوچھتا کہ

جب دل کے اندر کچھ چھن سے ٹوٹ جاتا ہے ہو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

"اوہ صحیح۔۔ ٹھیک کہا تم نے۔۔۔۔۔۔۔۔اگر وہ تمہیں گولی دے مارتا تو؟ تم تو مر ہی جاتے۔۔ ہونہہ۔۔ مگر سنو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حیا ایمان نام ہے میرا۔۔۔۔۔مجھے تم جیسے مرد کے سہارے کی ضرورت بھی نہیں۔۔۔۔۔۔تم جیسے مرد لڑکیوں سے صرف ہنس ہنس کر باتیں کر سکتے ہیں۔ صرف ٹائم پاس کر سکتے ہیں۔ان کے محافظ نہیں بن سکتے۔۔۔ تمہیں بتاؤں میں آیان وقار تم میں اور عارف میں کوئی فرق نہیں۔وہ وہ بول کے میری تذلیل کر رہا تھا اور تم چپ رہ کے۔۔۔ تم بس اپنی جان کی حفاظت کرو۔ ۔میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔۔حیا خود کے لیے کافی ہے۔۔۔۔"

وہ شدت ضبط سے کہہ رہی تھی۔اس کا دل چاہ رہا تھا وہ روے مگر وہ روئی نہیں۔وہ کسی مرد کے سامنے رو کر کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔اسے امید ٹوٹنے کا غم تھا۔اسے غلط شخص کو دل میں جگہ دینے کا غم تھا۔آیان غلط نہیں تھا وہ خود غلط تھی۔اسے کسی نامحرم سے اتنا بے تکلف نہیں ہونا چاہے تھا۔کوئی مرد تب تک کسی عورت کے قریب نہیں آسکتا جب تک وہ عورت نہ چاہے۔حیا کو اپنی اس غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔اس نے آیان کو خود موقع دیا کہ وہ اس کے قریب آے۔اور جب وہ قریب آگیا تو

اسے پتا چلا کہ یہ وہ شخص ہی نہیں جس کا اس نے تصور کیا تھا۔

سلمان صاحب! مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔آپ اس کتاب کو چھوڑے دیں زرا"

سلمان صاحب جو بیڈ پہ بیٹھے کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ایک نظر اٹھا کہ عائشہ بیگم کو دیکھا جو پاس ہی بیٹھی ان سے بات کرنا چاہ رہی تھیں۔

"کیا بات کرنی ہے بولوں عائشہ میں سن رہا ہوں"

"ہماری جیا ماشاءاللہ سے بڑی ہو گئی ہے۔میں اس کی شادی کا سوچ رہی ہوں۔آپ کیا کہتے ہیں؟"

"ہماری جیا بڑی ہو گئی ہے؟ارے عائشہ بیگم مجھے تو پتا ہی نہیں چلا۔"

"پتا تو مجھے بھی نہیں چلا سلمان صاحب۔ابھی کل کی ہی بات لگتی ہے جب جیا چھوٹی سی پورے گھر میں بھاگتی پھرتی تھی۔۔۔ہائے یہ بیٹیاں کتنی جلدی بڑی ہو جاتیں ہیں۔۔۔"

عائشہ بیگم نے اداسی سے کہا۔

"اچھا تمہاری نظر میں ہے کوئی مناسب رشتہ؟"

"ارے سلمان صاحب اچھا رشتہ ڈھونڈنے کیا ضرورت ہے۔ ہمارا زوہیب ہے نا۔ ماشاءاللہ سے کتنا پیارا بچہ ہے فرمانبردار۔"

"عائشہ میرے دل میں تو یہ خیال آیا ہی نہیں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ زوہیب سے اچھا رشتہ ہمیں کہاں مل سکتا۔ اور جیا بھی ہمارے سامنے ہی رہے گی۔۔۔۔۔۔ تم بات کرنا زوہیب۔ کیا کہتا ہے وہ۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں تو صبح ہی بات کروگی۔ بس آپ کی اجازت کی ضرورت تھی۔"

عائشہ بیگم بہت خوش نظر آرہی تھیں۔

عائشہ بیگم نے دوسری دن ہی زوہیب سے بات کرلی تھی۔ زوہیب خوش تو بہت ہوا تھا مگر اسے خدشہ بھی تھا کہ جیا نا مانی تو؟ اس لیے اس نے چچی جان سے کہا کہ وہ جیا کی رضامندی معلوم کرلیں۔ اسے کوئی اعتراض نہ ہو۔ مگر عائشہ بیگم نے کہا اسے کیا

اعتراض ہو گا بھلا؟ وہ تو بہت خوش ہو گی کہ وہ شادی کے بعد بھی اسی گھر میں رہے گی۔

مگر یہ ان کا وہم تھا۔

"ہاں سوزن کیسی ہو تم؟ تمہیں بہت مس کر رہا تھا میں۔ مگر تم میرا کال ہی نہیں اٹھا رہی تھی۔ بھول تو نہیں گئی مجھے"

آیان ہال میں صوفے پہ بیٹھا فون پر کسی لڑکی سے بات کرتے ہوے کہہ رہا تھا۔

"یہ تو مجھے کہنا چاہے آیان کے تم پاکستان جا کے مجھے بھول ہی گئے ہو۔ کہاں روز ملتے تھے اور اب تم ایک دفعہ کال کر کے مجھے جتا رہے ہو"

وہ انگلش میں تیز تیز بولتی گلہ کر رہی تھی۔

"ارے نہیں میری جان غلطی ہو گئی مجھ سے۔ تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں۔ تم تو میری پہلی اور آخری محبت ہو"

"ہونہہ پہلی محبت ہوں تبھی ابھی تک اپنے گھر والوں سے میرے رشتے کی بات نہیں کی۔ ٹالے ہی جا رہے ہو۔ کوئی مل تو نہیں گی پاکستان میں؟"

"ارے نہیں بے بی تم فکر نہ کرو بس ہمیں یہاں سیٹل ہونے دو پھر دیکھنا میں ممی ڈیڈی سے بات کروں گا۔اور تم یہ سوچ بھی کیسے سکتی ہو کہ میں یہاں پاکستان میں کسی لڑکی سے کوئی تعلق رکھوں گا؟میرا معیار اتنا نہیں گرا ابھی۔یو نو یہاں کی لڑکیاں میرے ٹائپ کی نہیں۔ان کے ساتھ ٹائم تو پاس کیا جا سکتا ہے مگر شادی۔اوہ نیور"

اس نے بیزاری سے کہا۔اور حیا جو اس کے پیچھے ہی جانے کب سے کھڑی تھی۔وہ سب سن چکی تھی۔وہ قدم قدم پیچھے ہٹتی چلی گئی۔۔۔۔۔

آیان اب بھی فون پہ بات کر رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔بالکل سپاٹ۔کسی بھی احساس سے پاک۔

وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔بیڈ سے ٹیک لگا کہ وہ بس سامنے دیوار کو گھورے جا رہی تھی۔

"میرا معیار اتنا نہیں گرا ابھی"

اس نے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچ لیں۔

"یو نو یہاں کی لڑکیاں میرے ٹائپ کی نہیں"

اس کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر مدھم ہوئی تھی۔

"ان کے ساتھ ٹائم تو پاس کیا جا سکتا ہے مگر شادی۔اوہ نیور"

اس نے زور سے آنکھیں بند کر لیں۔

"تمہاری کوئی غلطی نہیں آیان و قار۔میں نے ہی تمہیں سمجھنے میں دیر کر دی۔میں یہ کیسے بھول گی کہ تم امریکہ میں پلے بڑھے ہو۔تمہارا تو ایک وقت میں دس دس لڑکیوں سے افیئر ہو گا۔تمہیں مجھ جیسی سادہ لڑکی سے کیا دلچسپی ہو گئی۔تمہیں تو رنگین پریاں چاہیئے۔تمہیں میرے ٹائپ کی لڑکیاں نہیں پسند۔۔۔۔ہونہہ۔۔سنو آیان و قار۔۔مجھے بھی تمہارے ٹائپ کا مرد نہیں چاہیئے۔جو کسی عورت کی تذلیل ہوتی دیکھے۔مگر موت کے ڈر سے چپ رہ کے تماشہ دیکھے۔تمہیں تمہاری ٹائپ کی لڑکیاں پسند جن کے دل میں ایک میں وقت چار چار مرد بستے ہو۔تمہیں مبارک ہو تمہارے ٹائپ کی لڑکیاں۔۔

ہاں میں بھٹک گئی تھی کچھ دیر کے لیے۔کمزور لمحوں کی کشش کو میں محبت سمجھ بیٹھی۔۔۔۔۔۔مگر میرے اللہ نے مجھے بچا لیا ہے۔۔۔۔میں خود کو سنبھال لو گی۔۔۔۔۔۔۔۔حیا خود کو سنبھال سکتی ہے"

وہ رو نہیں رہی تھی۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔وہ کمزور نہیں تھی۔وہ ضبط کر رہی تھی۔

"آپی کیا ہوا؟آپ کا چہرہ سرخ کیوں ہو رہا ہے"

حمزہ جانے کب وہاں آیا تھا۔اسے خبر ہی نہ ہوئی۔اس نے حمزہ کی بات کا جواب نہیں دیا۔بلکہ آنکھوں کے اشارے سے اسے پاس بلایا۔

وہ بیڈ پر آیا۔حیا نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔وہ چپ تھی بالکل چپ۔

"آپی کیا ہوا؟"

حمزہ نے پھر سے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کچھ نہیں بچے۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔تم میرے پاس ہو نا۔۔۔۔۔تو مجھے۔۔۔۔۔کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔میرا بیٹا ہے میرے ساتھ۔۔۔مجھے کیسی اور کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔کسی کی بھی نہیں۔۔"

اس نے کھوے ہوے انداز میں کہا۔

رات نو بجے کا وقت تھا۔جیا سٹڈی روم میں ٹیبل پہ جھکی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔لیمپ

کی مدھم لائٹ کتاب کے صفحات کو روشن کیے ہوے تھی۔کتاب کے ساتھ چھ انچ کے فاصلے پر کافی کا مگ پڑا ہوا تھا۔جسے وہ وقفے وقفے سے لبوں کو لگا کے گھونٹ بھرتی۔کندھوں کے گرد گرم شال لپیٹے۔بالوں کو کیچر لگاے۔گہری سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی لڑکی انمہاک سے مطالعہ میں مصروف تھی۔

دفعتاً سٹڈی روم کا دروازہ کھولا اور عائشہ بیگم آتی ہوئی دکھائی دیں۔

"امی آپ سوئی نہیں ابھی تک؟"

اس نے ماں سے استفسار کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"نہیں بیٹا ابھی عشاء کی نماز سے فارغ ہوئی ہوں۔تم سے بات کرنی تھی تبھی آگئی۔"

عائشہ بیگم نے مسکراہ کر جواب دیا۔

"ہاں امی کیا بات کرنی ہے؟آپ کریں میں سن رہی ہوں"

جیا نے کتاب بند کر دی اور کافی کا مگ ہاتھ میں لیتے ہوے کہا۔

"جیا!بیٹا میں اور تمہارے بابا تمہاری شادی کا سوچ رہے ہیں۔ماشاءاللہ سے تمہاری عمر ہو گی ہے اب۔ہم اپنا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں"

عائشہ بیگم نے دھیمے لہجے میں بات مکمل کی۔

"اوہ اچھا۔ یہ اچانک میری شادی کا خیال کہاں سے آ گیا آپ کو؟"

جیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بیٹا والدین کو اپنی اولاد کی ہمیشہ سے فکر رہتی ہے۔ مجھے بھی تمہاری فکر ہے۔"

"ہمم۔ تو کوئی رشتہ آیا ہے؟ کونسا شہزادہ ڈھونڈہ ہے آپ لوگوں نے میرے لیے؟"

جیا نے شرارت سے پوچھا۔

"ارے شہزادہ ہی ہے۔ مگر ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اپنے گھر کا ہی تو بچہ ہے۔ اتنا نیک فرمانبردار اور سلجھا ہوا۔۔۔"

عائشہ بیگم اپنی دھن میں بولی جا رہی تھیں۔ اور جیا کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ اس کی جگہ غصے نے لے لی۔ ہاتھ میں پکڑے مگ پر گرفت سخت ہو گئی۔

"امی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"کیوں کیا ہوا؟ تمہیں کوئی اعتراض ہے جیا؟"

"اعتراض؟آف کورس اعتراض ہے مجھے۔آپ لوگوں نے یہ سوچ بھی کیسے لیا امی؟ایسا کبھی نہیں ہو گا"

"کس بات کا اعتراض ہے تمہیں؟کیا جواز ہے تمہارے پاس۔کیا کمی ہے زوہیب میں ۔مجھے بھی تو بتاؤ؟"

"امی!مجھے اس شخص سے شادی نہیں کرنی کہہ دیا بس"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے جیا۔ارے زوہیب کو تو کوئی اعتراض نہیں تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوہ اچھا۔۔۔۔اب سمجھی۔یہ سب زوہیب کا کیا دھرا ہے۔۔۔۔ہونہہ خود غرض انسان۔۔۔۔آج بھی خود غرضی ہی دکھائی۔وہ صرف اپنا سوچ سکتا اسے صرف اپنی ذات نظر آتی۔۔۔ہمیشہ سے۔۔۔۔کسی کے جذبات مجروح ہوں اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔آپ کہہ دیں جا کے اسے۔جیا مر جائے گی مگر اس سے شادی نہیں کرے گی۔"

"بس کرو اب۔کب سے تمہاری بکواس سنے جا رہی ہوں۔ماں کے ساتھ زبان درازی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔کان کھول کے سن لو۔تمہیں زوہیب سے ہی شادی کرنا

ہو گی۔یہ میرا اور تمہارے بابا کا فیصلہ ہے۔اور زوہیب بھی بہت خوش ہے۔"

"نہیں امی نہیں۔یہ آپ کا اور بابا کا نہیں فیصلہ یہ۔۔۔یہ اس زوہیب کا فیصلہ ہے۔وہ خوش ہے ہاں وہ خوش ہے تو آپ خوش ہیں۔ہمیشہ کی طرح۔۔۔۔۔۔۔۔ہمیشہ کی طرح آپ لوگوں نے اس کی ہی خوشی کا خیال رکھا۔۔ہونہہ۔۔اور امی میں؟میری کوئی خوشی نہیں پوچھے گا؟میں کیا آپ کی اولاد نہیں؟کیا زوہیب آپ کی سگی اولاد ہے جو آپ ہمیشہ سے اسے آگے رکھتے۔۔۔میری بھی کوئی خوشی ہے امی میرے بھی جذبات ہیں۔میری کوئی کیوں نہیں پرواہ نہیں کرتا؟"

ناچاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"جیا تمہارے ساری دلیلیں بے بنیاد ہیں۔اس لے سکون سے سوچوں۔تم زوہیب سے شادی کرو گی تو اسی گھر میں رہو گی۔"

"لیکن امی۔۔۔۔"

"جیا چپ ہو جاو"

"امی میں۔۔۔۔۔"

"جیا! مجھے سختی پہ مت مجبور کرو۔"

عائشہ بیگم اپنا فیصلہ سنا کے جا چکی تھیں۔اور وہ کرسی پہ گر سی گئی۔آنکھیں لال آنگارہ ہو رہی تھیں۔ہونٹ سختی سے بھنچے ہوے تھے۔سردی کے باوجو پیشانی پسینے سے تر تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔مگ میز پہ پٹخا جس سے تھوڑی سی کافی باہر جھلک گئی۔اور تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔اس کا رخ زوہیب کے کمرے کی طرف تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے دروازہ بغیر ناک کیے زور سے دھکا دے کر کھولا۔زوہیب جو لیپ ٹاپ گود میں رکھے بیڈ پہ کام کر رہا تھا۔یوں اچانک دروازہ کھولنے کی آواز پر فوراً سر اٹھا کے دیکھا۔سامنے جیا کو اپنے کمرے میں دیکھ کر چونک گیا۔لیپ ٹاپ سائیڈ پہ رکھا اور کھڑا ہو گیا۔

"جیا تم اس وقت یہاں؟ خیریت ہے؟"

جیا کا سرخ ہوتا چہرہ اور بھیگی آنکھیں اسے کچھ غلط ہونے کا پتا دے رہی تھیں۔

"خیریت؟ ہونہہ۔ مسٹر زویب اسد! تمہارے ہوتے ہوئے میری زندگی میں خیریت ہو سکتی بھلا؟"

"جیا! کیا ہوا ہے؟ اتنی غصے میں میرے کمرے میں کیوں آئی ہو؟"

"میں آج یہاں پر تمہیں تمہاری اوقات بتانے آئی ہوں۔ سنو گے؟؟ تم زوہیب اسد ۔۔۔۔۔۔ تم وہ شخص ہو جو آج سے پندرہ سال پہلے اس گھر میں آیا اور آتے ہی میرے والدین سے میرے حصے کا پیار۔ توجہ۔ شفقت سب چھین لیا۔ میرے ماں باپ تمہیں یتیم سمجھ کر مجھ سے زیادہ پیار کرتے۔ تمہاری ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرتے۔ تمہیں تمہاری پسند کی ہر چیز مہیا کر دی جاتی کیوں کہ تم یتیم تھے۔ میرے ماں باپ دن رات تمہارے ناز اٹھاتے اور میں ۔۔۔۔۔۔۔ زوہیب ۔۔۔۔ میں دروازہ کے پیچھے چھپ کر دیکھتی رہتی اور روتی ۔۔۔۔۔۔ تم سے غلطی ہوتی تو کوئی تمہیں کچھ نا کہتا۔ جب میں غلطی کرتی تو مجھے ڈانٹا جاتا ۔۔۔۔ تمہیں چیزیں ہمیشہ مجھ سے اچھی لے کے دی جاتی کیونکہ تم یتیم تھے ۔۔۔۔۔۔۔ مگر میں تمہیں بتاوں زوہیب ۔۔۔۔۔ آج تمہیں بتاوں ۔۔۔۔ یتیم تو تم تھے ۔۔۔۔ مگر ۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر یتیمی کی زندگی میں نے گزاری ۔۔۔۔۔۔"

اسے ہچکی لگ چکی تھی۔

"میرے۔۔۔۔۔ماں باپ۔۔۔۔۔۔چھین لیے تم۔۔۔میں ان کے پیار کو ترستی رہی۔۔۔۔اور تم ان کا۔۔۔۔پیار سمیٹتے رہے۔۔۔۔۔۔۔سکول میں مجھ سے کوئی غلطی ہو جاتی۔۔۔۔۔۔۔تو تم گھر آ کر امی کو بڑھا چڑھا کر بتاتے۔۔۔۔امی مجھے ڈانتی ۔۔۔۔صرف تمہاری وجہ سے۔۔۔۔۔۔اگر کبھی مجھے لیسن بھول جاتا تو تم۔۔۔۔ٹیچر سے کہتے کہ میں ٹی وی دیکھتی رہتی ہوں۔۔۔یاں کھیلتی رہتی ہوں۔۔اس لیے مجھے سبق یاد نہیں ہوتا۔۔۔۔میری ساری کلاس کے سامنے انسلٹ کرواتے تم۔۔۔۔سکول میں کوئی فنکشن ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔تو۔۔۔تمہاری وجہ سے میں نہ جاتی۔۔۔میں تمہاری وجہ سے۔۔۔زندگی کا کوئی لمحہ انجوائے نہیں کر سکی۔۔۔۔میں اس کالج میں جانا چاہتی تھی جہاں۔۔۔۔۔میری فرینڈز گئیں تھی۔۔۔۔مگر۔۔۔۔۔تم نے بابا سے کہا کہ۔۔۔وہ کالج اچھا نہیں۔۔سو تمہاری بات مان لی گئی۔مجھے کسی اور کالج میں ایڈمیشن دلوا دیا گیا۔۔۔حالانکہ میں۔۔۔۔میں بابا سے کہا بھی تھا کہ۔۔۔مجھے وہاں نہیں جانا۔۔۔مگر کیونکہ تم نے کہہ دیا تھا تو میری کس نے سننی تھی؟۔۔یوں میں تمہاری وجہ سے اپنی دوستوں سے بھی دور ہو

گئ۔۔۔۔۔۔وجہ تم ہی تھے۔۔۔اور حیا۔۔۔۔حیا کو جب پتا چلا کہ میں کسی اور کالج جا رہی ہوں تو اس نے پھر میرے ساتھ ایڈمیشن لیا۔۔۔۔۔۔۔ورنہ تمہاری تو یہی کوشش تھی کہ جس طرح تم نے مجھے گھر میں اکیلا کیا ہے کالج میں بھی کر دیتے۔۔۔۔اگر تمہارے ماں باپ مر گئے تھے تو اس کا یہ مطلب تھا کہ تم میرے ماں باپ پر قبضہ کر لو؟

اس سے بھی کچھ نہیں بنا تو تم نے میرے ماں باپ سے میرا رشتہ مانگ لیا تاکہ باقی کی زندگی بھی میں سلگتے گزار دوں؟۔۔۔۔۔تمہیں پتہ تھا وہ انکار نہیں کریں گے سو تم نے ایک بار پھر فائدہ اٹھایا۔۔۔۔۔تم میری خوشیوں کا قتل کرنا کب چھوڑو گے؟تم ۔۔۔۔۔زوہیب تم کیوں ہو یہاں۔۔یہ میرا گھر ہے۔۔۔۔تمہارا گھر نہیں ہیں۔سنا تم نے۔۔۔یہ میرے ماں باپ ہیں۔۔۔۔۔تمہارے ماں باپ نہیں ہیں۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔۔۔تم چلے کیوں نہیں جاتے یہاں سے۔۔۔۔۔۔۔تم جان کیوں نہیں چھوڑ۔۔۔۔۔"

عائشہ بیگم کے تھپڑ نے جیا کی بات مکمل نا ہونے دی۔

"کیا بکواس کر رہی ہے توں۔جو منہ میں آ رہا بولے جا رہی۔اسے گھر سے نکالے

گی۔ تیرا دماغ خراب ہو گیا کیا۔ جتنا یہ تیرا گھر ہے اتنا ہی اس کا بھی ہے۔اور تو ں کیا یتیمی کے طعنے دے رہی ہو۔ شرم نہیں آتی ایسی باتیں منہ سے نکالتے ہوے۔ ہم جس طرح تیرے ماں باپ ہیں ویسے ہی اس کے بھی ہیں۔اب تیرے منہ سے ایسا کچھ سنا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ تمیز نام کی کوئی چیز نہیں رہی تم میں۔"

"ارے چچی جان! اسے کچھ مت کہے۔ابھی یہ غصے میں ہے۔ جانے دیں"

زوہیب جو کب سے چپ تھا۔عائشہ بیگم کی طرف بڑھتے ہوے بولا۔اب وہ جیا کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔

"خوش ہو جاؤ تم۔۔۔ مسٹر زوہیب اسد۔۔۔۔۔خوش ہو جاؤ۔۔آج بھی تمہاری وجہ سے۔۔۔۔۔میری ماں نے مارا ہے مجھے۔۔سب تمہاری وجہ سے ہوتا ہے۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔۔۔تم مر جاؤ"

اس نے روتے ہو چلا کر کہا اور زوہیب کو پیچھے دھکا دیتے کمرے سے باہر نکل گئی۔ باہر جاتے ہوئے اس نے محسوس کیا تھا کہ بابا کمرے کے پاس کھڑے تھے۔ مگر وہ رکی نہیں اور اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

وہ کمرے میں آئی۔دروازہ زور سے بند کیا۔دوبٹہ اتار کے دور پھنکا۔اور بیڈ پہ گر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو کہ میرے ماں باپ کی حمایت حاصل کر کے مجھ سے زبردستی کرے گا۔۔ہونہہ۔میں۔۔۔۔۔میں ایسا ہونے نہیں دوں گی زوہیب۔۔اب نہیں چپ رہوں گی۔تم کر لو جو کرنا ہے۔۔تمہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

وہ خود سے بول رہی تھی۔پھر سیدھے ہو کے بیٹھی۔سائیڈ ٹیبل سے موبائل لیا۔اور حیا کا نمبر ڈائل کیا۔

بیل جا رہی تھی۔اور اس کی امید کے برعکس دوسری ہی بیل پہ فون اٹھا لیا گیا۔

"جیا!اگر تمہیں پتا ہو تو یہ شریف۔معزز اور معصوم لوگوں کے سونے کا وقت ہوتا ہے"

حیا اپنی عادت سے مجبور کال اٹھاتے ہی شروع ہو چکی تھی۔

"آج بڑی جلدی کال اٹینڈ کر لی حیا"

اس نے حیا کی ساری باتوں کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"زیادہ خوش فہمی میں مت رہو کہ میں موبائل سینے پہ رکھے کسی عاشق کی طرح تمہاری کال کا انتظار کر رہی تھی تو فوراً ریسیو کر لی۔ میں تو اس لیے اٹھالی کے بیل کی آواز سے میرا ہیمی اٹھ جاتا"

"کتنا بولتی ہو تم حیا۔ کبھی تو چپ کر جایا کرو۔"

وہ جیا کی حالت سے انجان بولی جا رہی تھی تبھی جیا نے اسے چپ کروانا چاہا۔

"جس دن میں چپ ہو گئی نا۔ سب سے زیادہ تمہیں ہی تکلیف ہو گی۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے کھوے ہوے انداز میں کہا۔

"تمہارے جیسی چیزیں نہیں چپ ہوتی"

جیا نے مذاق میں کہا اور اس کی بات سن کر کمرے کی دیواریں زخمی سا مسکرائی تھیں۔

"اچھا۔ بتاو اس وقت کیوں فون کیا؟ سب ٹھیک ہے؟"

"میں بہت پریشان ہوں"

"کیوں؟"

"زوہیب نے امی بابا سے میرا ہاتھ مانگا ہے۔"

"تم مجھے رات کو صرف یہ بتانے کے لے کال کرتی ہو کہ اس نے میرا ہاتھ پکڑا آج اسنے ہاتھ مانگ ہی لیا۔ مطلب ہاتھ ہاتھ کھیل رہے ہو دونوں؟"

"حیا میں سریس ہوں"

"زوہیب بھائی کے ساتھ؟"

"حیا اب اگر تم نے چپ کر کے میری بات نا سنی نا تو میں کال کاٹ دینی اور کبھی تمہیں اپنے کچن میں گھسنے بھی نہیں دینا"

"ہاے رے دھمکیاں۔۔۔۔اچھا بتاو آگے کیا ہوا؟

"میں زوہیب سے جھگڑا کیا تو امی نے مجھے تھپڑ دے مارا"

"تو اب درد ہے؟"

"کہاں؟"

"وہی جہاں تھپڑ رسید ہوا"

"حیا چڑیل ہو تم"

"تم سے کم"

"منہ بند کرو گی؟اور مشورہ دو گی مجھے؟

"ہاں ہاں بولو میں ہمہ تن گوش ہوں"

"تمہیں پتا وہ مجھے پسند نہیں اور امی بابا مانے گئے نہیں۔اور اب تو میں زوہیب کو گھر سے جانے کا بھی کہہ دیا ہے۔اور امی بابا مزید میرے خلاف ہو جائیں گئے اور اس زوہیب کا ساتھ دیں گئے۔"

"زوہیب اچھا ہے حیا"

"مجھے نہیں لگتا"

"تم غلط ہو"

"تم اس کی دوست ہو یا میری؟"

"میں تمہاری بھلائی چاہتی ہوں جیا۔وہ جس طرح تمہاری ہر بد تمیزی برداشت کر لیتا۔وہ تمہارا اچھا ہم سفر ثابت ہو گا۔ماضی کی باتوں کو نکال دو ذہن سے۔اور ایک اچھی لائف سٹارٹ کرو۔اگر سب ایسا ہی رہا تو یقین کرو وقت ضرور بدلتا ہے۔ایسا نا ہو تم بعد میں پچھتاؤ۔تم مانو یا نا مانو زوہیب بھائی تم سے محبت کرتے ہیں۔انہیں مایوس مت کرو"

"حیا تم بھی؟"

"میری باتوں پہ غور کرنا۔اور زوہیب سے معافی مانگ لو"

"کس بات کی؟"

"تم نے انہیں گھر سے جانے کا کہا ہے۔اگر وہ چلے گے تو؟"

"ہونہہ اتنی غیرت نہیں ہے اس میں۔نہیں جاتا کہیں۔اور اگر چلا بھی گیا تو میر بلا سے"

"ان میں غیرت ہے جیا۔بس وہ خاموش ہیں۔اور خاموشی کے بعد طوفان آتا ہے"

"رکھتی ہوں فون"

یہ کہہ کے جیا نے فون بند کر دیا۔اور اسی لمحے دروازہ ناک ہوا۔پھر ہلکے سے دروازہ کھلا

اور جو وجود اندر آیا۔ جیا اسے دیکھتے ہی جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

یہ کہہ کے جیا نے فون بند کر دیا۔ اور اسی لمحے دروازہ ناک ہوا۔ پھر ہلکے سے دروازہ کھلا اور جو وجود اندر آیا۔ جیا اسے دیکھتے ہی جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں جیا۔ انجانے میں ہی سہی۔ مگر میں تمہارا دل دکھاتا رہا۔ تم ٹھیک کہتی ہو جیا یہ تمہارا گھر ہے۔ میرا گھر نہیں ہے۔ تم نے اچھا کیا جو مجھے بتا دیا۔ ورنہ میں کتنا پاگل تھا کہ کسی اور کے گھر کو اپنا گھر سمجھتا رہا۔۔۔۔ میرا کوئی گھر ہی نہیں جیا۔۔۔ تم ٹھیک کہتی ہو وہ تمہارے ماں باپ ہیں۔۔ میرے نہیں ہیں ۔۔۔۔ میرے ماں باپ تو ہے ہی نہیں۔۔۔ میں بھول گیا تھا کہ میں تو یتیم ہوں"

اس بات پہ جیا کی نظریں جھکی تھی۔

"تم نے مجھے یاد دلا دیا۔۔۔۔ آج واقع لگ رہا میں یتیم ہوں۔۔۔۔ میرا کوئی گھر نہیں۔۔۔ میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ میر بہن بھائی نہیں ہیں۔ ہیں۔۔۔ میں تمہارے ماں باپ کو اپنے ماں باپ سمجھتا رہا۔۔۔۔ تمہارے بہن بھائی کو اپنے بہن

بھائی سمجھتا رہا۔۔۔یہ جانے بغیر کہ میرا تو کوئی ہے ہی نہیں۔۔۔سب تو تمہارے رشتے تھے۔۔۔میں ان پہ کیوں قبضہ جما کے بیٹھا رہا۔۔۔مجھے تو اس کا حق نہیں تھا۔۔۔میں تو اکیلا تھا دنیا میں۔۔مجھے تو اکیلا ہی رہنا چاہیے تھا۔۔۔تمہارا شکریہ جیا آج تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔۔۔تم چاہتی ہو نہ میں تمہیں نظر نہ آوں۔۔۔اس گھر سے چلا جاؤں۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔میں جا رہا ہوں جیا۔۔۔ہمیشہ کے لیے۔۔۔۔تم سے دور۔۔۔۔سب سے دور۔۔۔۔تم اپنے گھر میں خوش رہنا۔۔۔۔وہ اب تمہارے ماں باپ ہیں بس۔۔۔میں یتیم ہوں۔۔۔۔ہاں۔۔۔میں یتیم ہوں۔۔۔ہاں میرا کوئی گھر نہیں۔۔۔۔میرا کوئی گھر نہیں۔۔۔۔۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کمرے سے نکل گیا۔اور جیا بت سی بنی وہی کھڑی رہی۔اس کے کانوں میں صرف زوہیب کے جملے گونج رہے تھے۔

"ہاں میں یتیم ہوں۔۔"

"ہاں میرا کوئی گھر نہیں۔۔۔"

"میرا تو کوئی ہے ہی نہیں۔۔۔"

"میں تو اکیلا تھا دنیا میں۔"

"میں جا رہا ہوں ہمیشہ کے لیے"

"میں یتیم ہوں۔۔۔"

"میں یتیم ہوں"--

زوہیب اپنے کمرے میں آیا۔الماری کھولی۔اپنے چند کپڑے نکالے۔آڑے ترچھے بیگ میں رکھے۔لیپ ٹاپ بھی ساتھ رکھا۔زپ بند کی۔موبائل لیا اور باہر نکل گیا۔

"مسٹر زوہیب اسد! مجھے ڈسکس کرنے کے بجائے اگر آپ اپنا کھانا خاموشی سے کھا لے تو بہتر ہو گا"

وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

اور آپ سے میری خوشی برداشت نہیں ہوئی۔تو آپ نے سوچا کیوں نا اس کی خوشی کو برباد کروں؟"

اس نے چوتھی سیڑھی پر قدم رکھا۔

"شٹ اپ۔۔۔جسٹ شٹ اپ۔آپ۔۔۔۔آپ۔مجھے صرف۔۔۔تکلیف دے سکتے ہو۔صرف تکلیف"

اس نے چھٹے زینے پہ قدم رکھا۔

"خیریت؟ہونہہ۔مسٹر زویب اسد!تمہارے ہوتے ہوے میری زندگی میں خیریت ہو سکتی ہے بھلا؟"

وہ آٹھویں سیڑھی اتر رہا تھا

"میں آج یہاں پر تمہیں تمہاری اوقات بتانے آئی ہوں۔سنو گے؟؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کے قدموں میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔وہ سپاٹ چہرہ لیے سیڑھیاں اترتا رہا۔

"میرے۔۔۔۔۔ماں باپ۔۔۔۔۔۔چھین لیے تم نے۔۔۔میں ان کے پیار کو ترستی رہی۔"

وہ اب آخری سیڑھی پر تھا۔

یہ میرا گھر ہے۔۔۔۔تمہارا گھر نہیں ہیں۔سنا تم نے۔۔۔یہ میرے ماں باپ ہیں۔۔۔۔۔تمہارے ماں باپ نہیں ہیں۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔۔۔تم چلے کیوں نہیں جاتے

یہاں سے۔"

اس نے نظر اٹھا کے جیا کے کمرے کی طرف دیکھا۔

"۔تم۔۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔۔۔تم مر جاؤ"

اب وہ سارے گھر کو آخری دفعہ دیکھ رہا تھا۔

"تم میری خوشیوں کا قتل کرنا کب چھوڑو گے؟"

اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔

جیا جو ابھی تک اپنی ہی سوچوں میں گم کھڑی تھی۔دروازہ کھلنے کی آواز پر ایک دم چونکی۔بھاگ کے کمرے کی کھڑکی کی طرف گئی۔پردے ہٹائے تو نیچے لان کا منظر واضح ہوا۔زوہیب بیگ پکڑے لان عبور کر رہا تھا۔

اسی لمحے جیا کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی لمحے وہ انا کی دیوار جو سالوں سے ان کے درمیان تھی۔ریت کی طرح گر گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی لمحے اسے اپنے اندر کچھ پگلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔مگر کیسے؟اس نے سب خود ہی تو کیا تھا۔۔یہی تو وہ چاہتی تھی۔پھر اب کیا ہوا؟

اس کے ہاتھ مضبوطی سے پردے کو پکڑے ہوئے تھے۔وہ اب باہر کا دروازہ پار کر رہا تھا۔

جیا کے لب ہلکے سے ہلے تھے۔

"مت جاو_____زوہیب"_____!!!!

اور دروازہ بند ہو گیا۔۔۔۔۔۔وہ جا چکا تھا۔

حیا اس وقت کچن میں سب کے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔درمیان میں جا کے بچوں کو سکول کے لیے بھی جگا کے آئی تھی۔ویسے تو وہ اٹھتے ہی نہیں تھے۔وہ تیز تیز ہاتھ چلا رہی تھی۔ایک چولہے پہ چائے رکھی تھی اور ساتھ والے پہ وہ پراٹھا ڈال رہی تھی۔

"ہیلو حیا! تم یہاں ہو کچن میں۔اور میں تمہیں پورے گھر میں تلاش کر رہا تھا۔"

"السلام علیکم! آپ مجھے کیوں تلاش کر رہے تھے۔خیریت؟"

حیا نے اس کے "ہیلو" کو نظر انداز کر کے سلام کیا۔لہجہ مدھم مگر بے لچک تھا۔

"وعلیکم السلام! وہ میں بور ہو رہا تھا تو سوچا تم سے گپ شپ لگا لوں۔"

حیا نے چائے کے نیچے سے فلیم کم کیا اور ایک نظر آیان کو دیکھا۔

"مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پہ آیان جو ہمیں صرف تب یاد کرتے ہیں جب وہ بور ہو رہے ہوتے ہیں۔۔۔ مطلب جب ان کے پاس کرنے کو کچھ نہیں ہوتا تو تب وہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی کہ ہماری اہمیت ان لوگوں کی زندگی میں ان فضول چیزوں کی سی ہوتی ہے جو ہمیں تب یاد آتی جب ہم بور ہوتے ہیں۔ اور دل بہلانے کے لیے ان چیزوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اور جب دل بہل جاتا تو وہ لوگ کہیں اور مصروف ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ ہماری انسلٹ نہیں؟"

حیا کے انداز میں ضرور کچھ ایسا تھا جو آیان نے محسوس کیا۔ مگر سمجھا نہیں۔ وہ کب اسے سمجھ سکا تھا؟

"ارے نہیں حیا میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا"

"میں کوئی دل بہلانے کی چیز نہیں ہوں آیان صاحب۔ آئندہ میرے پاس تب آیئے گا جب کوئی ضروری کام ہو۔ کیونکہ میں آپ کی بوریت دور کرنے کا سامان نہیں ہوں"

"کیا ہوا حیا؟ پہلے تو تم ایسے بات نہیں تھی کرتی۔"

"پہلے میں غلط تھی۔اب نہیں ہوں۔۔۔۔۔آپ بتائیں آپ کے نئے گھر کی تعمیر کب تک مکمل ہو گی؟"

بس ہونے ہی والی ہے کچھ دن مزید لگ سکتے ہیں۔ مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔اندازا لگانا چاہتی ہوں کہ کب تک آپ یہاں ہیں"

"تم چاہتی ہو کہ میں چلا جاؤں یہاں سے؟"

حیا جو حمزہ کے کیلئے ٹرے میں میں انڈا پر ٹھار کھ رہی تھی۔ایک لمحے کے لے ٹھہری۔

"ہاں"

وہ مختصر جواب دے کے ٹرے ہاتھ میں لیے باہر نکل گئی۔

عائشہ بیگم ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھی۔آج انہوں نے اکیلے ہی ناشتہ تیار کیا تھا۔جیا اٹھی ہی نہیں تھی۔عائشہ بیگم نے بھی اسے نہیں اٹھایا۔

سلمان صاحب سر براہی کرسی پر آ کر بیٹھ گئے۔ ثمن اور ارسل سکول کے لیے تیار ناشتہ کر رہے تھے۔

"عائشہ! زوہیب نہیں آیا نیچے؟ آفس نہیں جانے کا کیا۔"

"ہاں ابھی تک تو آ جاتا ہوتا ہے۔ پتا نہیں آج کیوں نہیں آیا۔ میں دیکھتی ہوں"

عائشہ بیگم جانے لگی

"اور جیا بھی تو نہیں اٹھی۔ اسے بھی آواز دو۔ ناشتہ کرے آ کے"

"ہونہہ۔ رہنے دیں اسے۔ اٹھ جائے گی خود ہی۔ نا جانے کس چیز کا سوگ منا رہی ہے"

وہ اتنا کہہ کے اوپر کی طرف بڑھی۔ سیڑھیاں چڑھ کے زوہیب کے کمرے کی طرف آئیں۔ دروازہ ناک کیا مگر کوئی آواز نا آئی۔ وہ اندر آئیں مگر بستر ویسے ہی طے شدہ پڑا تھا جیسے کوئی سویا نا ہو۔

"زوہیب! زوہیب" !

انہوں نے آواز لگائی کہ شائد باتھ روم میں ہو۔ مگر باتھ روم کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ وہ

اندر گئیں تو خالی تھا۔

پھر وہ سٹڈی روم میں گئیں مگر وہاں بھی وہ نہیں تھا۔

انہیں رات والی جیا کی کہی باتیں یاد آنے لگیں۔

وہ جلدی سے نیچے آئیں۔

"سلمان صاحب! زوہیب اوپر نہیں ہے"

"تو کہاں ہے؟ جو گینگ سے تو اب تک آجاتا ہے"

"پتا نہیں۔آپ۔۔۔آپ اسے فون کریں فوراً مجھے پریشانی ہو رہی"

سلمان صاحب نے زوہیب کا نمبر ملایا۔ایک دفعہ۔دو دفعہ غرض کتنی ہی بار وہ ڈائل کرتے رہے مگر ہر بار اس کا نمبر بند ہی ملا۔

عائشہ بیگم چیئر کھینچ کے دل پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھ گئیں۔

"سلمان صاحب۔۔۔زوہیب چلا گیا۔وہ گھر چھوڑ کے چلا گیا۔۔۔۔۔۔میرا بچہ چلا گیا۔"

عائشہ بیگم روتے ہوے کہہ رہی تھی۔ ثمن اور ارسل بھی پریشانی سے ماں کو دیکھ رہے تھے۔

"ایسے کیسے جا سکتا وہ۔ کہاں جاے گا وہ"

"مجھے نہیں پتا سلمان صاحب وہ کہاں گیا۔ بس مجھے اتنا پتا ہے کہ وہ اس جیا کی باتوں کی وجہ سے گھر چھوڑ گیا ہے۔۔۔۔ہاے پتہ نہیں کہاں ہو گا میرا بچہ۔ اس جیا نے رات اسے بہت سنائی۔ سلمان صاحب آپ کی بیٹی کی زبان بہت چلی تھی رات۔۔اسی کی وجہ سے چلا گیا۔۔"

"عائشہ تم ایسے ہی اندازے لگا رہی ہو۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں دوست کے ساتھ چلا گیا ہو۔ اور ارسل جاو جیا کو بلاو"

"تو پھر کریں اس کے دوستوں کو فون۔ اس کا پتا کرواییں سلمان میرا دل بہت گھبرا رہا ہے"

عائشہ بیگم نے آنسو صاف کرتے ہوے بات مکمل کی۔ اور سلمان صاحب زوہیب کے دوستوں کو باری باری کال کر رہے تھے۔ اتنے میں جیا آتی دکھائی دی۔ تو انہوں نے

فون نیچے کر لیا۔

"جیا! زوہیب کدھر ہے؟"

"وہ چلا گیا ہے بابا"

"چلا گیا؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟ کہاں گیا وہ؟"

"مجھے نہیں پتہ بابا۔ بس رات میں اسے کھڑکی سے جاتے دیکھا تھا"

"اور تم نے روکا نہیں اسے؟"

"نہیں"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ارے سلمان صاحب یہ کیسے روکتی۔ اس نے ہی تو اسے جانے کا کہا تھا۔ اس نے ہی اسے یتیمی کے اور گھر نا ہونے کے طعنے دیئے تھے رات۔۔ ہائے وہ میرے معصوم بچے کے دل پہ کیا گزری ہو گی۔۔ اس بدبخت نے زرا نہیں سوچا بولتے ہوے"

عائشہ بیگم بولوتی جا رہی تھی اور سلمان صاحب غصے سے جیا کو دیکھ رہے تھے جو بت بنی کھڑی تھی۔

"جیا! اگر تم نے اس سے شادی نہیں تھی کرنی تو میرے پاس آتی۔ مجھے بتاتی۔ اس

ہنگامے کی کیا ضرورت تھی؟میری ایک بات کان کھول کے سن لو۔اگر شام تک اس سے رابطہ نا ہوا نا یا وہ واپس نا آیا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔۔۔۔کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔۔"

جیا نے اس بات پہ تڑپ کے باپ کو دیکھا۔

"بابا۔۔"

"اپنی بکواس بند رکھو تم۔۔میرے برسوں کی محنت ضائع کر دی تم نے۔بچوں کی طرح پالا میں نے اسے اور تم نے خاک میں ملا دیا سب۔میرے بھائی کی آخری نشانی تھی وہ ۔تم نے میرے سہارے۔میرے بازو کو دور کر دیا مجھ سے۔"

"بابا میں۔۔۔۔"

"چلی جاو یہاں سے جیا اس سے پہلے میں اپنا ضبط کھو دوں۔دور ہو جاو میری نظروں سے"

سلمان صاحب نے گرج کر کہا۔اور جیا نم آنکھیں لیے اوپر چلی گئی۔

وہ حمزہ کا ناشتہ لے کر ٹیبل پر آئی۔ مگر وہاں حمزہ نہیں تھا۔اس نے بیا سے پوچھا تو اس نے کہ کہا وہ نیچے نہیں آیا ابھی۔وہ کمرے میں گئی۔حمزہ بستر پر ابھی تک سو رہا تھا۔

"حمزہ اٹھنا نہیں آج۔ہمیی"

وہ اسے آواز دیتی بیڈ کے قریب آئی۔اس کے ساتھ بیٹھتی ہوئی پیشانی پہ ہاتھ پھرتے ہوے اس جگانا چاہا۔ مگر جیسے ہی اس نے حمزہ کے ماتھے کو چھوا تو وہ تپ رہا تھا۔

"یا اللہ خیر۔اسے بخار ہے۔۔۔۔۔ہیمی میرے بیٹے تم ٹھیک ہو؟ ہیمی۔۔۔"

وہ جلدی سے نیچے آئی

"بابا ہیمی کو بخار ہے۔اسے ڈاکٹر کے ہاں لے کے جانا ہے۔آپ گاڑی نکالے جلدی"

"رات تک تو ٹھیک تھا کیا ہوا اسے؟"

سلمہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

"اچھا بیٹا میں نکالتا ہوں گاڑی۔تم نیچے لے کے آو اسے"

حیا جلدی سے واپس پلٹی۔

"میرے بیٹے کو پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی۔۔اللہ رحم پلیز۔۔۔۔۔حمزہ اٹھو بچے تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کے جانا ہے"

وہ حمزہ کو اٹھا رہی تھی مگر وہ نیم بے ہوشی میں تھا۔اس نے اسے بازوؤں میں بھرا اور نیچے آ گئی۔

"بابا چلیں"

"ارے حیا اسے مجھے دے دو میں چلتا ہوں انکل کے ساتھ۔"

آیان نے حمزہ کو لینا چاہا۔مگر حیا پیچھے ہٹی۔

"میں ساتھ جاوں گی بابا"

"حیا بیٹا اسے آیان کو دے دو۔تم ساتھ جا کے کیا کرو گی۔؟بخار ہی تو ہے تم فکر مت کرو۔"

بابا نے سمجھایا۔

"نہیں بابا میں حمزہ کے ساتھ ہی جاوں گی۔میں گھر میں انتظار نہیں کر سکتی۔پلیز مجھے نا روکے"

"ٹھیک ہے چلو"

وہ حمزہ کو لے کے گاڑی کی طرف بڑھی۔ سارے راستے بار بار حمزہ کی پشانی چومتی۔ اسے ساتھ لگاتی۔ مگر وہ مکمل ہوش میں نہیں تھا۔

رات کا نا جانے کونسا پہر تھا۔ وہ حمزہ کے سرہانے بیٹھی اس کے ماتھے پر پانی میں بھگو کہ پیٹیاں کر رہی تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی حمزہ کے کرہانے کی آواز سے اٹھی تھی۔ کچن میں جا کر دودھ گرم کیا اور حمزہ کو زبردستی پلایا۔ ساتھ میں پین کلر بھی دی۔

اور پھر وہ ساری رات ایسے ہی اس کے پاس بیٹھی رہی۔ سوئی نہیں۔ آنکھیں نیند سے بوجھل تھی۔ مگر وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ اگر ہیمی اٹھ گیا اور اس نے آواز دی تو؟ وہ کبھی اس کا سر دباتی کبھی ٹانگیں۔ کمرے میں وہ ہیٹر بھی لے آئی تھی۔ پھر ساری رات گزر گئی اور فجر کی اذان شروع ہوئی تو وہ نماز کے لیے بستر سے اٹھی_

ارسل۔ ثمن۔ عائشہ اور سلمان صاحب بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ اوپر سے جیا آتی

دکھائی دی مگر کسی نے توجہ نہ دی۔اس نے آکر بابا کو سلام کیا انہوں نے جیا کو دیکھا بھی نہیں اور ناشتے کے ٹیبل سے اٹھ گئے۔اس نے ماں کی طرف دیکھا جو ناشتے میں مصروف تھی۔پھر اس نے ارسل اور ثمن کی طرف دیکھا تو انہوں نے نظریں دوسری طرف کر لیں۔کوئی بھی شخص اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"امی جان!آپ لوگ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"اتنی بھولی نہ بنو جیا۔تمہیں تو جیسے پتا ہی نہیں۔ہونہہ"

عائشہ بیگم بے رخی سے کہتی برتن سمیٹنے لگیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور پھر یہ ایک دن نہیں ہوا۔بلکہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔وقت گزرتا رہا۔گھر کا کوئی بھی فرد اس سے بات نا کرتا۔اس کے بہن بھائی اب اس سے ہوم ورک میں ہیلپ نہیں مانگتے تھے۔اگر وہ ان سے بات بھی کرنا چاہتی تو وہ اپنے کام میں لگے رہتے۔عائشہ بیگم سارا کام خود ہی کرتی رہتیں۔جیا کو کوئی کام نا کہتیں اگر وہ خود ہاتھ بٹانا چاہتی تو عائشہ بیگم اسے منع کر دیتیں۔اور خود کرنے لگ جاتیں۔

سلمان صاحب وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے جہاں جیا جاتی۔

غرض وہ سب کی بے رخی برداشت کر رہی تھی۔اور اندر ہی اندر گھلتی جا رہی تھی۔ زوہیب سے کبھی رابطہ نا ہوا۔اسے آج بھی گلہ تھا کہ یہ سب زوہیب کی وجہ سے ہو رہا ہے۔مگر یہ احساس زیادہ عرصہ قائم نا رہا۔وقت گزرتا گیا اور جیا کو پچھتاوے نے گھیر لیا۔اسے وہ وقت یاد آتا جب زوہیب یہاں ہوتا تھا تو کم از کم وہ اس کے گھر والے اس سے بات تو کرتے تھے۔وہ اس کے ساتھ ہی تو تھے۔میرے پاس تو آج بھی سب ہیں ۔بات نہیں کرتے تو کیا ہوا؟سب آنکھوں کے سامنے تو ہیں نا؟اور زوہیب؟_____ اس کے پاس تو کوئی بھی نہیں ہو گا۔وہ تو تنہا ہو گا۔اس پہ کیا گزرتی ہو گی؟کیا اسے امی بابا سب کی یاد نہیں ستاتی ہو گی؟وہ کیسے رہتا ہو گا؟وہ کتنا مجبور ہو گا کہ وہ چاہ کر بھی اپنوں سے مل نہیں سکتا۔اور اس کے ذہن میں آتا ہو گا کہ کاش اس کے بھی ماں باپ بہن بھائی ہوتے۔اس کا بھی گھر ہوتا۔اس کی بھی فیملی ہوتی۔۔۔۔میری باتوں سے اس کا کتنا دل دکھا ہو گا۔۔۔۔اب میں کیا کروں؟_____ میں اپنے گھر والوں کو کیسے مناؤں؟میں اپنوں کی بے رخی کیسے برداشت کروں؟اور بابا؟_____ وہ تو زوہیب کے غم میں بیمار رہنے لگے ہیں۔۔اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہو گیا تو میں کیسے خود کو معاف کرو گی؟کہاں سے لاوں زوہیب کو کہ میرے اپنے مجھ سے راضی ہو جائیں۔کیا کروں میں کے مجھے میرے

سارے رشتے واپس مل جائیں؟ وہ کہاں ہو گا؟ کہاں سے تلاش کروں میں اسے؟؟

"جیا! جیا! کہاں ہو؟"

حیا آوازیں دیتی گھر میں داخل ہو رہی تھی۔

"وہ کمرے میں ہیں حیا آپی"

سامنے سے آتی ثمن نے بتایا تو وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولا تو جیا بیڈ سے ٹیک لگائے نڈھال سی بیٹھی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کسی ہو چندا؟"

اس نے پیار سے جیا کو مخاطب کیا۔

"ٹھیک ہوں"

"ہمم۔ زوہیب کا کچھ پتا چلا؟"

"نہیں"

حیا چپ سی ہو گئی۔اور پھر آہستہ سے بولی:

"منع کرتی تھی تمہیں کہ ایسا رویہ مت رکھو اس کے ساتھ۔ مگر تم میری نہیں سنتی تھی۔آج دیکھ لو سب بکھر گیا ہے۔۔۔۔۔کیا ملا تمہیں یہ سب کر کے؟ کیا ملا اسے گھر سے نکال کے؟ پچھتاوے تو تمہارے ہی حصے میں آئے سارے۔۔ایک زرا سی بات کو تم نے ساری زندگی ایشو بنائے رکھا۔۔۔اپنی حالت دیکھو۔آدھی رہ گئی ہو۔۔۔۔مجھے دکھ ہوتا تمہیں ایسے دیکھ کے۔۔۔۔۔۔۔۔تم نے اپنوں کو کھو دیا اپنی انا کی خاطر۔اب کیا کرو گی تم؟ کیسے سب ٹھیک کرو گی؟ سب اسطرح چلتا رہا تو مر جاو گی تم۔۔۔۔"

حیا نے کرب سے کہا۔اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھی۔

"مجھے بتاو حیا میں کیا کروں؟ ایک دفعہ وہ واپس آجائے میں اس سے معافی مانگ لوں گی۔ مگر وہ واپس تو آئے۔۔۔۔۔"

"وہ کیسے واپس آئے؟ تم نے انہیں واپس آنے کے قابل چھوڑا ہی کب ہے حیا۔"

"حیا میں سب ٹھیک کر لو گی بس ایک بار مجھے وہ مل جائے۔۔میں سب ٹھیک کر لوں گی۔۔۔۔"

"ذوہیب بھائی کا قریبی دوست کون ہے؟"

"کیوں؟"

"ہم اس سے زوہیب بھائی کے بارے میں پوچھے گے"

"تمہیں کیا لگتا ہے ان دو سالوں میں بابا نے اس سے پوچھا نہیں ہو گا؟ کئی بار فون کیا ہے وہ ہر بار یہی کہتا کہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔جب معلوم ہوا تو وہ بتادے گا"

"وہ جھوٹ بولتا ہے۔اسے سب معلوم ہو گا"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو حیا؟"

"کیونکہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ آپ کے بیسٹ فرینڈ کو دو سال تک یہ نا پتا ہو کہ آپ کہاں ہیں۔مجھے تم اس کے دوست کا نمبر دو۔میں بات کرتی ہوں"

"اچھا میں زوہیب کے کمرے سے اس کی ڈائیری لاتی ہوں جس پہ اس کے کانٹیکٹس درج ہیں"

جیا کچھ دیر میں ڈائیری لے کے آئی۔اور نمبر تلاش کرنے لگی۔

"یہ ہے اس کے دوست کاشف کا نمبر۔ہم نے تو اس سے بہت بار پوچھا ہے مگر کوئی

فائدہ نہیں ہوا"

جیا نے نمبر اس کی طرف بڑھاتے ہوے کہا۔حیا نے نمبر دیکھا اور اپنے موبائل ڈائل کیا۔تیسری بیل پہ فون اٹھا لیا گیا۔

"السلام علیکم !آپ زوہیب کے دوست کاشف بات کر رہے ہیں؟"

"جی میں کاشف ہی بات کر رہا ہوں۔آپ کون؟"

"کاشف صاحب ! میں زوہیب بھائی کے گھر سے بات کر رہی ہوں۔آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہوتے ہیں؟"

"جی میں پہلی بھی بتا چکا ہوا انکل لوگوں کو کہ مجھے کچھ نہیں پتا وہ کدھر ہے۔اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں ضرور بتا دیتا"

"آپ غلط کہہ رہے ہیں"

"میں سچ کہہ رہا ہوں"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں کاشف صاحب"

"دیکھے محترمہ میری بات۔۔۔۔۔۔۔۔"

"آپ میری بات سنے مسٹر کاشف۔"

حیا نے اس کی بات کاٹی۔

"میں آپ سے زیادہ لمبی چوڑی بات نہیں کروں گی۔مجھے صرف اتنا بتانا ہے کہ سلمان انکل کی طبیعت بہت خراب رہتی ہیں۔وہ زوہیب کے جانے کا سٹریس لے رہے ہیں۔خدانخواستہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو اس کے ذمہ دار نا صرف زوہیب ہوں گے بلکہ آپ بھی ہوں گے۔۔۔۔سو اب آپ اچھی طرح سوچ لیں کہ آپ نے کسی انسان کی زندگی بچانی ہے کہ دوست کی دوستی نبھانی ہے"

حیا اپنی بات کر کے کے چپ ہو گئی۔جبکہ دوسری طرف گہری خاموشی چھائی گئی۔

حیا اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میڈم میں اس کے فلیٹ کا اڈریس سینڈ کرتا ہوں۔مگر میرا نام نہیں آنا چاہیے"

"آپ بے فکر رہے کاشف صاحب۔آپ نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔اللہ حافظ"

حیا نے فون بند کر دیا۔

"اتنا عرصہ گزر گیا تمہارے دل میں پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا؟اسے تلاش کرنے کا۔"

جیا نے پوچھا۔

"اس لیے کہ۔۔۔۔۔میں چاہتی تھی تمہیں احساس ہو جائے۔تمہیں رشتوں کا تقدس معلوم ہو جائے۔اور اس کے لیے وقت درکار تھا۔جو تمہیں ملا۔آج مجھے لگا کہ تمہیں پچھتاوا ہے۔تم سب ٹھیک کرنا چاہتی ہو۔تبھی میں نے بات کی تم سے۔"

"ہمم۔۔۔۔۔۔اچھا یہ بتاو۔تمہارے آیان کا کیا بنا؟"

"اوے وہ میرا کب سے ہو گیا؟ہونہہ۔وہ تو کسی گوری کے پیچھے تھا۔اب تو اپنے گھر شفٹ ہو گئے ہیں"

"اور تم بھول گئی ہو اسے؟"

"ہاں کب کی۔۔تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے اس سے کوئی زور و کی محبت ہو گئی تھی۔اور اس کے جانے کے بعد میں روؤں گی تڑپوں گی۔اور اس کے منتیں کرو گی کہ مجھے اپنا لے ورنہ میں مر جاوں گی اس کے بغیر۔میں تو نہیں ایسا کرنے والی تھی۔۔۔۔محبت سے

بڑھ کر آپ کی عزت نفس ہوتی ہے۔لوگ تو آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔۔وہ بھی آیا تھا۔اور جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی سے چلا گیا۔اور مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں۔"

"ہمم سہی کہا تم نے۔۔۔اب چائے گھر سے پی کے آئی ہو کہ جا کے پیو گی؟"

"ناپی کے آئی ہوں نا جا کے پینے کا ارادہ ہے۔اس گرمی میں کوئی تمہاری طرح کا پاگل ہی چائے پیئے گا۔۔اجازت دو اب"

"اجازت ہے۔جائیں اور دروازہ مہربانی کر کے بند کرتی جائیں"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا نے شرارت سے کہا۔

جیا نے پاس پڑا کشن اسے مارا۔اور بیڈ سے اٹھی۔دروازہ کی جانب بڑھی۔اور جاتے ہوے دروازہ بند کرنے کی بجاے۔پورا کا پورا کھول گی۔

"چڑیل"

جیا نے سر گوشی کی۔

وہ اس وقت اپنے کمرے کی الماری میں کپڑے سیٹ کر رہی تھی جب حمزہ بھاگتا ہوا اندر آیا۔

"آپی آپی! باہر بارش ہو رہی ہے"

حمزہ نے پر جوش ہو کر کہا۔

"ہاں ہیمی پتا ہے مجھے۔ شکر اللہ کا کہ بارش ہو گئی۔ ورنہ گرمی سے برا حال تھا"

"تو آپی چلے نا میرے ساتھ چھت پر۔"

"وہ کیوں؟"

"ہم بارش میں نہائیں گے۔ یاد ہے پچھلی بار بھی ہم دونوں کتنا انجوائے کرتے تھے۔"

حمزہ نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ مگر ابھی بہت کام ہے نا۔ کپڑے سمیٹنے کے بعد کھانا بھی بنانا ابھی"

"تو بعد میں کر لیجئے گا نا۔ مجھے نہیں پتا آپ چلے میرے ساتھ۔"

حمزہ نے حیا کا ہاتھ پکڑا اور اس کے منع کرنے کے باوجود وہ اسے چھت پر لے آیا۔

اب وہ دونوں بہت انجوائے کر رہے تھے۔ بارش خوب برس رہی تھی۔ حیا حمزہ کو اوپر اٹھا کے گول گول گھوم رہی تھی۔ اور وہ کھلا کھلا کر ہنس رہا تھا۔ بارش کی تیز بوندیں ان دونوں کو بھگو رہی تھی۔

پھر اس نے حمزہ کو نیچے اتارا اور اس کے کان میں کوئی سرگوشی کی تو وہ بھاگ کے جیا کی چھت پھلانگ گیا جو تقریبا دو فٹ ہی اونچی تھی۔

حیا خود دیوار کے پیچھے چپ گئی۔

ابھی دو منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ جیا گھبرائی ہوئی چھت پہ آئی۔ اس نے دیوار پھلانگی اور حیا کی چھت پہ آئی۔ حمزہ بھی پیچھے ہی تھا۔

جیا ابھی فکر مندی سے ادھر اُدھر ہی دیکھ رہی تھی کہ حیا نے پیچھے سے آکر اس کے آنکھوں پہ ہاتھ رکھا۔

"حیا یہ کیا مذاق ہے۔ تم نے ہیمی کو کہا کہ تمہیں گرنے سے چوٹ آگئی ہے۔ میں بھاگی بھاگی آئی ہوں اور تم۔۔۔۔۔ہٹاو ہاتھ"

جیا نے ہاتھ ہٹا کر اس پکڑ کے سامنے کیا۔

"ہاں تو تم نے سیدھی طرح آنا نہیں تھا۔ تبھی ایسا کیا"

"شرم نہیں آتی بچے سے جھوٹ بلواتی ہو"

جیا نے اسے گھور کر کہا۔

"ہاے جیا تمہیں میری کتنی فکر ہے۔ کیسے بھاگتی ہوئی آئی ہو۔۔ہاے اتنا پیار۔ کہیں میں بے ہوش ہی نا ہو جوں خوشی سے۔ سنبھالو مجھے"

حیا شرارت سے کہتے ہوے بے ہوش ہونے کی اکٹینگ کرتے جیا کی طرف گرنے لگی ۔جیسے جیا نے زور سے پیچھے دھکا دیا۔

"مرو پیچھے چڑیل۔ایک تو تمہارے ڈرامے نہیں ختم ہوتے۔"

"اچھا اب آگئی ہو تو انجوائے کرو ہمارے ساتھ۔ ہیمی بیٹا وہ سامنے فٹبال پڑا ہے لے کے آو کھیلتے ہیں مل کے"

"تم کھیلو ہیمی کے ساتھ مجھے جانے دو۔ جیا یہ کہتے ہوے مڑی اور حیا اپنی پرانی عادت سے مجبور اس کا ہاتھ پکڑ کے گویا ہوئی۔

"کچھ دیر تو رک جاو۔۔ برسات کے بہانے"

اور ناچاہتے ہوے بھی جیا کی ہنسی نکل گئی۔اور حمزہ پاس ہی کھڑا منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔

"حیا۔۔۔حیا مر جاو گی میرے ہاتھ سے کسی دن۔ چھوڑو میرا ہاتھ۔۔۔۔ حمزہ دیکھو اپنی آپی کے کام۔۔۔۔ تمہارے اس رومینس تو بہتر ہے میں تم لوگوں کے ساتھ فٹبال ہی کھیل لوں۔ جاو ہیمی پکڑو فٹبال"

اور پھر کچھ ہی دیر میں تینوں اس تیز بارش میں فٹبال کھیل رہے تھے۔جوان تینوں کو ہمیشہ یاد رہنا تھا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ دونوں اب چھت سے نیچے آ رہے تھے جب سلمہ بیگم نے نے کڑے تیور لیے انہیں دیکھا۔

"حیا! وہ تو بچہ ہے بات سمجھ میں آتی ہے کہ بارش میں نہایا۔ مگر تم بچی ہو جو اس کے ساتھ بارش میں نہا رہی ہو وہ بھی چھت پر جا کے؟ کوئی شرم ہے تم میں کہ نیچ کے کھالی ہے۔"

امی حیا کو کھری کھری سنا رہی تھی۔جو گلے بالوں کو بار بار پیچھے کرتی سن رہی تھی۔

"اوہ امی آپ کو پتا تھا کہ ہم اوپر گئے ہیں؟ مجھے لگا آپ سو رہی ہیں۔آپ بھی آجاتی نا اوپر تینوں انجوائے کرتے۔کتنا مزہ آتا۔اور حیا کو بھی تو بلا لیا تھا میں نے۔"

"حیا! تمہاری انہیں بچگانہ حرکتوں کی وجہ سے کبھی کبھی مجھے لگتا تم میری سب سے چھوٹی بیٹی ہو۔اور امن بیا بڑی ہیں۔ کبھی انہیں ایسے الٹے کام کرتے ہوے جو تم کرتی ہو۔حد ہو گئی ہے۔اب یہاں کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو دونوں؟ جاو جا کے چینج کرو۔تم دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا"

سلمہ بیگم انہیں سنا کر چلی گئیں۔جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے چینج کرنے چلے گئے۔

یہ اسی رات کی بات ہے جب سلمان صاحب کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔انہیں ہاسپیٹل لے جایا گیا تو ڈاکٹر نے بتایا انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔آئندہ ان کا خیال رکھا جاے ۔انہیں کسی قسم کا سٹریس نہیں ملنا چاہے۔ورنہ انکی طبیعت مزید تشویشناک ہو سکتی

ہے۔

۔رات وہ ہاسپیٹل ہی رہے۔ صبح کو انہیں ڈسچارج کر دیا گیا۔

گھر آنے کے بعد جیا ان کی طبیعت معلوم کرنے کی غرض سے ان کے کمرے میں گئی۔ وہ نڈھال سے بیڈ پر لیٹے ہوے تھے۔ ساتھ عائشہ بیگم بھی پریشان سی بیٹھی ہوئی تھی۔

جیا کے اندر آتے ہی سلمان صاحب نے چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ جیا کا دل کٹا تھا باپ کے اس روے سے۔ مگر وہ خاموش سی چلتی ان کے قدموں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بابا! آپ ٹھیک ہے نا؟"

مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بابا۔۔۔۔۔پلیز مجھ سے بات کریں۔۔۔بابا مجھے ڈانٹ لیں۔ مجھے مار لیں کچھ بھی کریں مگر مجھ سے یوں منہ نا پھیرے۔۔۔۔۔بابا کچھ تو بولیں"

"عائشہ! اسے کہہ دو یہاں سے چلی جاے۔ میں اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔۔اس لڑکی نے میرے بھائی کی اکلوتی اولاد کو مجھ سے دور کر دیا۔۔۔۔۔میں

قیامت کے دن کیا منہ دکھاوں گا انہیں کہ میں ان کے ایک بچے کو اپنے گھر میں جگہ نا دے سکا۔۔۔اسے دنیا میں ٹھوکرے کھانے کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔۔۔۔۔میں تمہیں معاف نہیں کروں گا جیا۔۔۔۔جاو میرے کمرے سے۔۔چلی جاو۔۔۔"

"بابا پلیز۔۔۔۔۔۔"

"جیا تم جاو یہاں سے۔تمہارے بابا کی طبیعت مزید بگڑ جاے گی۔"

عائشہ بیگم نے مداخلت کی۔اور جیا روتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔

اس نے حیا کو فون کر کے سب کچھ بتا دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے "آتی ہوں" کہہ کے فون بند کر دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد حیا آگئی تھی۔اور اب وہ دونوں پریشان سی بیٹھی تھیں۔

"بابا کی بے رخی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی حیا میں کیا کروں۔۔۔۔۔۔مجھ سے کوئی بھی گھر میں بات نہیں کرتا۔۔۔۔کیا میں اتنی بری ہو گئی ہوں؟کیا کوئی مجھے معاف نہیں کر سکتا؟کیا میں ایسے ہی گُھٹ گُھٹ کر مر جاوں؟کسی کو مجھ پہ رحم کیوں نہیں آتا؟ سب کو زوہیب کی ہی فکر ہے میرے پروا کیوں نہیں کسی کو؟اگر میں غصے میں اسے گھر

سے جانے کا کہہ ہی دیا تھا تو وہ سچ میں چلا گیا۔اسے نہیں احساس تھا اس بات کا کہ بابا لوگ نہیں رہ سکے گے اس کے بغیر؟ مگر نہیں سب مجھ کو ہی الزام دے رہے ہیں۔۔۔۔۔دو سال سے میں اپنے گھر میں رہتے ہوے بھی اجنبی بنی ہوئی ہوں۔۔اب۔۔۔۔اب اور نہیں برداشت ہوتا مجھ سے حیا۔۔۔۔اور ہمت نہیں مجھ میں۔۔۔میں کہیں چلی جانا چاہتی ہوں سب سے دور۔سب کو مجھ سے ہے گلہ ہے نا ۔تو سب کے گلے دور ہو جائیں گے۔۔"

"اچھا رونا تو بند کرو جیا"

حیا نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے حوصلہ دیا۔

"اب تم سے میں نے یہ کہنا ہے کہ ہمیں اڈریس معلوم ہو چکا ہے۔تو ہم اب زوہیب بھائی کو لینے جائیں گئیں۔"

"کیا مطلب حیا؟"

"کیوں ہم انہیں لینے نہیں جائیں گے تو کیسے آئے گے؟ جیا ہمیں یہ کرنا ہے۔تمہیں یہ کرنا ہے۔اپنے بابا کی خاطر اپنے رشتوں کو بچانے کے لیے۔یہ سب لوگ تبھی تم سے

راضی ہو گے جب زوہیب واپس آے گا۔۔۔۔کیا تم اپنی انا کی قربانی نہیں دے سکتی؟اپنے بابا کی حالت دیکھو۔انہیں زوہیب کا غم کھا رہا ہے جیا۔انہیں اس غم سے نکال دو۔پلیز جیا۔میری بات کو سمجھو۔"

حیا نے نرمی سے اپنی بات مکمل کی۔

"مگر ہم اتنے بڑھے شہر میں کہاں تلاش کرے گے اسے؟"

"ہم کوشش تو کر سکتے ہیں نا"

"ٹھیک ہے حیا۔میں جاوں گی تمہارے ساتھ اسے لینے۔مگر میں اس کے سامنے روؤں گئ نہیں۔نا گڑگڑاوں گئ۔جیا کبھی ایسا نہیں کرے گی۔میں صرف ساتھ جاوں گی"

"تمہیں کس نے کہا کہ میں تمہیں کہوں گی کی زوہیب بھائی سے معافی مانگنے کے لیے انکے آگے رونا یا گڑگڑانا؟معافی مانگنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم کسی کے سامنے روئیں گڑگڑاے یا ان کے پاوں پڑ جائیں۔ہر گز نہیں۔ہمیں معافی مانگنے کے لیے کسی کے سامنے اتنا نہیں جھکنا چاہیے کہ ہم اپنی عزتِ نفس ہی کھو دیں۔بلکہ احساس کا ہو جانا

ہی معافی ہوتا ہے"

حیا نے انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسوں صاف کرتے ہوے کہا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"ہم صبح ہوتے ہی جائیں گئیں۔ تم تیار رہنا ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے"

جیا نے آہستہ سے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا جانے کے لیے اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی جب حمزہ نے آکر اطلاع دی کی پھپھو اور عارف آئیں ہیں۔ اور امی چائے کا کہہ رہی ہیں۔

"لو ان کو بھی ابھی ہی آنا تھا۔ بالکل تیار تھی میں جانے کے لیے۔ جاو ہیمی آتی ہوں"

وہ نیچے آئی اور چائے کے ساتھ دیگر لوازمات تیا کر کے باہر لے آئی جہاں وہ لوگ امی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اس نے آہستہ سے سلام کیا۔ اور چائے سرو کرنے لگ گی۔ عارف اپنی عادت سے مجبور حیا کو گھورے جا رہا تھا۔ حیا کو اس دن والا وقع یاد

تھا۔سو اس نے بھی سپاٹ چیرہ لیے کپ اس کی طرف بڑھایا۔

"حیا کہیں جا رہی ہو؟ تیاری سے لگ رہا ہے"

"جی پھپھو جیا کے ساتھ ضروری کام سے جانا ہے"

"اکیلی جا رہی ہو؟"

"نہیں پھپھو بتایا تو ہے جیا کے ساتھ جا رہی ہوں"

"ہاں تو اکیلی ہی ہوئی نا۔" پھپھو نے ناپسندیدگی سے کہا۔حیا ابھی انہیں حیریت سے دیکھ رہی تھی جب عارف بھی بول پڑا۔

"کہاں جانا ہے تجھے؟ ایک تو ہر وقت اس کے گھر گھسی رہتی ہو اور اب باہر بھی جانے لگی ہو اس کے ساتھ۔کیا ضروری کام آن پڑا ہے؟ ضروری کام کا کہہ کے نا جانے کدھر جاوں گئی۔ہونہہ۔۔۔۔ویسے ممانی مجھے اس کا یوں گھر سے باہر نکلنا بالکل نہیں پسند۔منع کرے اسے۔کہہ دیا میں نے"

سلمہ بیگم نے بولنے کے لیے ابھی لب کھولے ہی تھے کہ حیا بول پڑی۔اسے کب براشت کرنا آتا تھا؟

"آپ کون ہوتے ہیں مجھے کہیں جانے سے روکنے والے عارف؟ باپ ہیں میرے؟ کس حق سے منع کر رہے؟ میں اپنی ماں سے اجازت لے لی ہے۔اور مجھے کسی اور کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔آپ اپنے کام سے کام رکھا کریں۔ سمجھے؟"

آج بھائی کہنے کی بھی زحمت نہں کی۔انتہائی ضبط سے کہتی وہ جانے کے لیے مڑی جب پھپھو کو اپنے بیٹے کی عزت افزائی براشت نا ہوئی۔

"ارے بدزبان لڑکی میرے بیٹے سے اس طرح بات کرتے ہوے شرم نہیں آتی۔ارے کیا غلط کہا ہے اس نے جو اتنی سنا رہی اسے۔آئندہ سے میرے بچے سے اس طرح بات کی نا تو میں تیرے باپ کر بتاؤں گئی۔دیکھنا کیسے سمجھاتا تجھے۔ہونہہ"

حیا وہی سے واپس مڑی۔جبکہ سلمہ بیگم نے سر پیٹ لیا۔انہیں پتا تھا یہ بولے گی تو لحاظ نہیں کرے گی۔

"اگر آئندہ آپ کے بیٹے نے میرے معاملات میں دخل اندازی کی کوشش کی تو میں اس کا منہ توڑ دوں گی۔جس طرح پچھلی دفعہ توڑا تھا۔۔۔۔پھر آپ میرے باپ کو بتانا اور جو میں اپنے باپ کو بتاوں گی نا اس کے بعد آپ کا بیٹا تو کیا آپ بھی اس گھر میں کبھی قدم نہیں رکھ سکیں گی۔اچھی طرح سمجھ لیں۔"

حیا نے چبا چبا کر کہا مگر اب جانے کے لیے نہیں مڑی۔

"ارے پیچھلی دفعہ کا کیا کہہ رہی ہے یہ عارف؟"

سعدیہ بیگم نے عارف کی طرف رخ کر کے پوچھا۔انہیں یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"کیوں عارف صاحب آپ نے اپنی والدہ محترمہ کو کچھ نہیں بتایا؟ارے پھپھو میں بتا دیتی ہوں نا۔یہ جو آپ کا شریف بیٹا ہے نا یہ اس دن بھی بڑھ چڑھ کے بول رہا تھا میرے بارے میں۔۔۔۔پھر میرے ایک تھپڑ نے ان کا منہ بند کیا تھا۔مگر یہ اتنی جلدی بھول گئے سب۔۔۔۔۔۔افسوس"

سعدیہ بیگم تو کیا سلمہ بیگم بھی اس بات پر حیا کا منہ دیکھتی رہ گئیں۔اور عارف کا تو بے عزتی سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"اب آئندہ سے اسے سمجھا لیجئے گا پھپھو۔ورنہ میں آپ سے پہلے بابا کو بتا دوں گی سب۔۔۔۔۔۔اور ہاں میری ماں کو ان کی تربیت پر طعنہ دینے سے پہلے اپنے بیٹے کی تربیت کو دیکھ لیجئے گا۔۔۔۔چلتی ہوں۔"

حیا کہہ کے اپنے کمرے کی طرف بیگ لینے کے لیے بڑھی جبکہ وہ دونوں ماں بیٹا کچھ بول ہی نا سکے اور فوراً جانے کے لیے اٹھے۔ سلمہ بیگم نے بھی نہیں روکا۔ انہیں یہ بات پسند نہیں تھی آئی کہ عارف نے ان کی بیٹی کو اتنا تنگ کیا کہ اس کو ہاتھ اٹھانا پڑا۔

حیا واپس نیچے آئی تو امی نے روکا اسے۔

"حیا تو آج کچھ زیادہ نہیں بول گی؟ گھر آے مہمان تھے بیٹا"

"امی گھر آے مہمان جب مہمان بن کے نہیں بیٹھتے تو ان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور رہی میرے بولنے کی بات تو مجھ میں آپ جتنا حوصلہ نہیں کہ ہر فضول بات پہ خاموش رہوں۔ انسان کو اتنا تو بولنا چاہے کہ اگلہ آپ کو کمزور نا سمجھے۔۔۔ خیر اجازت دیں۔"

وہ اپنی بات مکمل کر کے جیا کے گھر کی طرف بڑھی گئی۔

گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی۔ حیا کچھ دیر پہلے گھر میں ہونے والی کاروائی سنا رہی تھی۔ کاشف کے بتاے ہوے اڈریس کے مطابق تھوڑا ہی سفر رہ گیا تھا۔

"جیا! مجھے بھوک لگی ہے"

حیا نے معصوم صورت بنا کے کہا۔

"کیوں گھر سے کھا کر نہیں آئی؟"

"کھایا تو تھا مگر پھر بھوک لگ گئی ہے۔ سفر میں لگ ہی جاتی ہے۔"

"ہاں سفر تو تم پیدل کر رہی ہو جو بھوک لگ گئی تمہیں۔۔۔۔۔چپ کر کے بیٹھی رہو کچھ نہیں ہے میرے پاس کھانے کو۔"

"تم گاڑی روکو نہ ہم کہیں سے کچھ لے کے کھا لیتے ہیں۔پلیز"

"حیا تنگ مت کرو یار میں پہلے ہی پریشان ہوں جس کام کے لیے آئیں ہیں وہ تو کر لیں پھر کھا بھی لیں گیں"

"مجھے بھوک لگی ہے"

حیا نے تو جیسے سنا ہی نہیں کچھ۔

"حیا مار کھاو گی مجھ سے"

"بھوک لگی ہے"

"چڑیل ہو تم"

"بھوک لگی ہے"

"اب کیا بچوں کی طرح بھوک بھوک لگا رکھی ہے۔منہ بند کرو گی تو کچھ سوچوں گی۔سڑک کے اس طرف تو صرف درخت ہے میں کہاں سے لاوں کچھ کھانے کو"

جیا نے اسے سمجھایا۔مگر وہ بھی حیا تھی۔

"سڑک کے اس پار دیکھو کتنی شاپس گزر رہی ہیں۔گاڑی روکو نا"

اور جیا کو مجبوراً گاڑی روکنا پڑی۔

"اب ہم سڑک پار کرے گی؟کیونکہ گاڑی تو یہاں سے ریورس ہونی نہیں۔کراس پیچھے رہ گیا ہے"

جیا نے اس بتایا۔

"مگر جیا سڑک پار کر کے چلی جاونا اور لوگ بھی تو کر رہے ہیں"

"تم نہیں چلو گی حیا؟"

"نہیں مجھے بہت بھوک لگی ہے"

"اچھا مر وادھر ہی۔جاتی ہوں لینے کے لیے"

"شکریہ جیا لو یو"

"ہاں پتا ہے کتنا پیار ہے۔مطلبی لڑکی"

جیا نے جل کر کہا اور گاڑی سے باہر نکل گئی۔

اور حیا صاحبہ آرام سے سیٹ سے ٹیک لگا کہ بیٹھ گئی۔ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے جب سڑک کے اس پار گاڑی کے ٹائیر چرچرانے کی کانوں کو چیرتی آواز آئی جیسے کسی نے گاڑی کو اچانک بریک لگائی ہو۔

حیا آواز پر فوراً اس طرف پلٹی۔اور اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہاں پہ لوگ اکھٹے ہو رہے تھے۔شائد کوئی اکسیڈینٹ ہوا تھا۔

اور اسی لمحے کوئی خیال حیا کے دل سے گزرا تھا۔وہ جٹھکے سے گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نکلی اور اس طرف دیکھنے لگی۔وہاں پہ لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تھا۔کچھ نظر نہیں آرہا

تھا۔

اور اسی لمحے حیا کو دنیا گومتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔اسے لگا وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گئی۔

وہ فوراً سڑک کراس کرنے کے لیے بھاگی۔

گاڑیاں بہت تیز رفتاری سے گزر رہی تھیں۔وہ بار بار آنسوں پونچھتی اور اپنے دل میں آنے والے خیال کو جھٹکتی۔

بڑی مشکل سے اس نے سڑک کراس کی۔اور ہجوم کو چیرتی ہوئی گھس گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور آگے جو اس نے دیکھا۔وہ حیریت سے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

وہ کوئی ادھیڑ عمر شخص تھا جو خون میں لت پت پڑا تھا۔لوگ اسے ہاسپیٹل لے جانے کی بات کر رہے تھے۔حیا نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا اور دعا کی کہ وہ بوڑھا آدمی بچ جاے۔اس کچھ نا ہو۔

وہ واپس ہجوم سے نکلی اور ارد گرد جیا کو دیکھنے لگی۔

پھر وہ ایک جگہ شاپ کے سامنے کھڑی نظری آئی۔اس کی حیا کی طرف پشت تھی۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس کے قریب گئی۔

اس لگ رہا تھا یہ چند قدم کا فاصلہ سب سے طویل فاصلہ ہے۔

وہ جیا کے پاس گئی اس کا رخ اپنی طرف کیا اور بے اختیا اسے گلے لگا لیا۔

جیا کے تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے۔

"حیا تم تو گاڑی میں تھی۔ یہاں کیوں آئی ہو؟۔اور بیچ سڑک میں میرے گلے لگ کے رو کیوں رہی ہو پاگل لوگ ہیں یہاں۔"

جیا نے اسے ہٹانا چاہا مگر وہ روے جا رہی تھی۔

"حیا ہوا کیا ہے؟ مجھے پریشانی ہو رہی بتاو بھی؟"

حیا پیچھے ہٹی اور روتے ہوئی ہی بولی:

"جیا چلو گاڑی میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے کچھ نہیں کھانا۔تم۔۔۔۔تم چلوں میرے ساتھ بس"

"حیا"!

"حیا میں کہہ رہی ہوں چلوں پلیز زززز۔"

اور پھر حیا اسے زبردستی گاڑی میں لے آئی۔

اور گاڑی میں آکر حیا کے پوچھنے پر سب بتاتی گئی۔وہ اب بھی رو رہی تھی۔حیا کی اپنی آنکھیں نم ہو گئیں تھی۔

"حیا اگر تمہیں کچھ ہو جاتا نا تو۔۔۔۔۔۔تو میں کبھی خود کو معاف نا کر پاتی۔۔۔"

حیا نے کہتے ہوے حیا کے کندھے پر سر رکھا۔اور پہلی بار حیا نے اسے پیچھے ہٹنے کو نہ کہا۔اس نے نرمی سے اس کا سر تھپتپھایا۔اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا اب بھی سوں سوں کر رہی تھی۔

"حیا! پلیز چپ ہو جاو اب۔۔مت رو۔"

مگر حیا نے تو جیسے سنا ہی نا ہو۔

"حیا میں کچھ کہہ رہی ہوں۔پاگل مجھے کچھ ہوا تو نہیں نا تو تم کیوں رو رہی ہو اب؟"

مگر حیا خاموش رہی۔

"چڑیل چپ کر جا واب کیوں سوں سوں کر کے میرے کپڑے خراب کرنے ہیں۔"

حیا فوراً پیچھے ہٹی اور جیا کو گھورنے لگی جو اپنی ہنسی دبا رہی تھی۔

اور پھر حیا کسی روٹھی محبوبہ کی طرح رخ دوسری طرف کر کے بیٹھ گئی۔ سوں سوں اب بھی جاری تھی۔

وہ فلیٹ کے سامنے پہنچ چکی تھیں۔ جیا نے گاڑی روکی اور وہ دونوں اندر کی طرف بڑھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی تھی۔ اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ زوہیب کو ایسے لینے بھی آئے گی۔

حیا کو اس کی سستی روی پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ جو خود آگے آگے چل رہی تھی یک دم پیچھے مڑی اسے گھورا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کے تیز تیز چلنے لگی۔

"بھوک مجھے لگی ہے کہ تجھے جو اس طرح مرے مرے قدم اٹھا رہی ہو"

"چل تو رہی ہوں جنگلی بلی"

جیا نے جھنجھلا کر کہا۔

وہ دونوں مطلوبہ فلور پر جانے کے لیے اب سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں۔

وہ کوئی بہت بڑی بلڈنگ نہیں تھی۔بلکہ چھوٹے چھوٹے فلیٹ پر مشتمل تھی۔جہاں سیڑھیاں گولائی میں اوپر کو جاتی تھی۔

سیڑھیاں ختم ہوئیں تو وہ دونوں زوہیب کے فلیٹ کے سامنے رکیں۔حیا نے آگے بڑھ کے بیل دی۔جبکہ جیا حیا کے کندھے کے پیچھے کھڑی تھی۔

پہلی بیل پر دروازہ نہیں کھولا تو حیا نے دوبارہ بیل پر ہاتھ رکھا اور پھر پیچھے نہیں کیا۔بیل مسلسل بج رہی تھی۔

"حیا! بس کرو بیل بجانا۔کبھی تہذیب کے دائرہ میں رہ کر بھی کچھ کر لیا کرو"

"مجھے نہیں پتا یہ جو تہذیب کا دائرہ ہوتا ہے وہ کہاں ہوتا ہے۔ہونہہ"

جیا کچھ جواب دیتی مگر دروازہ کھل چکا تھا۔اور ایک لڑکا باہر آیا جس کے چہرے سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ سو کہ اٹھا ہے۔اور حیا کی یہ بیل والی حرکت اسے سخت ناگوار گزری تھی۔

"جی کون ہیں آپ؟اور اس طرح کون بیل دیتا ہے؟"

لڑکے نے ناگواری سے کہا۔جو شاید زوہیب کا کوئی دوست تھا۔

"ہم کون ہیں یہ ہم آپ کو نہیں بتائیں گے۔اور اس طرح بیل ہم دیتے ہیں۔آپ کو کوئی مسئلہ ہے؟"

لڑکا تو حیریت سے دیکھتا ہی رہ گیا۔اور جیا اس کی کونی کو بار بار دبا کے چپ رہنے کا کہہ رہی تھی۔مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی پیس تھا۔رکی نہیں۔

"پیچھے ہٹے ہمیں اندر جانا ہے"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا صاحبہ نے حکم صادر کیا۔

"دیکھے محترمہ آپ ایسے اندر نہیں جا سکتیں۔پہلے یہ تو بتائیں کون ہیں آپ اور کس سے ملنا ہے؟"

مگر حیا سے مزید برداشت نا ہوا اور جیا کا بازو پکڑ کر لڑکے کو پیچھے دھکا دیتی اندر چلی گئی۔

اور وہ بچارا ان کو روکتا پیچھے لپکا۔

اندر آ کر وہ آرام سے لیونگ روم میں بیٹھ گئیں۔ جو بالکل چھوٹا سا تھا۔

اب وہ لڑکا گھبرایا اور غصے کے ملے جلے تاثر لیے ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"سوری بھائی میری دوست کا تھوڑا دماغ کا مسئلہ ہے۔ میں معذرت کرتی ہوں آپ سے"

جیا نے لڑکے کو مخاطب کر کے کہا۔ جبکہ حیا کا تو منہ ہی بن گیا۔ مگر جیا نے اسے نہیں دیکھا۔

"آپ ایسا کریں اپنے دوست زوہیب اسد کو بلا لیں۔ ہمیں ان سے ملنا ہے"

جیا نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔ زوہیب کا ذکر سن کے لڑکے کے تاثرات نرم ہوے تھے۔ مگر حیا کو وہ اب بھی گھور رہا تھا جو جواب میں اس سے بھی ڈبل گھور رہی تھی۔

"آپ ہیں کون؟ میں اسے کیسے بلا لاوں وہ سو رہا ہے۔ آج سنڈے ہے نا۔ اگر اسے اٹھایا تو غصہ ہو گا"

"او مسٹر!!۔ اگر میں اپنی دوست کو لے کے آپ گھر جو کہ گھر کم ڈبہ زیادہ لگتا ہے میں گھس سکتی ہوں تو تمہارے دوست کو اٹھانا مشکل کام نہیں۔ اس لیے شرافت سے خود

اٹھا کے لیے آو"

وہ بچارا جی کہہ کے چلا گیا۔

"حیا! کوئی بد معاش وگنڈا ٹائپ موووی دیکھی ہے کیا؟"

"نہیں مجھ سے یہ بور کام نہیں ہوتے۔"

حیا نے منہ بسوڑ کے جواب دیا۔

"کیوں آئیں ہیں آپ دونوں یہاں؟"

زوہیب کی آواز گونجی۔دونوں نے پلٹ کر دیکھا اور کھڑی ہو گیئں۔

کیوں آئیں ہیں آپ دونوں یہاں؟"

زوہیب کی آواز گونجی۔دونوں نے پلٹ کر دیکھا اور کھڑی ہو گیئں۔

"کیسے ہیں آپ زوہیب بھائی؟"

"ٹھیک ہوں۔کیوں آئی ہو؟ کس نے بتایا کہ میں یہاں ہوں؟"

"زوہیب بھائی کس نے بتایا کیسے بتایا یہ سوال فضول ہے۔ہم آپ کو لینے آئیں ہے

۔آپ ہمارے ساتھ گھر چلے"

حیا یہ کہتے ہوے صوفے پہ بیٹھ گئی۔جیا نے بھی اس کی پیروی کی۔

"میں نہیں جاوں گا۔وہ میرا گھر نہیں ہے۔"

"آپ کے یا کسی اور کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔وہ آپ کا گھر ہے سو گھر واپس چلے"

"میں کہہ دیا کہ نہیں جاوں گا تو تم بحث کیوں کو رہی ہو حیا؟"

جیسے بولنا چاہے تھا وہ چپ کر کے کے ساری کاورائی دیکھ رہی تھی۔یہی بات زوہیب کو تنگ کر رہی تھی۔مگر حیا نے ہی منع کیا تھا اسے بولنے سے۔کہیں پھر کچھ غلط نا کہہ دے۔اور بات بگڑ جاے۔

"زوہیب بھائی! سلمان انکل کی طبیعت بہت خراب۔انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔وہ آپ کے جانے کا صدمہ لے کے بیٹھ گئے ہیں۔آپ واپس آجائیں تو وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گئے۔"

حیا نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ انکل کی صحت نہیں ٹھیک۔اللہ انہیں شفا دے۔۔مگر میں واپس

نہیں جاوں گا"

زوہیب کی ایک ہی رٹ تھی۔

حیا کا چہرہ فوراً سنجیدہ ہو گیا۔وہ صوفے سے اٹھی۔قدم قدم چل کے زوہیب کے سامنے آئی اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے گویا ہوئی:

کیوں نہیں جانا آپ کو؟وہ شخص جس نے آپ کو پال پوس کے بڑا کیا۔پڑھایا لکھایا۔اچھا پہننے کو اچھا کھانے کو دیا۔اپنی اولاد سے بڑھ کر پیار کیا۔آج وہ شخص زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے اور آپ انہیں تنہا چھوڑ دے گئے؟آج انہیں آپ کی ضرورت ہے اور آپ جانا نہیں چاہتے؟آپ اتنے احسان فراموش کیسے ہو سکتے؟۔۔۔آپ ایک لڑکی کے کہنے پہ وہ گھر چھوڑ آے۔انہیں بتاے بغیر حلانکہ آپ کو پتا تھا کہ انکل آنٹی آپ سے کتنا پیار کرتے آپ کے بغیر نہیں رہ سکتے۔مگر پھر بھی آپ نے ایسا کیا۔۔۔گھر چھوڑتے ہوے آپ کے دل میں ایک بار بھی خیال نہیں آیا کہ ان کے دل پہ کیا گزری گی؟آپ سے چند باتیں نہیں برداشت ہوئی اور آ گئے وہاں سے۔۔۔اتنے خود غرض کیسے ہو سکتے آپ؟میری دوست سے اس کے ماں باپ بہن بھائی نے بات کرنا چھوڑ دی ہے۔وہ سب سے کٹ کے رہ گئی صرف آپ کی وجہ سے۔۔۔اور آپ یہاں

آرام سے آکر بیٹھے ہوے ہیں۔۔۔۔فرض کریں اگر سلمان انکل کی جگہ آپ کے والد ہوتے اس حالت میں تو تب بھی آپ نا جاتے؟ ضرور جاتے۔تو مت بھولے کہ وہ بھی آپ کے باپ کی جگہ ہیں۔وہ تکلیف میں ہیں تو آپ کا جانا فرض ہے۔۔۔۔سوز وہیب بھائی! پانچ منٹ کے اندر اندر اپنا سامان لے کے نیچے گاڑی میں آجائیں۔ورنہ مجھے اور بھی طریقے آتے۔"

حیا کہہ کے رکی نہیں بلکہ جیا کو جانے کا اشارہ کر کے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔جیا اس کے پیچھے ہولی مگر زوہیب کے پاس سے گزرتے ہوے آہستہ آواز میں "سوری" کہا اور آگے بڑھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ناوہ اس کے آگے روئی نا گڑگڑائی نا منتیں کی۔انسان کو اپنے کیے پر معافی ضرور مانگنی چاہے مگر اس میں بھی ایک وقار ہونا چاہے۔اور آج جیا کے روے میں بھی ایک وقار نظر آیا تھا۔

جس نے آپ کو معاف کرنا ہوتا ہے اس کے سامنے آپ کا چھوٹا سا اقرار ہی کافی ہوتا۔اور جس کا دل پتھر ہو جاے تو پھر آپ چاہے اسے جتنے بھی واسطے دے لیں۔وہ آپ کی نہیں سنے گا۔سو کسی کے آگے جھک کے ہم خود کو کیوں چھوٹا ثابت کریں؟

حیا کے کہنے کے مطابق وہ پانچ منٹ بعد ہی گاڑی کی طرف آتا دکھائی دیا۔

وہ دونوں فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تھیں۔اس نے دونوں کو پیچھے جانے کو کہا وہ چلی گئیں تو اس نے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

راستہ خاموشی سے ہی طے ہوا۔اور یہ حیا ہی جانتی تھی کہ وہ بھوک اور چپ رہنا کتنی مشکل سے برداشت کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ گھر پہنچے تو عائشہ بیگم سیڑھیاں اتر رہی تھی۔جیا انہیں "ضروری کام سے جا رہی ہوں" کہہ کے گئی تھی۔

زوہیب کو ساتھ آتا دیکھ پہلے وہ حیران ہوئی پھر جلدی سے سیڑھیاں اتر کے زوہیب کو گلے لگا لیا۔وہ بہت خوش تھیں۔بار بار آنسو صاف کرتی کبھی زوہیب کی پیشانی پہ بوسہ دیتی کبھی سر پہ ہاتھ پھیرتی۔زوہیب بھی اتنے عرصے بعد اپنی ماں جیسی چچی سے مل کے اداس ہو گیا تھا۔ان کے ہاتھ چوم کے وہ سلمان صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ

گیا۔

پیچھے جیا اور حیا خاموش سی کھڑی تھیں۔عائشہ بیگم جیا کی طرف بڑھی اور اسے ساتھ لگا لیا۔

وہ جو دو سال سے ماں کی بے رخی برداشت کر رہی تھی۔آج ان کے گلے لگتے ہی ضبط کھو بیٹھی اور پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع ہو گئی۔عائشہ بیگم کا بھی دل بھر آیا وہ بھی ساتھ ہی شروع ہو گئیں۔

حیا خاموشی سے مسکراتے ہوئے یہ اموشنل سین دیکھ رہی تھی۔آنکھیں خود ہی نم ہو گئی۔

"اب کب تک ماں بیٹی روتی رہیں گئیں؟ بھئی میں بور ہو رہی ہوں بس بھی کریں۔اوپر سے اتنی بھوک بھی لگی۔کچھ تو خیال کریں گھر آئی مہمان کا۔"

حیا کی بات سن کے دونوں ہنستے ہوئے الگ ہو گئیں۔

"پتا ہے مجھے بھوکی۔کھانے کے لیے ہی آتی ہو یہاں۔اپنے گھر تو جیسے ملتا ہی نہیں کچھ کھانے کو۔"

جیا نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

"تم ایک نمبر کی احسان فراموش۔۔۔خود غرض۔۔۔۔مطلبی اور۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔

اور آگے مجھے یاد نہیں آرہا کیا کہوں"

حیا نے گھور کر کہا۔ مگر جیا ہنستی جارہی تھی۔اور اسی لمحے حیا نے دل سے دعا کی تھی کہ وہ ہمیشہ یونہی ہنستی مسکراتی رہے۔ کبھی کوئی غم نہ ملے۔

"اچھا تم دونوں لڑو نہیں۔لگاتی ہوں کھانا۔میں نے ابھی ہی بنایا رات کا کھانا۔جیا تم اپنے بابا اور زوہیب کو بھی کہوں باہر آجائیں۔سب مل کے کھاتے ہیں۔"

عائشہ بیگم مسکراتے ہو کہا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا تھا کہ زوہیب کہاں تھا؟تم لوگوں نے کیسے تلاش کیا؟وغیرہ وغیرہ۔وہ جیسے سب سمجھ گئی تھی۔انہیں زوہیب کے آنے کی اتنی خوشی تھی کہ یہ سوال بے معنی سے لگتے تھے۔

جیا اندر بابا لوگوں کو بلانے گئی تو دیکھا وہ زوہیب سے ہنستے ہوے باتیں کر رہے

تھے۔ مسکراہٹ تو لبوں سے جدا ہی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بالکل صحت مند لگ رہے تھے جیسے وہ کبھی بیمار ہوے ہی نہیں تھے۔ اور جیا کو لگا آج اس نے اپنوں کو پا لیا ہے۔ اس نے آج سب پا لیا ہے۔ اس نے آنکھوں میں آئی نمی صاف کی اور آگے بڑھی۔

"بابا! کھانا لگ گیا ہے۔ آپ لوگ آجائیں"

اس نے دھیمی سی آواز میں کہا۔ زوہیب اور بابا نے ایک ساتھ دیکھا۔

سلمان صاحب نے اشارہ کر کے اسے پاس بلایا۔ وہ آہستہ آہستہ ان کے قریب آئی۔

بابا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پیار دیا۔

"ہمشہ خوش رہو میرا بیٹا۔ تم نے غلطی کی تھی۔ مگر تم نے اسے آج سدھار لیا۔ میں بہت خوش ہوں تم سے آج۔ مجھے معاف کرنا بیٹے ہم تم سے اتنا عرصہ خفہ رہے۔ مگر یہ ضروری تھا۔ تاکہ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاے۔ اور آئندہ تم رشتوں کی نازک ڈوروں کو سبھال کے رکھو۔ کبھی بھی ٹوٹنے نہ دو۔ اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے میرے بچے۔ جیتی رہو۔۔۔ جیتی ریو"

جیا جواب میں کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ کچھ بولنے کو تھا ہی نہیں آج۔ وہ بس سر جھکائے آنسوں بہاتے ہوئے باپ کو سنتی رہی۔

آج دو سال بعد سب ایک ٹیبل پہ جمع ہو کر خوشی خوشی کھانا کھا رہا تھے۔ ثمن اور ارسل بھی زوہیب کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ خوشی ان کے بھی چہرے پہ رکساں تھی۔

جیا نے ایک نظر سب کو دیکھا اور دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کے دل سے ایک بوجھ سا اتر گیا تھا۔ وہ بہت ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

ایک لمحے کے لیے زوہیب سے نظر ملی تھی۔ اس نے فوراً نظر کھانے پر کر لی۔ مگر آج جیا کی نظر میں کوئی بیزاری نہیں تھی۔ کوئی شکایت کوئی شکوہ نہیں تھا۔

کھانے کے دوران حیا کی باتیں بھی ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ سب لوگ اس کی باتوں کو انجوائے کر رہے تھے۔ اور جیا نے بے اختیار سوچا کہ یہ حیا کبھی چپ نہیں رہ سکتی۔

سو آج سلمان صاحب کے گھر میں سب نے سب کو پا لیا تھا۔ آزمائش کا وقت ختم ہوا اور

خوشیوں کا سورج طلوع ہونے والا تھا۔

کھانا وغیرہ کھاتے ہوے رات کے نو بج گئے۔جب وہ گھر آئی تو لان میں لگے جھولے پر حمزہ اکیلا بیٹھا ہوا نظر آیا۔وہ حیریت سے دیکھتی اس طرف آئی۔

"حمزہ! ادھر کیوب بیٹھے ہو؟ سوے نہیں تم؟"

حیا نے ساتھ بیٹھتے ہوے کہا۔

"آپ صبح سے گئیں ہیں۔میرا خیال نہیں آیا آپ کو۔میں کھانا بھی نہیں کھایا۔"

حمزہ نے معصومیت سے گلہ کیا۔

"میں تمہیں بتا کے گئی تھی ہیمی۔تم کھانا کھا لیتے نا۔اگر میں کبھی نا کھلا سکوں تو تم کھا لیا کرو بیٹا۔"

"نہیں میں آپ سے ہی کھانا"

"ہمم۔۔چلو اب کھانا کھاتے ہیں۔بعد میں سٹوری بھی سناوں گئی۔پھر ہم سو جائیں گئے۔ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے"

وہ اسے اٹھا کے اندر کی لے گئی۔

زوہیب کو گھر آئے ایک ماہ ہو چکا تھا۔سب پہلے کی طرح روٹین میں آ گیا تھا۔

زوہیب اب جیا سے ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا تھا۔جیا کے رویے میں بھی واضح تبدیلی آ گئی تھی۔وہ اب زوہیب کی بات کا نرمی سے جواب دیتی۔یہ تبدیلی سلمان صاحب اور عائشہ بیگم نے بھی محسوس کی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وقت گزرتا گیا۔زوہیب اور جیا میں بہت زیادہ دوستی نا سہی مگر پہلے جیسا تناو نہیں رہا تھا۔زوہیب نے ماضی کی کسی بات کبھی ذکر نا کیا۔

وہ دوپہر کا وقت تھا۔جیا اس وقت ٹی وی لاونج میں بیٹھی کوئی ٹاک شو دیکھ رہی تھی جب زوہیب وہاں آیا۔

"جیا! چچی جان کہاں ہیں؟"

"امی کمرے میں سو رہی ہیں"

"ہمم۔ٹھیک ہے"

"کوئی کام تھا؟"

زوہیب جانے لگا جب اس نے پوچھا۔

"نہیں کوئی خاص تو نہیں۔بس چائے کا کہنا تھا۔۔۔میں بنالیتا ہوں"

"اچھا آپ بیٹھے میں میں بنا دیتی ہوں"

وہ اٹھ کے کچن میں چلی گئی۔جبکہ زوہیب مسکراتے ہوے بیٹھ گیا اور چینل سرچ کرنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسی پل دروازہ "دھڑام" سے کھولا تھا۔اور کون نہیں جانتا کہ ایسے دروازہ کب کھلتا؟

"السلام علیکم زوہیب بھائی۔کیسے ہیں آپ؟"

"جی بہن آپ کے آنے سے پہلے تک تو ٹھیک ہی تھا۔آگے کا پتا نہیں"

"آگے بھی ٹھیک ہو گا زوہیب بھائی آپ فکر نا کریں میں آگئی ہوں نا"

"جی جی بالکل"

"زوہیب بھائی آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟آپ کے دوستوں کے تو چار چار بچے بھی ہوں گئے۔آپ ہی رہ گئے ہیں"

"ہاہا۔حیا تم اس وقت یہاں میری شادی کی بات کرنے آئی ہو؟"

"ارے نہیں۔میں تو جیا سے ملنے آئی ہوں آپ پر نظر پڑی تو سوچا مفت کا مشورہ دے دوں۔کہیں آپ کنوارے ہی نا رہ جائیں"

"بڑا بولتی ہو تم جیا ٹھیک کہتی"

"تو کوئی لڑکی تلاش کروں؟آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں ہاں کر لو شوق پورا"

"تو کیسی لڑکی چاہیے۔؟"

جیا ٹرے میں ایک کپ چائے اور ساتھ میں ایک جوس کا گلاس لیے ہوے آتی دکھائی دی۔

"ہمم لڑکی کیسی ہو۔۔۔۔۔بھئی خوبصورت ہو۔اچھی ہو۔خیال رکھنے والی ہو۔۔۔۔بڑی بڑی گہری سیاہ آنکھیں ہو۔۔۔اب تم دیکھ لو اگر ملتی ہے تو"

جیا نے زوہیب کی طرف چائے بڑھائی جس نے اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوے پکڑ لی۔

جوس حیا کو دیا جو بغیر شکریہ ادا کیے پھر بولنا شروع ہو چکی تھی۔

"فکر نا کریں زوہیب بھائی ایسی لڑکی ڈونڈھوں گئی کہ دعائیں دے گے آپ ساری عمر"

حیا نے فخر سے کہا۔

"کیوں حیا تم رشتے کروانے والی ماسی بنی ہوئی ہو آجکل؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا نے شرارت سے کہا۔ جیسے سن کہ زوہیب اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔ جبکہ حیا غنیک کے نیچے سے گھورتے ہوے بولی۔

"اپنے بھائی کے لیے ساری بہنیں لڑکی تلاش کرتیں ہیں۔ ہونہہ"

"جی جی کرو حیا تمہیں کون روک رہا"

زوہیب نے ہنستے ہوے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"اہمم اہمم۔ بڑی خدمتیں ہو رہی زوہیب صاحب کی۔ خیر تو ہے"

"کونسی خدمتیں۔ایک چائے ہی تو بنا کے دی۔"

"پہلے تو ایک چائے بھی بھاری ہوتی تھی۔"

"تم چڑیل ہو پوری"

"شکریہ شکریہ۔مگر اچھی بات ہے۔رکھنا چاہے خیال۔اب رکھو گئی تو آئندہ آسانی ہو گئی"

حیا نے اسے چھیڑتے ہوے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟آئندہ میں تھوڑی رکھنا۔اس کی بیوی آجاے گی تو رکھے گی نا"

"ہاں بالکل بیوی ہی تو رکھے گئی۔۔۔۔۔۔اور بیوی کونسا باہر سے آنی۔گھر کی ہی تو ہو گی"

حیا نے اس کی ٹھوڑی کو چھوتے یوے کہا۔جو شرما کے نظر جھکا گئی

"اپنے پاس سے بونگیاں نامارا کرو حیا۔"

"ہاے میری چندہ شرما رہی۔صدقے جاوں۔"

"تنگ نا کرو حیا۔"

جیا نے گھورتے ہوے کہا۔

"اچھا اچھا نہیں کرتی۔بس اب جلدی سے شادی کر لو بس۔۔۔۔۔۔۔۔زوہیب بھائی سے"

حیا نے پھر شرارت سے کہا۔جبکہ جیا نے کشن اٹھا کے اسے مارا۔

"جی امی! بابا! آپ لوگوں نے بلایا مجھے؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا نے کمرے میں آتے ہوے پوچھا۔

"ہاں بیٹا میں اور تمہاری ماں تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔بیٹھو"

سلمان صاحب نے بیڈ کے دائیں پڑی کرسی کی جانب اشارہ کیا۔

"جی آپ بتائیں بابا کیا بات ہے؟میں سن رہی ہوں"

جیا نے بیٹھتے ہوے کہا۔تو عائشہ بیگم نے بات شروع کی۔

"جیا! ہم نے تو سوچا تھا کہ ہم زوہیب سے تمہاری شادی کر دیں گئے تو تم ہماری آنکھوں کے سامنے رہو گی۔ اسی گھر میں۔ کہیں اور رخصت ہو کے جانا نہیں پڑے گا۔ مگر تم نے ہمیں بہت مایوس کیا۔۔۔۔۔۔"

زوہیب کے ذکر پر اس کا دل بے اختیار دھڑکا تھا۔

"خیر یہ تمہاری زندگی کا اہم فیصلہ تھا۔ تمہیں حق تھا کہ تم انکار کرو۔ اب ہم تمہارے ساتھ کوئی زبردستی تو نہیں کر سکتے نا۔ تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ ہم نے تمہارا یہ فیصلہ مان لیا ہے۔ اب جو تم سے بات کرنی ہے وہ تمہارے بابا ہی بتائیں گئے"

انہوں نے سلمان صاحب کی جانب دیکھتے یوے کہا۔ جیا نے نوٹ کیا تھا کی امی خوش نہیں ہیں۔

"جیا! بچے تمہارے لیے ایک رشتہ آیا ہے۔ میرے دوست کے کوئی جاننے والے ہیں۔ لڑکا کینڈا میں ہوتا ہے۔ آج کل پاکستان آیا ہوا ہے۔ سو اس کے والدین جلد از جلد اس کی شادی کر دینا چاہتے ہیں۔ پھر وہ تمہیں ساتھ لے کے باہر ہی سیٹل ہو جاے گا۔ اچھا لڑکا ہے پڑھا لکھا سلجھا ہوا۔ اپنا کاروبار ہے۔ دولت کی کوئی کمی نہیں۔ بس اس کی والدہ کی خواہش تھی کہ ان کی بہو پاکستان سے ہو تبھی انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا

ہے۔تم کیا کہتی ہو اس رشتے کے بارے میں؟"

سلمان صاحب نے بات مکمل کر کے جیا کی رائے مانگی۔اور اس کے تو سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔کیا بتائے ماں باپ کو کہ اس کو ان کا پہلے والا فیصلہ اب قبول ہے۔مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔وقت نے اسے بتا دیا تھا کہ قدر نا کرنے والوں کے حصے میں صرف پچھتاوے ہی آتے۔اس نے زوہیب کا دل توڑا تھا۔اب وہ کس منہ سے اقرار کرتی؟وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔وہ یہ حق کھو چکی تھی۔

"آپ جو بھی فیصلہ کریں گئے مجھے قبول ہو گا بابا۔آپ جہاں میری شادی کرنا چاہتے ہیں کر دیں"

وہ دھیمے لہجے میں کہتی کمرے سے نکل گئی۔

سامنے سے زوہیب آرہا تھا۔جیا کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کے رک گیا۔

"تمہیں کیا ہوا جیا۔پریشان لگ رہی ہو"

اس نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

"ک۔۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔میں کیوں پریشان ہونا بھلا"

اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوے کہا۔

"ہمم۔مجھے لگا کوئی مسئلہ ہے۔خیر میں انکل سے ملنے جا رہا تھا"

وہ کہہ کہ سلمان صاحب کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اور جیا نم آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"پوچھتے کیا ہو یہ رسمی باتیں

حال وہی ہے ہمارا جو تم نے بنا رکھا ہے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اس وقت حیا کے گھر میں آئی تھی۔

"تو تم نے کیا کہا پھر؟"

"میں انہیں کہا کہ جو وہ چاہیں کریں۔مجھے کوئی اعتراض نہیں"

"اور تمہیں واقع ہی نہیں؟"

"ہاں مجھے کیا اعتراض ہونا"

"جیسے شکل سے تو لگ ہی نہیں رہا"

"کیا ہے شکل میں؟"

"صاف لکھا ہے جیا کہ تم خوش نہیں ہو"

"تمہارا وہم ہے حیا"

"تم جھوٹ بول رہی ہو"

"نہیں ایسا کچھ نہیں"

"جیا! میرے آنکھوں میں دیکھ کے کہو تمہیں زوہیب بھائی اچھے نہیں لگنے لگے"

مگر جیا نظر جھکائے بیٹھی رہی_

"چپ کیوں ہو اب؟"

"میں کچھ نہیں کر سکتی۔"

"تم انکار کر دو"

"ایک بار کر کے دیکھا تھا انکار۔ میں اب اپنے ماں باپ کو دوبارہ دکھ نہیں دینا چاہتی۔"

"اور تمہارا اپنا کیا ہو گا؟"

"میں نہیں سوچا"

"جیا! تم خود کے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔ زوہیب بھائی کو سب بتا دو۔ وہ خود ہی انکل آنٹی سے بات کر لیں گئے"

"تم پاگل ہو گئی ہو؟ میں اس شخص کے سامنے جا کے کہوں جس کو میں ایک وقت میں ٹھکرا چکی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ میری عزت نفس کا سوال ہے اور تم ہی کہتی ہو عزت نفس محبت سے بڑھ کے ہوتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور میں کیوں کروں؟ میں نے ہی تو امی بابا کو منع کیا تھا۔ اور اب میں ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو گا حیا۔ کبھی نہیں"

"کیوں خود کو سزا دیتی ہو؟"

"میں یہی ڈیزرو کرتی"

"میں کروں سب سے بات؟"

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"

"اور تمہیں ایسے اداس دیکھتی رہوں؟"

"نہیں ہوں میں اداس۔۔۔۔کسی ایک شخص کے نا ملنے سے زندگی نہیں ختم ہو جاتی۔۔۔"

"اور اگر وہ ایک شخص ہی زندگی ہو تب؟"

"زندگی تب بھی نہیں رکتی حیا۔سانسیں تب بھی چلتی ہی رہتی ہیں۔ہم تب بھی جی رہے ہوتے۔ہمیں جینا ہی ہوتا ہے۔خوشی سے ناخوشی سے۔ہمیں جینا ہی پڑتا۔زندگی تو نام ہی سمجھوتے کا ہے حیا۔تو کیوں نا ہم سب قبول کر کے مطمئن ہو جائیں؟جب ہم ہونے کو نہیں ٹال سکتے تو ہم خود کو کیوں اذیت دیتے رہے کہ ہمیں وہ نہیں ملا یہ نہیں ملا۔یا ہماری مرضی سے کچھ ہوا نہیں۔۔۔۔۔۔میں نے سب اللہ پہ چھوڑ دیا ہے حیا اور میں مطمئن ہوں"

"میں تمہارے لیے بس دعا ہی کر سکتی ہوں جیا۔اور میں کر بھی کیا سکتی"

حیا نے زخمی سا مسکرا کر کہا۔

جیا کو وہ لوگ پسند کر کے جا چکے تھے۔ سلمان صاحب نے ان لوگوں سے سوچنے کے لیے وقت مانگ لیا تھا۔ وہ ایک بار پھر جیا سے اس کی رائے لینا چاہتے تھے۔

جیا نے اس بار بھی وہی جواب دیا کہ آپ لوگ جو بہتر سمجھتے ہیں کریں۔ سلمان صاحب مطمئن ہو گئے تو انہوں نے فون پر ان لوگوں کو رضامندی دے دی۔ جواب میں وہ لوگ اگلے ہفتے ہی منگنی کی انگوٹھی پہنا گئے تھے۔

جیا خوش تھی یا نہیں کوئی اندازا نہیں لگا پایا۔ وہ کسی روبوٹ کی طرح سب کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھی۔ دل کے کسی گوشے میں زوہیب کے لیے پلنے والی محبت کا اس نے بے دردی سے گلا گھونٹ دیا تھا۔

"منگنی مبارک ہو جیا"

جیا نے اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔

"ایسے دیتے مبارک باد؟"

"ایسی منگنی کی ایسے ہی دیتے"

"تمہارا منہ کیوں بنا ہے؟ کھانے کو کم ملا کیا؟

جیا نے اسے چھیڑا مگر وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

"زوہیب بھائی کو دیکھا تھا؟ صاف نظر آرہا تھا وہ چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے پھر رہے تھے۔ بچارے کتنے مجبور ہیں تمہارے انکار کے بعد کسی سے دوبارہ بات بھی نہیں کر سکتے"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں"

"ہونہہ۔ کچھ نہیں تم ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھی رہو اور اپنے دلہے کا انتظار کرو کہ وہ آئے اور تمہیں اپنی دلہن بنا کے لے جائے۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے چڑ کر کہا۔ اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ جیا اسے جاتا دیکھتی رہی۔ وہ خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔

"میں اپنا ہی کیا ہوا فیصلہ بھگت رہی ہوں حیا۔ میرا کیا ہی میرے آگے آرہا۔ میں نے کسی کو بے دردی سے ٹھکرایا تھا یہ اسی کی سزا مل رہی۔ قدر نا کرنے والے میری طرح ہی پچھتایا کرتے۔"

وہ خاموش بیٹھی سوچ رہی تھی۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں لیٹی سونے ک کوشش کر رہی تھی۔ مگر نیند تو جیسے روٹھ ہی گئی تھی۔ وہ کبھی دائیں کروٹ بدلتی کبھی بائیں۔ مگر عجیب سے بے چینی ہو رہی تھی۔ وہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔ اور لاشعوری طور پر وہ زوہیب کو سوچنے لگی۔ وہ اس سے ماضی میں کسے بات کیا کرتی تھی۔ وہ کتنی بد تمیزی کرتی تھی اس سے۔ وہ کسے خاموشی سے سن لیتا تھا۔ وہ کیوں ایسا کرتا تھا؟ کیا وہ تب سے مجھ سے محبت کرتا تھا؟ مگر اس مجھے کبھی بتایا کیوں نہیں؟ میرے روے کی وجہ سے؟ مگر اب۔۔۔۔۔اب تو وہ بولے۔۔۔اب تو اظہار کرے۔۔۔۔۔۔اب تو امی بابا سے کہہ دے کے جیا اس کی ہے۔۔۔۔۔۔وہ مجھے کسی اور کی ہوتے کسے دیکھ سکتا ہے؟۔۔۔۔۔وہ سب خود ہی کیوں نہیں سمجھ جاتا۔۔

"میرے۔۔۔۔۔ماں باپ۔۔۔۔۔۔چھین لیے تم۔۔۔میں ان کے پیار کو ترستی رہی۔۔۔۔اور تم ان کا۔۔۔۔پیار سمیٹتے رہے۔۔

اس کے دماغ میں اپنے ہی الفاظ گونجے۔

"اگر تمہارے ماں باپ مر گئے تھے تو اس کا یہ مطلب تھا کہ تم میرے ماں باپ پر قبضہ

کر لو؟"

"اس سے بھی کچھ نہیں بنا تو تم نے میرے ماں باپ سے میرا رشتہ مانگ لیا تا کہ باقی کی زندگی بھی میں سلگتے گزار دوں"

"زوہیب تم کیوں ہو یہاں۔۔یہ میرا گھر ہے۔۔۔۔تمہارا گھر نہیں ہیں۔سنا تم نے۔۔۔یہ میرے ماں باپ ہیں۔۔۔۔۔تمہارے ماں باپ نہیں ہیں۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔۔۔تم چلے کیوں نہیں جاتے یہاں سے۔۔۔۔۔۔"

"سب تمہاری وجہ سے ہوتا ہے۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔۔۔تم مر جاؤ"

اس نے زور سے کانوں پہ ہاتھ رکھ کے آوازوں کا رستہ روکنا چاہا مگر وہ ناکام رہی۔

اس نے سر جھٹکا۔بیڈ سے نیچے اتری سلیپر پہنے اور باہر لان میں آ گئی۔

وہ بے مقصد لان میں واک کرتی رہی۔رات گہری ہو رہی تھی۔آسمان پہ پورا چاند جگمگا رہا تھا۔

"جیا تم یہاں اس وقت؟ سوئی نہیں کیا؟"

پتا نہیں زوہیب کب آیا وہاں۔اسے خبر ہی نا ہوئی۔

"نہیں۔ نیند نہیں تھی آ رہی۔ تو باہر کھلی فضا میں آ گئی۔"

"نیند کیوں نہیں آ رہی خیریت؟"

"ہاں۔ خیریت ہے۔ ویسے نہیں آ رہی۔۔۔۔ آپ بھی ابھی تک نہیں سوے؟"

اب وہ کیا بتاتا کہ اسے بھی نیند نہیں تھی آ رہی۔

"بس سونے ہی والا تھا۔ کہ کھڑکی کے پردے پیچھے کرتے ہوے نیچے تم پہ نظر پڑ گئی تو پوچھنے آ گیا۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب نے وضاحت دی۔

"ہمم۔۔"

"تم خوش ہو جیا؟ میرا مطلب ہے اس رشتے سے؟"

جیا کو اس سوال کی توقع نہیں تھی۔ سو وہ ایک لمحے کے لیے ہڑبڑائی تھی۔

"ج۔۔۔جی۔۔۔ میں خوش ہوں۔۔۔۔۔ بہت خوش۔۔۔ اچھے لوگ ہیں وہ۔۔ خوش کیوں نہیں ہونا"

جیا نے انگلیاں مڑوڑتے ہوے کہا۔اسے خود بھی اندازا نا ہوا کہ اس کی آواز میں اعتماد نہیں ہے۔

"اچھا۔یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ہاں لوگ تو واقع اچھے ہی لگے مجھے بھی۔خوش رکھے گئے تمہیں۔"

"جی۔۔۔۔اب آپ بھی کر لیں شادی۔۔آخر مجھ سے بڑھے ہیں آپ"

جیا نے موضوع بدلنا چاہا۔

"نہیں ابھی تو ایسا کوئی ارادہ نہیں"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب نے مسکراتے ہوے کہا۔اور جیا نے نوٹ کیا کہ مسکراتے ہوے اس کی نیلی آنکھیں اور بھی پیاری لگتی ہیں۔

"ایک بات پوچھوں زوہیب؟جب میں آپ سے روڈلی بات کرتی تھی تو آپ کو مجھ پر غصہ نہیں تھا آتا؟"

جیا نے سامنے آتے ہوے پوچھا۔اور زوہیب تو اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں ہی کھو گیا۔اور اس کا دائیں گال پر تل آج بھی وہی تھا۔اور آج بھی وہ اس کو چھو نہیں سکتا تھا۔

"مجھے تم پر کبھی غصہ نہیں آیا جیا۔ تم چاہے جیسے مرضی بات کرتی مجھ سے۔"

"کیوں نہیں تھا آتا غصہ؟"

"مجھے نہیں معلوم"

زوہیب نے پہلو بدلتے ہوے کہا۔اور جیا زخمی سا مسکرائی تھی۔

"اچھا۔ میں سونے کے لیے جا رہی ہوں"

جیا کہتے ہوے اندر کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ زوہیب وہی اداس سا کھڑا رہا۔

"کاش جیا تم انکل آنٹی کو انکار نا کرتی۔۔۔کاش تم سمجھ سکتی کہ میرے لیے کیا ہو تم۔۔۔کاش تم جان سکتی میں کتنا چاہا ہے تمہیں۔۔۔۔تم نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا خود سے دور کر دیا تھا۔ مگر تم مجھ سے کبھی دور گئی ہی نہیں۔۔۔تم تو ہمیشہ میرے خیالوں میں رہی ہو۔میں تمییں کبھی بھولا ہی نہیں تھا۔۔۔کاش تمہارے جذبات بھی میرے لیے وہی ہوتے جو میرے تمہارے لیے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اب مجھے تمہیں کسی اور کا ہوتے دیکھنا ہو گا۔۔کتنا اذیت دیتا ہے یہ تصور ہی۔۔۔۔۔لیکن۔۔۔لیکن اگر تم اسی میں خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں۔۔۔۔تمہاری خوشی سے بڑھ کر تو نہیں نا

کچھ۔۔۔۔۔بس تم خوش رہو میری یہی خواہش۔"

وہ نیم اندھیرے میں کھڑا سوچ رہا تھا۔

حیا لیونگ روم میں بیٹھی موبائل ہاتھ میں لیے ناول پڑھ رہی تھی۔سارے بالوں کو دائیں کندھے پہ ڈالے۔ناک پہ گلاسسز لگائے وہ ناول میں تقریباً گم تھی۔

سلمہ بیگم دوسرے صوفے پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔بار بار حیا پر بھی ایک ناگوار سی نظر ڈال لیتی۔جو موبائل پکڑے دنیا جہاں سے بے خبر بیٹھی ہوئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسی لمحے حمزہ ہاتھ میں ریڈ گلاب لیے آتا دکھائی دیا۔جس نے ماں کو دیکھتے ہی انگلی ہونٹوں پر رکھتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔جواب میں امی اسے حیریت سے دیکھتی رہ گئی۔

وہ گلاب پیچھے کرتے دبے پاؤں حیا کی طرف آیا۔جو موبائل پر نظریں جھکائے ہوئے تھی۔

وہ اس کے سامنے آیا۔گھٹنوں کے بل بیٹھ کر پھول حیا کی طرف بڑھایا۔

"پیاری سی آپی کے لیے پیارا سا گلاب پیارے سے ہیمی کی طرف سے"

وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ آگے کیے کہہ رہا تھا۔

حیا نے فوراً موبائل پیچھے کیا۔خوشگوار حیریت سے حمزہ کو دیکھا۔

"ہائے میں صدقے جاوں اس پیارے سے ہیمی پر۔۔"

حیا نے اس کے ہاتھ سے پھول لیتے ہو کہا۔اور اسے گود میں بٹھایا۔

"آپی قربان اپنے بیٹے پر۔اللہ تمہیں ہمشہ خوش رکھے۔ڈھیروں کامیابیاں نصیب ہو۔پڑھ لکھ کے اچھے آدمی بن کے مجھ سے ملو۔۔۔۔خوشیوں میں کھیلو۔۔کوئی غم نا ملے تمہیں۔۔۔۔۔تمہارے سارے غم میرے نصیب میں لکھ دیئے جائیں۔۔۔اللہ میرے بچے کی ہمیشہ حفاظت کرے۔"

وہ دعائیں دیتی بار بار اسے ساتھ لگاتی۔ماتھے پہ بوسہ دیتی ننھے ہاتھ آنکھوں سے لگاتی۔

سلمہ بیگم مسکراتے ہوے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

"کوئی اور بھی یہاں بیٹھا ہوا ہے۔مگر ان بہن بھائی کو ایک دوسرے کے سوا کچھ نظر آتا بھلا"

سلمہ بیگم نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔ جبکہ جیا مسکراتے ہے اٹھی۔ حمزہ کو اٹھا کے ان کی گود میں دیا اور خود ماں کے کندھے پہ سر رکھ کے بیٹھ گئی۔

"آپ تو ہم دنوں کی جنت ہیں امی۔ آپ کو ہم کب فراموش کر سکتے۔"

حیا نے عقیدت سے کہا۔ امی نے اس کے سر پہ بوسہ دیا اور دل ہی دل میں اپنی بیٹی کے اچھے نصیب کی دعا بھی کی۔

وہ لوگ شادی کی تاریخ دے گئے تھے۔ انہیں شادی کی جلدی تھی۔ سو اگلے مہنے ہی شادی ہونا طے پائی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا اسے وقت فوقتاً جلی کٹی سناتی رہتی تھی۔ وہ خوش نہیں تھی۔ جیا خاموشی سے سب سنتی رہتی۔ خوش تو وہ بھی نہیں تھی۔ مگر وہ سب قبول کر چکی تھی۔

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھی۔ بازار کے چکر لگ رہے تھے۔ جیا بے دلی سے ماں کے ساتھ لگی رہتی۔ وہ جیا کی پسند ناپسند پوچھتی تو وہ "جو آپ کو اچھا لگے" کہہ کر سب ماں پہ چھوڑ دیتی۔ حیا جیا کے ساتھ شاپنگ پہ نہیں جاتی تھی۔ بس وہ آتی اور منہ

پھلائے ساری چیزیں دیکھتی رہتی۔

جیا کو صبح سے ہی بخار تھا۔اس نے کسی کو بتایا بھی نہیں تھا۔وہ اٹھی نہیں تھی۔دو تین دفعہ امی اوپر اٹھانے بھی آئی مگر اس نے "تھوڑی دیر میں اٹھتی ہوں" کہہ کہ ماں کو بھیج دیا۔

اب دوپہر کا وقت تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔سارا بدن درد سے ٹوٹ رہا تھا۔وہ بمشل اٹھی سلیپر پہنے اور باتھ روم کی ظرف بڑھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فرش ہونے کے بعد وہ نیچے آہی تھی جب اسے زور کا چکر آیا اور سیڑھیوں کو سہارا لے کے نیچی بیٹھ گئی۔آنکھیں بند کیے وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"جیا جیا کیا ہوا تمہیں؟"

زوہیب بھاگتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کے اس کے پاس آیا جس کا رنگ زرد پڑ رہا تھا۔

"جیا آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔۔۔کیا ہوا؟جیا؟"

جیا نے بمشکل آنکھیں کھولی۔

"میری۔۔۔۔۔طب۔۔۔۔طبیعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہہ۔۔۔۔نہیں ٹھیک۔۔۔۔"

اس نے اٹکتے ہوے کہا۔وہ بول نہیں پا رہی تھی۔

"اچھا چلو نیچے۔میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کے جاتا ہوں۔"

زوہیب جیا کو سہارا دیتے گاڑی تک لے کے آیا۔گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے اندر بیٹھایا۔اور خود بھاگ کے کمرے سے چابی لینے چلا گیا۔

وہ نیچے آیا تو عائشہ بیگم جو ابھی اپنے کمرے سے نکلی تھیں۔زوہیب کی جلدی جلدی سیڑھیاں اترتا دیکھ کے پریشانی سے پوچھا کہا جا رہے ہو۔خیریت؟زوہیب انہیں بتا کے فوراً باہر آ گیا۔

"اسے بخار تھا تبھی نہیں اٹھی صبح سے؟پاگل بتا تو دیتی۔۔۔۔۔چپ کر کے سوتی رہی۔میں بھی دھیان نہیں دیا۔۔۔صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں میری بچی نے"

عائشہ بیگم پریشانی سے سوچ رہی تھی۔

ڈاکٹر سے چیک اپ کے بعد وہ لوگ واپس آ رہے تھے۔ڈاکٹر نے اسے میڈیسن لکھ کے دے دی تھی۔ تیز بخار اور بھوکا رہنے کی وجہ سے اسے چکر آیا تھا۔

زوہیب ڈرائیو کر رہا تھا اور وہ خاموش سی سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"جیا! میں زرا میڈیکل سٹور سے میڈیسن لے کے آتا ہوں۔ساتھ میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو بھی لے آؤں گا۔۔۔بہت کمزور لگ رہی ہو"

جیا نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلایا۔بولی کچھ نہیں۔

زوہیب نے گاڑی روکی اور باہر نکل گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا ویسے ہی خاموش سی بیٹھی تھی۔ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی زوہیب کو گئے ہوئے کہ جیا کی طرف والا دروازہ اچانک کھولا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی۔کسی مرد نے اس کا بازو پکڑ کے زور سے باہر کی طرف کھینچا۔

"چھوڑو۔مجھے۔۔۔۔۔۔کون ہو تم۔۔۔۔۔۔چھوڑو پلیز۔۔۔۔۔

زوہیب۔۔۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔کہاں ہو تم"

وہ زور زور سے بول رہی تھی۔ خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر دو ہٹے کٹے مرد اسے مضبوطی سے تھامے اپنی وین کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ نازک سی لڑکی ان مردوں کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔

اسی پل زوہیب آتا دکھائی۔ سامنے والی صورتحال دیکھ کے اس کے ہاتھ سے سامان گر گیا اور وہ بھاگتا ہوا جیا کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھا۔

"کون ہو تم لوگ۔۔۔۔۔ چھوڑے اسے۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں چھوڑو اسے۔۔۔۔۔۔۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب جیا کی طرف بڑھا تو ان میں سے ایک نے گولی چلا دی۔ جو اس کے کندھے پہ جا لگی۔ مگر وہ رکا نہیں۔۔ وہ پھر آگے بڑھا۔

"بیغرت انسان تم لوگوں کو جو چاہیے مجھے بتاو۔۔۔۔ اسے۔۔۔۔ اسے چھوڑ دو۔۔۔۔۔ اسے۔۔۔"

مگر زوہیب کی بات مکمل نہیں ہو پائی تھی کہ انہوں نے دوبارہ گولی چلائی۔۔۔

۔ایک۔۔۔۔۔۔ دو۔۔۔۔۔۔ تین۔۔۔۔۔ چار۔۔ گولیاں۔۔۔۔۔۔۔

وہ زمین پر گرتا چلا گیا۔آخری منظر جو اس کی آنکھوں نے دیکھا وہ لوگ جیا کو لے جا رہے تھے اور جیا اسے دیکھتے ہوے کچھ بول رہی تھی۔ان نظروں میں کیا نہیں تھا۔فریاد۔۔بچا لینے کی آس۔۔۔۔آخری امید۔۔۔۔۔آخری سہارا۔۔۔۔جیسے وہی اسے اس وقت بچا سکتا تھا۔۔۔۔جیسے ابھی جیا کو اس کی بہت ضرورت تھی ۔۔۔۔۔۔مگر۔۔۔۔۔۔مگر زوہیب آج بے بس تھا۔۔۔وہ اس کے لیے کچھ نا کر سکا۔۔۔ایک دم سارے منظر غائب ہو گئے۔ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔

"زوہیب۔۔۔۔۔۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔مت ماورا سے خدا کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔۔زوہیبببببببب۔۔۔۔۔۔۔۔

جیا پوری قوت سے چلائی تھی۔وہ لوگ اسے گھسیٹتے ہوے لے جا رہے تھے۔اور وہ پاگلوں کی طرح مڑ مڑ کے زوہیب کو خون میں نہاے دیکھ کر چلا رہی تھی۔

ان لوگوں نے اسے وین میں پھینک کر دروازہ بند کر دیا۔

اور وہ شیشے پر زور زور سے ہاتھ مارتی زوہیب کو دیکھ رہی تھی۔لوگ جمع تو ہوے تھے مگر ان کے ہاتھ میں اسلحہ دیکھ کے کوئی آگے نا بڑھا۔سب کو اپنی جان کی فکر تھی۔

"لوگ دیکھتے رہے تماشا میری بربادی کا

مجھے بارہا گلہ ہے تیری انسانیت سے اے انساں" (حیا جہاں)

"مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔۔۔۔پلیز مجھے چھوڑ دو۔۔۔۔خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔۔۔۔میرے بابا مر جائیں گے۔۔۔۔۔۔۔پلیز رحم کرو۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔وہ زخمی ہے۔۔۔۔۔اس۔۔۔۔۔کا خون۔۔۔۔۔۔۔اس کا خون بہہ رہا۔۔۔وہ۔۔۔۔وہ مر جائے گا۔۔۔۔۔۔۔گاڑی روکو۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز گاڑی روکو۔۔۔۔۔۔وہ مر جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کا بہت خون بہہ رہا۔۔۔۔۔۔اس کا بہت خون بہہ رہا۔۔۔۔۔اللہ کا واسطہ تمہیں گاڑی روک دو۔۔۔۔گاڑی روک دو۔۔۔۔۔۔پلیز گاڑی روک دو۔۔۔۔۔کوئی تو میری سن لے۔۔۔۔۔۔اللہ میری مدد فرما۔۔۔۔۔اللہ پلیززز۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ رو رو کے فریاد کر رہی تھی۔بخار سے چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔بھوک پیاس سے برا حال تھا۔مگر اسے کچھ یاد نہیں تھا۔یاد تھا تو صرف اپنی عزت اور زوہیب کا زخمی وجود۔۔۔۔۔۔وہ بولی جا رہی تھی۔مسلسل۔بغیر رکے۔بغیر سانس لیے۔اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔

کسی نے اس کی بات پر دھیان نا دیا۔ وہ چار لوگ تھے۔ دو آگے اور دو جیا کے سامنے والی سیٹ پہ بیٹھے موبائل میں مصروف تھے۔

ان میں سے ایک نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ جیب سے رومال نکالا۔ جیا کی ناک پر رکھا۔

اور وہ ہوش سے بیگانا ہوتی چلی گئی۔ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔۔۔۔ گہری خاموش۔۔۔۔۔ موت کی سی خاموشی۔۔۔۔۔۔ جان لینے والی خاموشی۔۔۔۔۔ طوفان کے بعد والی خاموشی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ مگر پلکے منوں بھاری محسوس ہو رہی تھیں۔ سر میں عجیب سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھی۔ پورا بدن جیسے ٹوٹ رہا ہو۔ اس نے اپنے وجود کو حرکت دینے کی کوشش کی۔ مگر وہ ناکام رہی۔ جیسے سارا جسم مفلوج ہو گیا ہو۔

اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔ کتنی ہی دیر وہ یہی سوچتی رہی کہ وہ کون ہے؟ وہ کہاں

ہے؟اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟وہ کس دنیا میں ہے؟کیا وہ زندہ ہے؟

اور پھر اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا۔وہ جھٹکے سے اٹھی۔درد کی لہر سارے بدن میں دوڑ گئی۔اس یاد آیا

وہ زوہیب کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔پھر زوہیب میڈیکل سٹور سے میڈیسن لینے کے لیے اترا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور پھر۔۔۔۔۔ایک آدمی اسے گاڑی سے زبردستی نکالتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر دو لوگ اسے بازو سے پکڑ لیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔پھر زوہیب آتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔پھر وہ آگے بڑھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔پھر اسے کندھے پہ گولی ماری جاتی ہے۔۔۔۔۔۔وہ دوبارہ آگے بڑھتا ہے۔۔۔۔پھر اسے مزید چار گولیاں لگتی ہیں۔۔۔

جیا نے زور سے آنکھیں بند کیں۔اس سب یاد آگیا تھا۔

پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور اٹھ کے بیٹھی۔وہ زمین پر لیٹی ہوئی تھی۔اس نے اپنے پاؤں دیکھے جو زنجیر میں بندھے ہوئے ہوے تھے۔خوف کی لہر تھی جو اسے برف سا ٹھنڈا کر گئی۔اس نے اپنے ارد گرد دیکھا۔اور آنکھیں پھیل گئی۔

وہ کوئی بہت بڑا ہال تھا جس کا رنگ جگہ جگہ سے اترا ہوا تھا۔ پورے ہال میں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ جو جیا کی طرح ہی بندھی ہوئی تھیں۔ کوئی لیٹی ہوئی تھی کوئی بیٹھی دیوار کو گھور رہی تھی۔ سب کے چہرے ویران تھے۔ بالکل خالی۔ بالکل سپاٹ۔ برسوں کی تھکن تھی ان چہروں پر۔ کسی کے ہونٹ پھٹے ہوئے تھے کسی کے چہرے پر مارنے سے نیل پڑے ہوئے تھے۔

جیا نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا۔

اسے کہاں لایا گیا ہے؟ کیوں لایا گیا ہے؟ یہ سب یہاں کیوں ہیں؟ ان کے ساتھ کیا ہو گا؟ میرے ساتھ کیا ہو گا؟

غرض ہزاروں سوال اس کے ذہن میں امڈ رہے تھے۔

اس نے ساتھ بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔ جو ایسے بیٹھی تھی جیسے زندہ ہی نا ہو۔

اس بولنا چاہا مگر حلق میں تو کانٹے چبتے محسوس ہو رہے تھے۔ پیاس سے ہونٹ خشک تھے۔

اس نے بمشکل آواز نکالی

"س۔۔۔۔۔۔۔۔۔سنو۔"

جیا نے لڑکی کو مخاطب کیا۔ مگر وہ ہلی بھی نہیں تھی۔

"بات سنو۔۔۔۔۔۔"

اب کے اس نے تھوڑا اونچا کہا۔ لڑکی نے اس کی طرف رخ کیا۔ اس کی بائیں آنکھ کی طرف زخم کا نشان تھا۔

"یہ کونسی۔۔۔۔ج۔۔۔۔۔۔جگہ ہے؟۔۔۔مجھے کیوں لے۔۔۔۔کر۔۔۔۔۔آے یہ۔۔۔یہ لوگ؟ت۔۔۔۔۔۔۔تم لوگ۔۔۔۔۔۔۔کیوں ہو۔۔۔۔یہاں؟"

جیا نے بہت مشکل سے اپنی بات مکمل کی۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

مگر وہ لڑکی اسے دیکھتی رہی۔ خاموش سی۔ بس دیکھتی رہی۔ اس کے آنکھیں سرخ آنگارہ ہو رہی تھی۔ جیا نے اپنی بات پھر دہرائی۔ وہ لڑکی زخمی سا مسکرائی اور بولی تو اس کے لہجے میں زمانے بھر کا دکھ تھا۔

"تمہیں نہیں پتا تم کہاں ہو؟ تمہیں نہیں پتا ہم کہاں ہے؟ تمہیں نہیں پتا ہمیں کیوں لایا گیا یہاں؟"

جیا نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ نہیں مجھے۔۔۔۔ نہیں معلوم۔

"تم کو۔۔۔۔۔ ہم سب کو۔۔۔۔ اغوا کر کے لایا گیا ہے۔ یہ لوگ اکیلی لڑکیوں کو دیکھ کے انہیں اغوا کرتے ہیں۔۔۔ انہیں یہاں لے آتے ہیں۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔ پھر انہیں باہر کے ترقی یافتہ ممالک میں فر۔۔۔۔ فروخت کر دیتے۔۔۔ یہ۔۔ یہ لوگ لڑکیاں سمگل کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ اور باہر کے ممالک میں ان لڑکیوں کو عیاش لوگ خرید کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ ایسا۔۔۔۔۔ مت کہو۔۔۔۔ پلیز ایسا مت کہو۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ مجھے بچا لیں۔۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔ں ابا مجھے لے جائیں۔۔۔۔۔۔ بابا مجھے بچا لیں۔۔۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔ حیا۔۔۔۔۔۔۔۔ زوہیب۔۔۔۔۔۔۔۔ پلیز آجاو۔۔۔۔۔۔ پلیز آجاو۔۔۔۔۔۔۔۔ میں مر جاوں گئی۔۔۔۔ پلیز کوئی آجاو۔۔۔۔۔"

جیا دونوں ہاتھوں سے سر تھامے رو رو کے فریاد کر رہی تھی۔ اسے اپنی دنیا اجڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے سب برباد ہوتا نظر آرہا تھا۔ اسے اپنے بابا کا چہرہ نظر آرہا

تھا۔اسے اپنی ماں کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔آج سے پہلے اس نے خود کو کبھی اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔ مگر وہ آج تھی۔آج وہ اکیلی تھی۔ بالکل اکیلی۔ کوئی بھی اس کے ساتھ نا تھا۔

کوئی بھی نہیں۔

زوہیب کے موبائل سے کسی نے گھر اطلاع دے دی تھی۔اور وہاں ہونے والے تمام صورت حال بھی بھی بتادی تھی کہ کیسے وہ لوگ اس کے ساتھ والی لڑکی کو گن پوائنٹ پے اغوا کر کے لے گئے۔کیسے زوہیب بچانے کے لیے بڑھا تو اس پر فائرینگ کی۔

سلمان صاحب کے گھر تو جیسے قیامت ہی ٹوٹ پڑی تھی۔عائشہ بیگم کا رو رو کے برا حال تھا۔ان کے دو بچے مشکل میں تھے وہ کیسے صبر کرتیں؟

سلمان صاحب فوراً بتائے ہوے ہاسپیٹل پہنچے۔اور اب پریشانی سے ہسپتال کے کوریڈور میں چکر لگا رہے تھے۔ بار بار پیسنہ صاف کرتے۔موبائل پر آتی کال چیک کرتے جو عائشہ بیگم کر رہی تھیں۔انہیں وہ کتنی دفعہ بتا چکے تھے کہ جیسے ہی کوئی اطلاع

ملی وہ بتادے گے مگر پھر بھی وہ ہر پانچ منٹ بعد کال کر تیں۔

اسی لمحے ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر آتا دکھائی دیا۔

سلمان صاحب جلدی ڈاکٹر کی طرف بڑھے اور پریشانی سے استفسار کرنے لگے۔

"سلمان صاحب! ہم نے اپنا کام کر دیا ہے۔ گولیاں نکال دی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ کوئی گولی بھی سینے پہ نہیں لگی۔ مگر لڑکے کا خون بہت ضائع ہو گیا ہے۔ اگلے چوبیس گھنٹے بہت کریٹیکل ہیں۔ اسے ان چوبیس گھنٹوں میں ہوش آجانا چاہے۔ ورنہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ آپ اللہ سے دعا کریں"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ڈاکٹر اپنی بات مکمل کر کے سلمان صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے حوصلہ دیتے آگے بڑھ گیا۔ اور سلمان صاحب پریشانی سے گھر اطلاع دینے لگے۔ انہیں جیا کی الگ پریشانی لگی تھی۔

کال حیا نے اٹینڈ کی تھی۔ وہ اسے زوہیب کا بتا رہے تھے۔

کال سننے کے بعد وہ عائشہ بیگم کو زوہیب کی طبیعت بتا رہی تھی۔

"اللہ میرے دونوں بچوں کی حفاظت فرما۔۔رحم فرما میرے مولا۔۔۔زوہیب ٹھیک ہو جاے میرا بچہ گھر آ جاے۔۔اور جیا۔۔۔۔اللہ میری بیٹی کی حفاظت کرنا۔میری بچی کی عزت تیرے ہاتھ میں ہے مالک۔اسے بحفاظت گھر بھیج دے۔۔میرے مالک ہم پر رحم فرما۔۔ہاے میری بچی کو پتا نہیں کہاں لے گئے وہ لوگ۔۔۔۔اللہ غارت کرے ایسے لوگوں کو۔جو ماں کا کلیجہ کاٹ کے لے جاتے۔۔۔اللہ پوچھے ایسے لوگوں کو۔۔۔کیا انکی بیٹیاں نہیں ہوتیں؟کیا ان کے دل نہیں کانپتے ایسے کرتے ہوے؟کیا انہیں رات کو نیند آ جاتی؟کیا انہیں مرنا یاد نہیں ہوتا حیا؟"

عائشہ بیگم روتے ہوے بولی جا رہی تھی۔اور حیا آج چپ بالکل چپ بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔اس نے عائشہ بیگم کو کوئی تسلی نہیں دی۔کوئی حوصلہ افزا الفاظ نہیں کہے۔وہ بس ان کے پاس بیٹھی فرش کو دیکھی جا رہی تھی

۔شور ڈال کے گھر سر پہ اٹھانے والی حیا خاموش تھی آج۔اس کے دماغ میں صرف ایک ہی بات گردش کر رہی تھی

"جیا اغوا ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔جیا اغوا ہو گئی ہے"

اور وہ جانتی تھی ایسے اغوا ہونے والی لڑکیوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔اسے لگ رہا تھا وہ اب

کبھی جیا کو دیکھ نہیں پائے گی۔۔۔اس کی دوست اس سے دور چلی گئی ہے۔۔۔جیا دور چلی گئی ہے۔۔۔۔جیا اب نہیں آئے گی۔۔۔جیا نہیں آئے گی۔۔۔

وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھی۔بوجھل قدم اٹھاتی لاونج سے باہر آئی۔دروازہ کھولا۔مگر آج آرام سے بند بھی کر دیا۔کوئی آواز پیدا نہیں کی۔۔۔آج کوئی پیچھے سے آواز دے کے چلانے والا نہیں تھا۔۔آج کوئی غصہ کرنے والا نہیں تھا۔

وہ اپنے گھر آئی۔سلمہ بیگم نے اس روک کے جیا اور زوہیب کا پوچھا۔مگر حیا نے ایک لفظ بھی نا بولا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھتی گئی۔تیز تیز سیڑھیاں اترنے اور چڑھنے والی حیا سے آج سیڑھیاں چڑھی نہیں جا رہی تھیں۔۔۔وہ ریلنگ کا سہارا لیتی قدم رکھ رہی تھی۔

پھر اچانک زینے سے پاؤں پھسلا اور وہ زور سے منہ کے بل گری۔۔۔۔

ہلکی سے سسکی منہ سے نکلی تھی جیسے وہ دبا گئی۔

پھر خود ہی ریلنگ کو پکڑ کر سیدھی ہوئی۔مگر اٹھی نہیں۔وہی سیڑھیوں کے بیچ ریلنگ سے سر ٹکائے بیٹھ گئی۔

آنکھوں سے آنسو متواتر بہہ رہی تھے۔

اسی لمحے حمزہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"آپی جان! آپ روئیں نہیں۔۔۔۔جیا آپی آجائے گی۔۔۔آپ نا روئیں پلیز"

حمزہ ننھے ہاتھوں سے اس کے آنسوں صاف کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"حم۔۔۔حمزہ۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔۔بچے ہو نا۔۔۔۔۔تو اللہ۔۔۔۔بچوں کی۔۔۔دعا سنتے ہیں۔۔۔۔۔تم میری۔۔۔۔۔۔۔۔میری جیا۔۔۔۔۔۔۔کے لیے۔۔۔۔۔دعا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیٹا میری جیا کے لیے دعا کرو۔۔۔۔۔۔اسے کچھ نا ہو۔۔۔۔۔۔۔پلیز دعا کرو۔۔۔۔۔۔۔ورنہ تمہاری آپی۔۔۔۔۔۔تمہاری آپی کو کچھ ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔ہیمی۔۔۔۔۔دعا کرو"

حیا اتنی آہستہ آواز میں بول رہی تھی کہ پاس بیٹھا حمزہ بمشکل سن پایا۔

"میں اللہ سے دعا کروں گا آپی۔آپ اٹھے اندر چلیں"

حمزہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اسے سہارا دیتا اندر لے گیا۔

بڑے سے ہال کا دروازہ کھولا اور دو آدمی آتے دکھائی دیئے۔جیا جو دیوار کے ساتھ سیمٹی بیٹھی تھی۔ایک دم سیدھی ہوئی۔

ان میں سے ایک آدمی کے ہاتھ میں بڑا سا بیلٹ تھا۔جیسے جانوروں کو مارنے کے لیے رکھا جاتا ہے۔

"کھانے کے لیے لائن بنا کے باہر چلو"

ان میں سے ایک نے رعب دار آواز میں کہا۔جواب میں لڑکیوں زنجیر میں بندھی پاؤں کے ساتھ چلتی لائن بنا رہی تھی۔زنجیر اتنی چھوٹی تھی کہ اس کے ساتھ صرف چلا جا سکتا تھا بھاگا نہیں۔

"نہیں کھانا ہمیں تمہارا حرام کا کھانا۔۔تم ذلیل اور گھٹیا انسان ہو۔اللہ کریں تمہیں کیڑے پڑے۔۔تم لوگ کتے کی موت مرو۔۔۔جنہوں نے ہمیں یوں قید میں رکھا ہے۔ہماری ماں باپ صدمے سے ہی مر گئے ہوں گے۔۔تم لوگوں پہ خدا کا قہر نازل ہو میری بدعا ہے۔۔۔"

ایک لڑکی چلا چلا کے ان دو آدمی کو کہہ رہی تھی۔

بیلٹ والا آدمی اس کی طرف بڑھ تو لڑکیوں کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ کیونکہ انہیں پتا تھا آگے کیا ہونے والا ہے۔ وہ لڑکی شاید نئی تھی جیسے معلوم نا تھا ورنہ وہ ان کے سامنے بولنے کی غلطی نا کرتی۔ جیا خاموشی سے اس آدمی کو لڑکی کی طرف جاتا دیکھ رہی تھی۔

پھر وہ آدمی اس لڑکی کے سامنے آیا جو حقارت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس آدمی نے اپنا بیلٹ والا ہاتھ بلند کیا اور لڑکی پر برسانا شروع کر دیا۔

لڑکی کی چیخیں ساری ہال میں گونج رہی تھی مگر کسی میں ہمت نا تھی کہ آگے بڑھ کے اس بچا لے۔

جیا نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ کے اپنی چیخیں دبانے کی کوشش کی۔ وہ شخص لڑکی کو بیلٹ سے مار رہا تھا جس کے چہرے پر جگہ جگہ خون رسنا شروع ہو چکا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر جیا اندر تک کانپ گئی۔

"اب تم میں سے جو بھی بولنے کی کوشش کرے گا۔ اس کا حشر اس لڑکی سے بھی بدتر ہو گا۔ سنا تم لوگوں نے؟"

جب وہ مار مار کے تھک گیا تو سب کو بلند آواز میں مخاطب کر کے کہا۔

"دو دن تک تمہیں نا کچھ کھانے کو ملے گا نا پینے کو۔ بھوکی پیاسی رہو گی تم۔ پھر تمہیں آئندہ بکواس کرنے کی جرأت نہیں ہو گی"

اس نے لڑکی کو غصے سے کہا اور باقی لڑکیوں کی لائن بنا کے باہر لے جانے لگے۔ جیا بھی کانپتے وجود کے ساتھ لائن کی طرف بڑھی۔ امی۔ بابا۔ ارسل۔ ثمن۔ زوہیب۔ حیا اس سب لوگ شدت سے یاد آ رہے تھے۔ آج اس کے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ بار بار بے دردی سے اپنی آنکھیں صاف کرتی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

باہر لا کے انہیں فرش پر بیٹھا دیا گیا۔ ان کے آگے ایک پیالی سالن کے لیے اور ایک گلاس رکھا گیا تھا۔

تین آدمی باری باری سب کے پاس آتے ایک سالن ڈالتا دوسرا ہاتھ میں روٹی دیتا اور تیسرا گلاس میں پانی ڈالتا۔ بیلٹ والا شخص بھی ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی بیلٹ تھا۔

جیا نے کھانے کو دیکھا۔سالن کیا تھا کوئی پتلا سا شوربہ تھا۔کس چیز کا؟ یہ وہ اندازا نا لگا سکی۔

گھر میں بنے ماں کے کھانے اسے یاد آرہے تھے۔بڑی بڑی گہری سیاہ آنکھیں پانی سے لبریز تھیں۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے نوالہ لیا۔اور اس نے جانا کہ آج سے پہلے اتنا بد ذائقہ کھانا اس نے زندگی میں نہیں کھایا۔

وہ کمرے کی لائٹ آف کیے بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔آنکھیں رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی تھیں۔

"کہاں چلی گئی ہو جیا؟۔۔۔۔۔۔ہم کہاں تلاش کریں تمہیں؟۔۔۔۔کون ظالم لوگ تمہیں ہم سے دور لے گئے ہیں؟۔۔۔۔۔۔تم کہاں ہو گی اس وقت؟۔۔۔۔۔۔کس حال میں ہو گی؟۔۔۔۔۔ٹھیک بھی ہو گی کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کس سے پوچھے ہم؟ کس کے پاس جائیں؟۔۔۔۔۔اوہ جیا ہم بہت پریشان۔ہیں۔۔۔پلیز آجاو۔۔۔۔۔پلیز واپس آجاو۔۔۔انکل آنٹی زوہیب کو دیکھے یا تمہیں تلاش کریں۔۔۔۔۔۔۔انہیں سنبھال لو آ کے جیا_____ اللہ اس کی حفاظت

کرنا۔۔۔میرے اللہ ہماری جیا کو کچھ نا ہو۔اللہ ہم پہ رحم فرما۔اللہ تو رحمان ہے مالک تجھے تیری رحمت کا واسطہ اس کی عزت کی حفاظت کرنا۔۔۔اللہ میری دعا سن لیں پلیز۔۔"

وہ خشک ہونٹوں سے اللہ کے آگے فریاد کر رہی تھی۔چہرہ آنسوں سے تر تھا۔

ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق زوہیب کو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ہوش آجانا چاہے تھا۔اور آج تیسرا روز تھا۔مگر زوہیب کو ہوش نہیں آیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ بیگم نوافل پہ نوافل ادا کر رہی تھیں۔وہ اللہ سے اپنے دونوں بچوں کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں۔سلمان بس چپ ہو گئے تھے۔وہ اندر ہی اندر ختم ہوتے جا رہے تھے۔وہ پولیس میں رپوٹ درج کروانا چاہتے تھے۔مگر عائشہ بیگم نے انہیں یہ کہہ کے منع کر دیا کہ تھوڑا انتظار کر لیں۔ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ تاوان کے لیے فون کر لیں۔پولیس کو بتا کے ہم اپنی کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔سلمان صاحب عائشہ بیگم کی بات سمجھ گئے تھے۔سو وہ اب ان لوگوں کے فون کا انتظار کر رہے تھے۔یہ جانے بغیر کہ

وہ انہیں کبھی فون نہیں کریں گے۔

وہ اس وقت زوہیب کے پاس چیئر پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ حیا سلمان صاحب کے ساتھ ضد کر کے آئی تھی۔ ورنہ اس کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی اور امی بھی جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ مگر اس نے اگلے کی کب سنی تھی؟

"زوہیب بھائی! کب تک سوتے رہے گے؟۔۔۔۔۔۔اور کتنا سونا ہے؟۔۔۔۔آپ کو۔۔۔۔۔۔آپ کو کیا لگتا کہ یہ سونے کا وقت ہے؟۔ کیا واقع سونے کا وقت ہے؟۔۔۔۔آپ کو نہیں لگتا کہ یہ آپ کے اٹھنے کا وقت ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔آپ اتنے سیلفیش کیسے ہو سکتے کہ سب لوگ اتنی تکلیف سے گزر رہے ہیں اور آپ یہاں بستر پر لیٹے ہوے ہیں؟۔۔۔۔۔۔زوہیب بھائی۔۔۔۔۔۔۔آپ اٹھ جائیں اب۔۔۔۔۔۔۔اگر۔۔۔۔۔۔۔۔اگر آپ نہیں اٹھے تو۔۔۔۔۔۔۔۔تو جیا کو کون تلاش کرے گا؟۔۔۔۔۔۔سلمان انکل؟۔۔۔وہ بوڑھے انسان اکیلے کیا کیا کریں؟ وہ آپ کو دیکھے یا جیا کی فکر کریں؟۔۔۔۔۔۔انہیں آپ کے سہارے کی اس وقت سخت ضرورت ہے بھائی۔۔۔۔۔۔ہمیں آپ کی ضرورت ہے بھائی۔۔۔۔۔۔۔۔جیا کو

آپ کی ضرورت ہے بھائی۔۔۔اسے کہیں سے تلاش کر کے لیں آئیں۔۔۔۔اسے ڈھونڈ لیں بھائی۔۔۔۔۔۔۔۔ورنہ۔۔۔۔ورنہ ہم کبھی خوش نہیں رہ سکے گے۔۔۔۔۔۔۔۔جیا ہماری مسکراہٹ ہماری خوشیاں ہمارا سب کچھ ساتھ لے گئی ہے۔۔۔۔۔۔اسے واپس لیں آئے بھائی۔۔۔۔۔۔آپ بھی تو اس سے محبت کرتے ہے نا۔۔۔۔اپنی محبت کو بچا لیں بھائی۔۔۔۔۔۔اسے بچا لیں۔۔۔۔۔۔ہوش میں آئیں پلیز۔۔۔۔اتنے دن ہو گئے ہیں اب۔۔۔اب تو اٹھ جائیں۔۔۔۔اب تو اٹھ جائیں۔۔۔۔۔۔اب تو اٹھ جائیں زوہیب بھائی۔"

حیا نظر جھکاے روتے ہوے بولی جا رہی تھی۔جب اس نے زوہیب کے ہاتھ میں جنبش دیکھی۔اس نے فوراً نظریں اٹھا کے دیکھا۔اور۔۔۔اور وہ آنسوں میں بھی مسکرائی تھی۔

زوہیب آنکھیں کھولنے کو کوشش کر رہا تھا۔

"انکل۔۔۔۔۔آنٹی۔۔۔۔آنٹی۔۔۔زو۔۔۔۔زوہیب۔۔ب۔۔بھائی کو ہوش آگیا۔۔۔زوہیب بھائی کو ہوش آگیا"

وہ کہتے ہوے باہر عائشہ بیگم اور سلمان صاحب کو بتانے کے لیے دوڑی۔

وہ کوئی آدھی رات کا وقت تھا۔ تمام لڑکیوں کی طرح جیا بھی فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہاں بستر کے نام پر بس یہی فرش ہی تھا۔ جیا کو بے اختیار اپنا نرم و ملائم بستر یاد آیا تھا۔

انسان کو کوئی بھی نعمت تب ہی یاد آتی ہے جب وہ اس کے پاس نہیں رہتی ہے۔ ہم اپنی زندگی کی مصروفیات میں اتنا مگن ہوتے ہیں کہ ہمیں اندازا ہی نہیں ہوتا کہ اللہ نے ہمیں کیا کیا نعمتیں دے رکھی ہیں۔

وہ چاہے اچھا کھانا ہو اچھے کپڑے ہو یا اچھا گھر ہو۔ جب سب ہوتا ہے تو ہمیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ ہمارے پاس اللہ کا دیا اتنا سب کچھ ہے۔ مگر ہم پھر بھی شکر نہیں کرتے ہیں۔ ہمیں تب شکر کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ہم تو اللہ کے سامنے تب بھی اپنی خواہشات کی لمبی فہرست رکھ رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے پہلے سے دی ہوئیں نعمتوں کا تو شکر کبھی ادا ہی نہیں کیا ہوتا ہے۔

اور جیا کو بھی اپنی آرام دہ زندگی یاد آ رہی تھی۔ کیا نہیں تھا اس کے پاس؟ اچھا گھر اچھا رزق اچھا لباس۔ ماں باپ بہن بھائی دوست۔ سب کچھ تو تھا اس کے پاس۔ مگر۔۔۔۔۔۔۔ مگر کیا اس نے کبھی ان چیزوں کے لیے اللہ کا شکر ادا کیا تھا؟

جیا آج اپنا محاسبہ کر رہی تھی۔اور انسان تب ہی تو محاسبہ کرتا ہے جب وہ اکیلا ہو جاتا ہے ۔جب وہ ساری دنیا سے کٹ کر تنہا ہو جاتا ہے۔جب اس کی ساری امیدیں صرف اللہ سے جڑ جاتی ہیں۔جب اسے کوئی بچانے نہیں آتا ہے تو تب ہی تو انسان اللہ کی طرف پلٹتا ہے۔تب ہی تو اپنے گناہ اپنی کوتاہیاں یاد آتی ہیں۔اور جنہیں اپنے گناہ یاد آجائیں جنہیں اپنی نافرمانیاں اپنی کوتاہیاں یاد آجائیں اور ندامت سے سر جھک جائیں تو اللہ تب ہی تو راضی ہوتا ہے۔اللہ تو انسان کے لوٹ آنے کا ہمیشہ انتظار کرتا ہے۔یہ تو انسان ہے جو زندگی کی آسائیشوں میں کھو کر اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔کبھی رب بھی بندوں کو بھولا ہے؟

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ فرش پر لیٹی سوچی جا رہی تھی۔اپنی گزشتہ زندگی کا موازنہ ان دنوں سے کر رہی تھی۔پہلے سب تھا۔اب کچھ بھی پاس نہیں تھا۔

وہ اٹھی۔اور ہال کے آخر میں بنے باتھ رومز کی طرف چل پڑی۔ایک ہفتے سے پاؤں مسلسل زنجیروں میں جکڑے ہونے کی وجہ سے زنجیر والی جگہ پر زخم بن چکے تھے۔اسے چلنے میں مشکل ہو رہی تھی۔مگر پھر بھی وہ چل رہی تھی۔اس کے پاؤں میں سلیپرز بھی نہیں تھے۔نا جانے وہ کہاں کھو گئے تھے؟

وہ وضو کر کے باتھ روم سے باہر نکلی۔اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ہال کی خالی جگہ پر آ گئی۔

دوبٹہ نماز کے انداز میں اوڑھا اور فرش پر ہی نفل کی نیت باندھ لی۔وہاں کوئی جائے نماز نا تھا۔ایسی جگہوں پر جائے نماز رکھتا کون تھا؟

نفل ادا کرنے کے بعد وہ وہی بیٹھی تسبیح پڑھتی رہی۔رات کے اس پہر اللہ کا ذکر اسے عجیب سا سکون دے رہا تھا۔

نا جانے کتنی ہی دیر وہ بیٹھی ذکر کرتی رہی اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو سارے الفاظ دم توڑ گئے۔کوئی آنسوؤں کا سیلاب تھا جو آنکھوں سے امڈ امڈ کے باہر آ رہا تھا۔وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔وہ صرف رو رہی تھی۔وہ بھی اللہ کے سامنے۔اور اللہ کے سوا کون ہمارے آنسوؤں کی زبان سمجھ سکتا ہے؟

وہ روتے ہوے ہی سجدے میں چلی گئی۔اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں ہال میں گونج رہی تھیں۔

"میری اوجڑی و بکھری و ویران زندگی کو

تیرے اک "کن" کی ضرورت ہے_____ربا"

)حیا جہاں(.

زوہیب کو ڈسچارج ہوے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔لیکن ابھی اس کے زخم مکمل طور پر مندمل نہیں ہوئے تھے۔اس کا علاج ابھی جاری تھا۔

زوہیب نے بھی سلمان صاحب کی طرح پولیس میں رپوٹ درج کروانے کو کہا تھا۔عائشہ بیگم اب بھی راضی نا تھی۔ان کا کہنا تھا ایک دفعہ رپورٹ درج ہو گئی تو پولیس اپنے طریقے سے تفشیش کرے گی اور ہماری بیٹی پر طرح طرح کے الزام لگا کے اس کا کردار مسخ کر دے گئی۔اور لوگ میری بیٹی کو ہی قصوروار سمجھے گے۔لیکن سلمان صاحب نے انہیں یہ کہہ کر چپ کروادیا کہ انہیں اپنی بیٹی چاہیئے بس لوگ جو بھی کہے انہیں پروا نہیں ہے۔سو انہوں نے رپوٹ کروادی تھی۔جیا کو اغوا ہوے پندرہ دن گزر گئے تھے۔مگر پولیس کو کچھ معلوم نا ہو سکا۔

عائشہ بیگم سلمان صاحب زوہیب حیا سب کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔مگر جیا کا کچھ

پتا نا چل رہا تھا۔

حیا روز جیا کے گھر آتی مگر سب نے دیکھا کہ اب وہ دروازہ اتنی خاموشی سے کھولتی کہ کسی کو معلوم بھی نا ہوتا کہ کوئی آیا ہے۔ وہ جیا کے کمرے میں گھنٹوں بیٹھی اس کی اور اپنی باتیں یاد کرتی رہتی اور جیا کی ایک ایک چیز کو چھو کے دیکھتی اور آنسو بہاتی رہتی تھی۔ عائشہ بیگم پیچھے سے سارا منظر دیکھتی مگر وہ بھی نم آنکھیں لیے واپس پلٹ جاتیں۔ اسے کچھ نا کہتیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہال کا دروازہ کھلا اور تین لوگ اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کے کان میں کوئی سرگوشی کی اور وہ سر ہلا کے آگے بڑھا۔ بیلٹ ہاتھ میں لیے آج بھی وہ آدمی ان کے ساتھ تھا۔

وہ چند ایک لڑکیوں کو الگ کر کے دوسری طرف کھڑا کرنے لگا۔ جیا خوف سے خود میں ہی سمیٹی جا رہی تھی۔ وہ ان پندرہ لڑکیوں کو لائن بنا کے ساتھ لے گئے۔

"رابی! یہ انہیں کیوں لے گئے ہیں؟"

اس نے ساتھ والی لڑکی سے پوچھا۔ جس کا نام رابی تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جس سے جیا نے پہلے دن بات کی تھی۔

"وہ انہیں لیے گئے ہیں جیا۔ وہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گی۔۔۔۔ وہ نہیں باہر سپلائی کے لیے لے گئے ہیں۔ وہ انہیں اب آگے بیچ دے گے۔۔۔۔۔ جیا۔۔۔۔ ایک۔۔۔۔۔ دن۔۔۔ ایک۔۔۔ دن یہ لوگ ہمیں بھی لے جائیں گے۔۔۔۔۔"

جیا نے منہ پر ہاتھ رکھ کے اپنی چیخیں دبائیں۔

"نہیں۔۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ میں مر جاوں گی۔۔۔ مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔۔۔۔۔ مجھے گھر جانا ہے۔۔۔۔۔ مجھے اپنوں کے پاس جانا ہے۔۔۔۔۔"

جیا جیا بار بار ایک ہی بات کہی جا رہی تھی۔ اور رابی اسے دکھ سے دیکھ رہی تھی۔

"جیا! ہم اپنے گھر کبھی نہیں جا سکیں گی۔۔۔۔۔۔ ہم اپنوں سے کبھی نہیں مل سکے گی۔۔۔۔ ہم یہاں سے نہیں نکل سکتیں۔۔ یہاں انہوں نے ہمارے جانے کے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔۔۔ اور ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم ہیں کہاں ہیں۔۔۔ یہ

کونسی جگہ ہے۔۔۔ ہمیں کچھ بھی نہیں پتا۔۔۔"

"مجھے میرے گھر والے یاد آتے ہیں۔۔ میں۔۔۔۔ان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔امی۔۔۔ بابا۔۔۔ ثمن۔۔ارسل۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔اور حیا۔۔مجھے سب بہت یاد آتے۔۔۔مجھے سب کے پاس جانا ہے۔۔۔۔۔۔میرے۔۔۔۔۔میرے بابا ہارٹ پیشنٹ ہیں۔۔۔۔۔ کہیں انہیں کچھ ہونا جائے۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پتا نہیں وہ۔۔۔۔۔وہ زندہ بھی ہوگا کے نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اسے۔۔۔۔۔بہت گولیاں ماری تھیں ان ظالموں نے۔۔۔۔۔۔۔۔اگر وہ مر گیا تو۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ نہیں پلیز۔۔۔۔"

"حوصلہ رکھو جیا۔ تمہارے رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ہمارے اپنوں کو ہماری طرح یہ جدائی برداشت کرنی ہوگی۔"

"ہمم۔ تم کب سے ہو یہاں پر؟"

جیا نے اپنے آنسوں صاف کرتے ہوے پوچھا۔

"تمہارے آنے سے پانچ دن پہلے ہی مجھے اغوا کر کے لایا گیا تھا۔ میں اپنے پانچ سالا بیٹے

کے لیے سکول یونیفارم لینے آئی تھی۔میں نے اپنے بچے کو سکول داخل کروانا تھا اگلے دن۔میرا بلال بہت خوش تھا کہ وہ صبح سکول جائے گا۔۔۔مگر۔۔۔ان ظالموں نے مجھے میرے بیٹے سے دور کر دیا۔۔مجھے میرے شوہر سے دور کر دیا۔۔۔۔میرا معصوم سا بچہ کیسے رہتا ہو گا میرے بغیر۔۔۔۔۔۔مجھے بھی ان کی یاد آتی ہے جیا۔میرے دل میں بھی آگ لگی ہے۔۔۔مجھے رات کو نیند نہیں آتی جیا۔۔مجھے میرے بیٹے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔مگر میں صرف اللہ سے دعا کر سکتی ہوں۔۔اور دعا مومن کا ہتھیار ہوتی ہے"

وہ اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہو چکی تھی۔اور جیا اسے سنتے اپنا غم کچھ دیر کے لیے بھول چکی تھی۔اسے اندازا نہیں تھا کہ وہ لڑکی جو اتنے دن سے اسکے ساتھ تھی۔وہ ایک ماں بھی ہو سکتی ہے۔جیا سمجھ سکتی تھی کہ ایک ماں اپنے بچے کے بغیر کیسے رہ رہی ہو گی۔یقیناً وہ بہت تکلیف میں تھی۔اور اتنے دن سے اس نے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔نا ہی جیا کو ہوش تھا پوچھنے کا۔وہ بس جیا کو ہی حوصلہ دیتی رہتی تھی۔جیا نے دل ہی دل میں اس کے صبر کو سراہا تھا۔

"حیا! کب سے لیٹی ہو یہاں صوفے پر۔بیٹا اندر کمرے میں جا کے لیٹ جاو نا۔"

سلمہ بیگم لاونج میں آتی ہوئی حیا کو دیکھ کے بولی جو کب سے آنکھیں بند کیے صوفے پر پڑی تھی۔

سلمہ بیگم کے بولنے پر بھی وہ نا ہلی۔پھر انہوں نے اسے بازو سے پکڑ کر ہلایا۔مگر وہ تب بھی نا اٹھی۔

"حیا! حیا! کیا ہوا۔۔۔اٹھ کیوں نہیں رہی۔۔۔حیا آنکھیں کھولو بیٹا۔۔۔ارے امن بیا کہاں ہو پانی لاو بہن کے لیے"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سلمہ بیگم حیا کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔انہیں پتا تھا کہ اسے بخار ہے وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ میڈسن کے زیر اثر سو رہی ہے۔مگر وہ تو پتا نہیں کب کی بے ہوش پڑی تھی۔اور فاروق صاحب بھی آفس ابھی آفس میں تھے۔

امی نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو اس کے وجود میں ہلکی سی حرکت ہوئی تھی اور اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔امی کی سانس میں سانس آئی۔

"بیا! جا میرا فون لا کے دے مجھے۔میں زوہیب کو کال کروں۔وہ گھر پہ ہی ہوتا

ہے۔جاو جلدی"

بیا نے ماں کو موبائل لا کے دیا تو انہوں نے زوہیب کو کال کر کے کہا کہ وہ حیا کو ہسپتال لے جانے میں ان کی مدد کرے۔

زوہیب دو منٹ میں ہی گاڑی باہر لے آیا تھا۔

حمزہ پریشان سا حیا کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے بچے۔۔۔تم پریشان کیوں ہوتے ہو۔۔۔۔۔تمہاری آپی بالکل ٹھیک ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے حمزہ کے گال پر ہاتھ لگاتے ہوے کہا۔جواب میں وہ آگے کو جھکا اور حیا کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

اتنے میں زوہیب بھی آگیا تھا۔وہ لوگ حیا کے منع کرنے کے باوجود اسے ہسپتال لے گئے تھے۔اسے بہت دن سے مسلسل بخار تھا۔وہ پین کلر لے لیتی مگر ہاسپیٹل نا جاتی تھی۔آج سلمہ بیگم نے اس کی ایک نہیں سنی تھی۔

فاروق صاحب کے ہسپتال آنے کے بعد زوہیب گھر آ گیا تھا۔ڈاکٹر نے حیا کو ایڈمٹ کر لیا تھا۔اس کا بخار بگڑ کر ٹائفیڈ کی صورت اختیار کر چکا تھا۔

جیا کو کے لاپتہ ہوے ایک مہنہ ہو چکا تھا۔زوہیب اور سلمان صاحب نے اسے تلاش کرنے کی جو کوششیں کر سکتے تھے۔کر لی تھیں۔مگر انہیں جیا کا کہیں سے کچھ پتا نا چلا۔پولیس بھی اسے تلاش کرنے میں ناکام رہی تھی۔

اور یہ انہی دنوں کی بات ہے جب جیا کے سسرال والے گھر آے تھے۔زوہیب ۔سلمان صاحب اور عائشہ بیگم سب ہی بیٹھے ہوے تھے۔جب لڑکے کی ماں نے بات شروع کی۔

"دیکھے بھائی صاحب اور عائشہ بہن! ہم پورے ایک مہینے سے اپنی خاندان والوں کی طرح طرح کی باتیں سن رہے ہیں اور برداشت بھی کر رہے ہیں۔ارے لوگ باتیں بنا رہے ہیں کہ ان کی ہونے والی بہو شادی سے کچھ دن پہلے ہی غائب ہو گئی۔بس اب اور نہیں ہم سن سکتے۔ہم معذرت کرتے ہیں آپ لوگوں سے۔آپ کی بیٹی اگر آج واپس بھی آجاتی ہے تو معاف کرنا بھائی صاحب ایک مہینے سے جو لڑکی گھر نہیں آئی وہ اس قابل ہو گی کہ ہم اسے اپنے بیٹے کی عزت بنا کے لے جائیں؟ارے خدا جانے یہ

اس کا اپنا ہی منصوبہ ہو کسی کے ساتھ بھاگنے۔اور نا جانے کس کے ساتھ منہ کالا کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

مگر زوہیب نے ان کے بات مکمل نا ہونے دی۔

"اپنی زبان کو لگام دیں میڈم!۔آپ کیا رشتہ توڑے گی ہم خود یہ رشتہ توڑتے ہیں۔آپ جیسے گھٹیا لوگوں کو ہم اپنی لڑکی دینا بھی نہیں چاہتے۔جو اپنی بیٹیاں ہونے کے باوجود دور سروں کی بیٹیوں کی کردار کشی کرتے ہیں۔جیا ایسی نہیں جیسا آپ سمجھ رہی ہیں۔مگر آپ لوگ جیا کے قابل ہی نہیں ہیں۔جا سکتی ہیں آپ۔

"ارے لڑکے توں بڑا بڑھ چڑھ کے بول رہا ہے۔اگر اتنا ہی پار سا تھی وہ تو تم نے خود کیوں نہیں کر لی اس سے شادی؟ مگر کیسے کرتے۔لڑکی میں ہی کوئی عیب ہو گا۔تبھی تو شادی کے کچھ روز قبل ہی نا جانے کس کے ساتھ بھاگ نکلی"

"اگر۔۔۔۔۔اب۔۔۔۔۔۔ایک۔۔۔۔۔۔لفظ بھی جیا کے خلاف منہ سے نکالا نا آپ نے۔تو میں آپ کی زبان کاٹ دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔سنا آپ نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔سنا کہ دوبارہ دہراؤں؟۔۔۔۔ابھی اور اسی وقت یہاں سے دفع ہو جائیں ورنہ میں دھکے دے کے نکال دوں گا آپ کو۔۔چلے جائیں یہاں سے۔"

زوہیب غصے سے دھاڑا تھا۔ سلمان صاحب اور عائشہ بیگم نے آج سے پہلے زوہیب کو کبھی اتنا اونچا بولتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ حیران سے کھڑے ساری صورت حال دیکھ رہے تھے۔

وہ لوگ جا چکے تھے۔ اور زوہیب کھڑا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔ اس کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔

عائشہ بیگم نے اسے پانی لا کے دیا مگر اس نے نہیں پیا اور باہر نکل گیا۔

وہ سڑک پر بے مقصد گاڑی دوڑا رہا تھا۔ اسے جیا کی گمشدگی چین نہیں لینے دیتی تھی۔ وہ گھوم پھر کر گاڑی وہاں لے آیا جہاں سے وہ لوگ جیا کو اس سے چھین کے لے گئے تھے۔ وہ گاڑی سے باہر نکلا۔ اور اس جگہ کو دیکھنے لگا۔

"کہاں کھو گئی ہو جیا۔۔۔۔ تمہیں کہاں سے لاؤں میں۔۔۔۔ کہاں تلاش کروں تمہیں۔۔۔۔۔۔ اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں میں۔۔۔ میں کہاں جاؤں جیا جہاں مجھے سکون مل سکے۔۔۔۔ میرا سارا سکون تو تم لے گئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ کہیں سے آ جاو بس۔۔۔۔ کہیں سے واپس آ جاو جیا۔۔۔۔۔ ایک بار تم مجھے مل جاو میں ساری دنیا سے چھپا کے رکھوں گا تمہیں۔۔۔ اور ایک بار مجھے ان لوگوں کا پتا چل جائے جو

تمہیں لے گئے ہیں میں۔۔۔۔۔میں ان کا وہ حشر کروں گا کہ دنیا دیکھے گئی۔۔۔۔۔۔بس تم مل جاو۔۔۔۔۔۔۔جیا مجھے مل جاو۔۔۔۔۔۔جیا آ جاو ۔۔۔۔۔۔۔جیا پلیز آ جاو"

وہ وہی گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا۔ سر دونوں ہاتھوں میں لیے وہ کسی دیوانے کی طرح جیا کو پکار رہا تھا۔

مگر کوئی اس کی پکار سننے والا نا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"امی! کیا جیا کبھی واپس نہیں آے گی؟"

حیا ہسپتال کے بستر پر لیٹی چھت کو دیکھتے ہوے پاس بیٹھی ماں سے پوچھ رہی تھی۔

"اللہ نے چاہا تو وہ ضرور واپس آے گی حیا۔ تم نے اس کے جانے کا روگ کیوں لگا لیا ہے بیٹا؟ تمہارے ایسے رہنے سے وہ واپس تو نہیں آ جاے گی۔ وہ تب ہی آے گی جب اللہ پاک کا حکم ہوا۔۔۔۔میرا دل کٹتا ہے تمہیں یوں بستر پر لگے دیکھ کر۔۔۔اپنی حالت دیکھو صدیوں کی بیمار لگتی ہو بیٹا۔ تمہیں ہم پر رحم نہیں آتا کیوں دکھ

دیتی ہو ہمیں؟ کیا جیا ہی تمہارا سب کچھ تھی جو اس کے جانے کے بعد تم سب سے کٹ گی ہو۔ ہم تمہارے کچھ نہیں لگتے؟ تم ہمارے لیے خود کو سنبھال نہیں سکتی؟ ہمارا نہیں تو ہیمی کا ہی خیال کر لو۔ وہ بچہ تمہیں ایسی حالت میں دیکھ کے پریشان ہوتا ہے۔ نصیب میں ہوا تو وہ آجا گی واپس۔ اور اگر نہ آئی تو تم کیا اپنی جان دے دو گی اس کے غم میں؟"

""امی۔۔۔ امی اللہ نا کرے جیا کبھی واپس نا آے۔۔۔۔ وہ آے گی۔۔۔۔ وہ ضرور آے گی امی۔۔۔۔ میرا دل کہتا ہے وہ آے گی۔۔۔ وہ آے گی امی۔ میں بہت دعائیں کی ہیں۔ اللہ میری دعا ضرور قبول کرے گا۔"

وہ اپنی ہی دھن میں بولی جا رہی تھی۔ اور سلمہ بیگم اسے دکھ سے دیکھ رہی تھی۔

وہ کوئی بہت ہی شاندار قسم کا ڈرائنگ روم تھا۔ چھت پر لائیٹوں سے مزین فانوس لٹک رہے تھے۔ جگہ جگہ قیمتی شو پیس رکھے ہوے تھے۔ فرش پر نرم و ملائیم قالین بیچھے تھے جن کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ جو آنکھوں کو بہت اچھا محسوس ہوتا تھا۔ مہنگے ترین صوفے چاروں طرف رکھے گئے تھے۔ اور انہیں میں سے دو آمنے سامنے والے صوفوں پر دو لوگ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے قیمتی سوٹ میں ملبوس آپس میں باتیں کر رہے

تھے۔جن کی عمریں چالیس پچاس کے قریب تھیں۔

"جی سیٹھ صاحب بڑے عرصے بعد ہمیں شرف ملاقات بخشا ہے آپ نے"

ملک ہشمت نے خوشگوار موڈ میں کہا۔

"ارے ہشمت صاحب آپ کو تو پتا ہے میں پچھلے ایک مہینے سے ملک سے باہر تھا۔وہ کچھ نئے لوگ سے کاروبار بڑھانے کے لیے میٹنگ وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔میں چاہتا ہوں کہ ہمارا مال مزید ممالک میں بھی جاے۔بھئی ہم نے بھی تو ترقی کرنی ہے نا"

سیٹھ صاحب نے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ لیے کہا۔جواب میں ملک ہشمت بھی اسی طرح مسکریا تھا۔

"تو پھر سیٹھ صاحب کیا خدمت کروں میں آج آپ کی۔بھئی بغیر خدمت کیے تو جانے نہیں دوں گا میں آپ کو"

ملک ہشمت نے ایک آنکھ دباتے ہوے کہا۔

"ہاہاہا۔آپ کو سب معلوم ہے تو دیر کس بات کی؟ارے دل بہت بے چین ہے۔اگر کوئی پری مل جاے تو ساری تھکاوٹ اتر جاے گی"

"ارے آپ فکر ہی نا کریں۔ابھی انتظام کرتا ہوں"

ملک ہشمت نے پاس کھڑے ملازم کو اشارہ کیا وہ فوراً اس طرف دوڑا"

"ایسا کرو شیرو (ملازم) سیٹھ صاحب کے لیے کمرہ تیا کروا دو۔اور ہال سے چار پانچ چاند چہرے لا کے ہمارے سیٹھ صاحب کو دکھاو۔"

ملک ہشمت نے ملازم کو حکم صادر کیا جو سنتے ہی وہ سے چلا گیا۔

ہال کا دروازہ کھلا تھا اور باہر سے ایک دم روشنی اندر آئی۔

وہی تین لوگ اندر آے۔آج بھی بیلٹ والا آدمی ساتھ ہی تھا۔جیسے دیکھ کے جیا کو عجیب سی وحشت ہوتی تھی۔

وہ لوگ چار لڑکیوں کو الگ کر چکے تو جو سر جھکاے آنسوں بہا رہی تھیں ان چہرے پر صرف بے بسی تھی۔

اور پھر۔۔۔۔۔۔اور پھر ایک نے جیا کی طرف اشارہ کیا۔اور جیا کو لگا کہ ہال کی ساری چھت اس پر گر گی ہے۔اور اسے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔مگر وہ مر نہیں رہی۔وہ مر

جانا چاہتی تھی۔ پھر وہ مر کیوں نہیں رہی تھی؟؟

غرض وہ جیا کو بھی ان چار لڑکیوں کے ساتھ باہر لاونج میں لے گئے۔ اور ان کے سیٹھ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ جو اپنی غلیظ نظروں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ ساری لڑکیاں سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑی تھیں۔ یہ بس جیا ہی تھی جو قہر آلود نظروں سے اس سیٹھ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کا منہ نوچ لیں جو اتنی گندی نظریں اس پر ڈال رہا تھا۔

اور پھر سیٹھ کی انگلی جیا پر آ کے رک گئی۔

"یہ لڑکی۔۔اسے میرے کمرے میں تیار کروا کے بھیج دیا جائے"

اور جیا کی تو سن کے جیسے جان ہی نکل گئی۔ دو آدمی آگے بڑھے اور اسے پکڑ کر لے گئے۔ وہ چیختی چلاتی رہی مگر وہاں کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

اسے زبردستی تیار کر کے سیٹھ کے کمرے میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ کوئی بہت بڑا بیڈ روم تھا جسے کسی دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ یا یوں کہہ لیں حرام

کا پیسہ جی بھر کے لگایا گیا تھا۔

وہ سارے کمرے کا جائزہ لیتی بار بار آنسو صاف کر رہی تھی۔ جیا کھڑکیوں کی طرف بڑھی۔ اس نے اونچائی کا اندازا لگایا تو اسے معلوم ہوا وہ کبھی بھی اتنی اونچائی سے نیچے نہیں اتر سکتی تھی۔ اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اسے ہر حال میں اپنی عزت بچا کے یہاں سے جانا تھا۔

ابھی وہ کھڑکیوں کے پاس ہی کھڑی تھی جب دروازہ کھلا اور وہی شخص اندر آتا دکھائی دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا اندر تک کانپ گئی تھی۔

"سیٹھ کمال کہتے ہیں مجھے۔ تمہارا کیا نام ہے؟"

وہ جیا کی طرف آتا ہوا بولا۔ جبکہ وہ خوف سے پیچھے کو ہٹی تھی۔

"مجھے جانے دو۔ میں۔۔۔۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔۔۔۔ پلیز مجھے جانے دو۔۔۔۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں _____ میرا ساتھ ایسا نا کرو۔۔۔۔۔ دیکھو تمہاری بھی تو کوئی بیٹی ہو گی نا۔۔۔ میں بھی تو تمہاری بیٹی کی عمر کی

ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔رحم کرو مجھ پر پلیز رحم۔۔۔۔۔۔"

وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑے فریاد کر رہی تھی۔واسطے دے رہی تھی۔مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جب انسان شیطان کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اسے کسی فریاد کسی کی التجا کچھ نظر نہیں آتا۔اسے صرف اپنے نفس کو خوش کرنا ہوتا ہے۔چاہے کوئی کتنا ہی بے بس ہو اس کے آگے۔

"تمہیں جانے دوں؟ہاہاہا۔تمہیں جانے ہی دینا ہوتا تو یہاں لاتا ہی کیوں۔۔اور فکر کیوں کرتی ہو ایک رات کی ہی تو بات ہے۔کیوں اپنی اتنی پیاری آنکھوں کو رو رو کے مصیبت میں ڈال رہی ہو۔"

وہ رکا نہیں۔جیا قدم قدم پیچھے ہٹ رہی تھی اور وہ اتنا ہی آگے بڑھ رہا تھا۔

"اس کمرے سے کہاں بھاگ کے جاو گی؟اس لیے آرام سے میری بات مان لو اس طرح پیچھے ہٹنے سے تم بچ تو نہیں جاو گی۔تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا ہاہا۔۔"

وہ مزید آگے بڑھا یہاں تک کے جیا پیچھے ہٹتی ہٹتی دیوار سے جا لگی۔اور سیٹھ اس کے بالکل قریب آ کر ایک ہاتھ دیوار سے ٹکا کہ جیا کی طرف جھکتا ہوا بولا:

"اب تو دیوار بھی ختم ہو گئی ہے۔اب کہاں تک جانا ہے؟ میں نے کہاں نا تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔سالوں سے تیری جیسی کئی آئیں اور گئی۔مگر سیٹھ کمال سے کوئی بچ نا سکی۔تم کیا چیز ہو بھلا"

"حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ۔

"مجھے اللہ ہی کافی ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا رب ہے۔"

جیا کے ہونٹوں بے ساختہ نکلا۔

"ہاہا۔۔۔مجھے زبردستی کرنے پر مجبور مت کرو لڑکی"

"حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ۔"

جیا نے پھر سے دہرایا۔اور سیٹھ نے اسے پکڑ کر جھٹکے سے بیڈ پر پھینکا اور خود کوٹ اتارنے لگ گیا۔

اور اسی لمحے اسے حیا کی کہی ہوئی بات یاد آئی تھی۔نا جانے اس نے کب کہی تھی؟

"جیا! کبھی کبھی زندگی میں ایسی آزمائش بھی آتی ہے جس کا مقابلہ ہمیں اکیلے ہی کرنا

ہوتا ہے۔ کوئی ہماری مدد کے لیے نہیں ہوتا۔ تب وہ وقت ہوتا جب ہمیں ہماری جنگ خود ہی لڑنا ہوتی ہے۔۔ وہاں صرف ہم ہوتے اور ہمارا برا وقت ہوتا بس۔

اور جب کبھی عزت اور زندگی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو آرام سے موت کو گلے نہیں لگا لینا چاہیئے۔ بلکہ اپنی زندگی اور عزت دونوں کو بچانے کے لیے اتنا ضرور لڑنا چاہیئے جتنا آپ لڑ سکتے ہیں۔ لڑتے رہیں یہاں تک کہ آپ مر جائیں یا اگلہ مر جاے۔ مگر لڑنا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا بھی سوال ہو گا کہ آپ اپنی زندگی اور عزت بچانے کے لیے کیوں نہیں لڑے؟"

اور وہ جھٹکے سے اٹھی۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بنا وہ قد آور آئینے کی طرف بڑھی۔ پرفیوم کی بوتل اٹھائی اور پوری قوت سے آئینے کو دے ماری۔ پورے کمرے میں شیشہ ٹوٹنے کی آواز گونجی تھی۔ اس نے بڑا سا نوکیلا شیشے کا ٹکرا اٹھایا۔

یہ سب اتنی جلدی میں ہوا کہ سیٹھ کھڑا بس سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سیٹھ کمال صاحب! میں اتنی کمزور نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ کوئی بھی لڑکی کمزور نہیں ہوتی ہے۔ بس اسے اپنی طاقت کا اندازا نہیں ہوتا۔۔۔ اب۔۔۔ اگر میری طرف بڑھنے کی کوشش کی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔"

وہ شیشہ ہاتھ میں لیے ہوے بولی۔

"ہاہا۔۔۔ایک چھوٹے سے شیشے سے ڈرا رہی ہو مجھے۔۔ہاہاہا۔۔۔ بڑی دیکھی ہیں تم جیسی۔جو پہلے اتنا ہی شور کرتی۔ مگر سیٹھ کمال کے آگے تم جیسی چیونٹیوں کی کیا اوقات ۔ہاہاہا۔۔۔"

وہ آگے بڑا مگر جیا پیچھے نہیں ہٹی۔

"حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ"

وہ مزید آگے بڑھ۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ"

وہ زیر لب آیت دہرا رہی تھی۔

"وہی رک جاو۔ورنہ میں۔۔۔۔۔میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔"

وہ نہیں رکا۔بلکہ شیطانی مسکراہٹ لیے آگے بڑھتا گیا۔

جیا کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ"

"میں کہتی ہوں رک جاو۔"

جیا نے آخری بار کہا۔

"مجھے کوئی نہیں روک سکتا"

"رک جاو"

"نہیں رکوں گا"

NEW ERA MAGAZINE .com

اور پھر کمرے کی خاموش دیواروں نے دیکھا کہ کمزور سمجھی جانے والی لڑکی آگے بڑھی اور سیٹھ کے پیٹ میں شیشہ سے وار پر وار کرتی گئی۔

اسے اندازا نہیں تھا یہ لڑکی اتنی ہمت بھی کر سکتی ہے۔وہ تو اسے ماضی میں ملنے والی لڑکیوں کی طرح کمزور ہی سمجھ رہا تھا جو تھوڑا بہت شور کر کے اس کے آگے جھک جاتی تھیں۔

سیٹھ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتا نیچے گرتا گیا۔

"میں کمزور نہیں ہوں سیٹھ کمال_____ جیا کمزور نہیں

ہے_____جیا تمہیں بتائے گی کہ جب عورت اپنی عزت بچانے پر آتی تو کیا کرتی ہے"

وہ اس کے ساتھ ہی نیچی بیٹھی اور پھر سے شیشہ سے اسے مارنا شروع کر دیا۔وہ درد سے کراہ رہا تھا۔ مگر جیا پر جنون سوار تھا۔وہ رکی نہیں تھی۔اس کے اپنے ہاتھ بھی زخمی ہو چکے تھے۔

پھر وہ کسی خیال کے تحت اٹھی۔ شیشیہ پیچھے پھینکا۔اور صوفے پر پڑے ہوے سیٹھ کمال کے کوٹ کو اٹھایا۔اس کی جیب سے موبائل نکالا۔آن کیا تو"انٹر پاسورڈ" لکھا آ رہا تھا۔اس نے ناگواری سے سیٹھ کو دیکھا اور اس کی جانب بڑھی۔

"پاس ورڈ بتاو"

اس نے سیٹھ کو کہا جو لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ مگر بولا نہیں۔

"میں نے کہا پاس ورڈ بتاو"

اب کی بار وہ سختی سے بولی تھی۔

"میں۔۔۔۔۔۔تمہیں۔۔۔۔۔۔۔پاسورڈ

نہیں۔۔۔۔۔۔بتاوں۔۔۔۔۔۔گا۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔۔تمہیں۔۔۔۔۔۔۔پول
یس۔۔۔۔۔۔ک۔۔۔۔۔کو۔۔۔۔۔کا۔۔۔کال نہیں۔۔۔۔۔۔کرنے دوں
گا۔۔۔۔۔۔۔کچھ دیر تک۔۔۔۔۔۔میرے نیچے نا۔۔۔۔۔۔جانے۔۔۔۔۔۔پر
۔۔۔۔۔۔۔میرے گارڈز۔۔۔۔۔آجائیں
گئے۔۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔پھر۔۔۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔ت۔۔۔تمہارا
وہ۔۔۔۔۔۔۔حشر کریں۔۔۔۔۔۔۔گئے کہ۔۔۔۔۔۔۔تم خود کو۔۔۔۔بھی پہچان
۔۔۔۔۔۔۔نہیں پاؤں گی۔"

سیٹھ نے مشکل سے اپنی بات مکمل کی۔اور جیا پھر شیشہ پکڑ کر اس کی طرف جھکی۔

"اپنی زندگی چاہتے ہو تو پاس ورڈ بتادو۔ورنہ میں ابھی اور اسی وقت شیشے سے تمہاری شہ رگ کاٹ دوں گی۔اور چند لمحوں میں تمہارا کام تمام ہو جائے گا۔"

جیا نے اس کی گردن پر شیشے کا ٹکرا رکھتے ہوئے کہا۔اور سیٹھ کو پہلی دفعہ موت کے تصور سے خوف آیا تھا۔اس نے جلدی سے پاسورڈ بتایا۔

جیا پاسورڈ معلوم ہونے پر اٹھی۔اور جلدی سے زخمی ہاتھوں سے بابا کا نمبر ڈائل کیا۔ایک دفعہ۔۔۔۔۔دو دفعہ مگر ان کا نمبر رسیو نا ہوا تھا۔جیا کے پاس اتنا وقت نہیں

تھا کہ وہ بار بار کوشش کرتی۔اسے یاد تھا کہ اس کے بابا رات کو موبائل سائلٹ پر لگا دیتے تھے۔

اس نے جلدی سے زوہیب کا نمبر ڈائل کیا۔اس یقین نا تھا کہ فون اٹھایا جاے گا۔اسے یقین نا تھا کہ زوہیب زندہ بھی ہو گا۔پھر بھی کسی امید کے تحت اس نے نمبر ڈائل کیا۔

اور اس نے سنا کہ بیل جا رہی ہے۔اس کے دک کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی تھی۔اور فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"جی کون؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

موبائل میں زوہیب کی آواز گونجی۔اور زندگی میں پہلی بار اسے اس کی آواز سن کے بے انتہا سکون ملا تھا۔اس نے آنکھیں بند کر کے اس سکون کو اپنے اندر اتارا۔

"زوہیب زندہ ہے۔۔۔۔۔اسے کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔وہ میری جہ سے نہیں مرا۔۔۔۔۔۔وہ زندہ ہے۔۔۔۔اوہ اللہ تیرا شکر ہے"

اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔کال چل رہی تھی۔اور جیا کی سسکیاں بلند ہونا شروع ہوئیں۔

"ک۔۔۔کون ہے؟بتاو کون ہے؟"

زوہیب نے پریشانی سے پوچھا۔

جیا نے خود پر قابو پاتے بولنے کی کوشش کی۔

"زوہیب۔۔۔۔۔"

اس سے صرف اتنا ہی کہا گیا اور پھر رونا شروع ہو گئی۔اور زوہیب جو بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔اس کی آواز سنتے ہی جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔وہ اس کی آواز ہزاروں میں بھی پہچان سکتا تھا۔وہ جیا کی آواز کیسے نہیں پہچان سکتا تھا بھلا؟

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جیا۔۔۔۔۔۔جیا یہ تم ہو۔؟جیا کہاں ہو تم مجھے بتاو کہاں ہو تم۔۔۔۔جیا رونا بند کرو۔مجھے جلدی سے بتاو کہاں ہو تم؟میں ابھی اور اسی وقت وہاں آوں گا۔میں تمہیں لینے آوں گا جیا۔بس تم مجھے بتاو۔"

زوہیب تیز تیز بول رہا تھا۔

"زوہیب۔۔۔مجھے نہیں پتا کہ میں کہاں ہوں۔۔۔مجھے نہیں معلوم یہ لوگ مجھے کہاں لے آئے ہیں۔مگر آپ ایسا کریں۔جس نمبر سے میں کال کر رہی ہوں۔اسے

پولیس کو دیں۔ وہ اس کی لوکیشن ٹریس کر لیں گئے۔ میں یہ موبائل آن ہی رکھوں گی۔ تم اس جگہ پولیس کی نفری لے کے آؤ زوہیب۔ میں چاہتی ہوں یہ سب لوگ جو لڑکیوں کو سمگل کرتے ہیں۔ یہ پکڑے جائیں۔ میں چاہتی ہوں انہیں ایسی سزا ملے کے یہ عبرت کا نشان بن جائیں۔ میں چاہتی ہوں یہاں سے میں اکیلی رہا ہو کے نا جاؤں ۔ بلکہ میرے ساتھ قید ساری لڑکیاں رہا ہو جائیں۔ وہ سب اپنے گھر کو لوٹ جائیں۔"

وہ اپنی بات مکمل کر کے چپ ہو گئی۔

"ٹھیک ہے جیا جیسا تم کہہ رہی ہو بالکل ایسا ہی ہو گا۔ تم فکر نا کرو میں آ رہا ہوں"

زوہیب نے فون بند کر دیا۔ اس نے جیا سے کوئی مزید سوال نہیں پوچھا۔ اتنا وقت ہی کہاں تھا؟

وہ اپنے کمرے سے چابی لے کے نکلا۔ تیز تیز سیڑھیاں اترتا وہ سلمان صاحب کے کمرے کی طرف بڑھا۔ زور زور سے دروازہ پیٹا۔

عائشہ بیگم گھبرا کے اٹھی۔ اور دروازہ کھولا۔ سلمان صاحب بھی اٹھ چکے تھے۔

"انکل! جیا کا پتا چل گیا ہے۔ ہمیں ابھی جانا ہو گا۔ آپ چلیں میرے ساتھ"

اس نے ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کی۔عائشہ بیگم بار بار ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔مگر آج یہ خوشی کے آنسوں تھے۔

سلمان صاحب جلدی سے اٹھے۔بغیر کوئی سوال پوچھے وہ زوہیب کے ساتھ باہر نکل گئے۔اور عائشہ بیگم نفل ادا کرنے کی نیت سے وضو کے لیے بڑھی۔

وہ لوگ لوکیشن ٹریس کر کے وہاں پہنچ چکے تھے۔وہ کوئی بڑا سا بنگلہ تھا جو شہر کے آخر میں تعمیر کیا گیا تھا جہاں آبادی نا ہونے کے برابر تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پولیس نے سارے بنگلہ کو گھیرے میں لے لیا تھا۔اور اندر بھاگ دوڑ مچ گئی تھی۔ملک ہشمت سب ملازموں پر چلا رہا تھا کہ پولیس کو کسے خبر ہوئی؟

وہ اپنی جان بچانے کے لیے پیچھلے دروازہ کی طرف بھاگا۔جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا سامنے ہی سپاہی الرٹ سے کھڑے تھے۔اسے فوراً چھپٹ لیا اور ہتھکڑی لگا کے اپنی وین کی طرف بڑھے۔

پولیس نے اندر جا کے باقی سب ساتھیوں کو بھی باری باری گرفتار کر لیا تھا۔

پھر وہ اس کمرے کی طرف بڑھے جہاں موبائل کے سنگنلز شو ہو رہے تھے۔انہوں نے دروازہ ناک کیا مگر جیا نے نہیں کھولا۔وہ ڈری سہمی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔سیٹھ کمال بہوش ہو چکا تھا۔

جب جیا نے دروازہ نا کھولا تو زوہیب آگے بڑھا۔

"جیا۔۔۔۔۔جیا دروازہ کھولو۔ہم ہیں"

اور جیا اس کی آواز سنتے ہی بھاگ کے دروازے کے پاس گئی اسے کھولا۔اور دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔پولیس اندر آئی اور سیٹھ کی طرف بڑھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پیچھے سے زوہیب اور بابا اندر بڑھے۔جیا باپ کو دیکھتے ہی بھاگ ان کے سینے سے لگ گی۔دونوں باپ بیٹی زار و قطار رو رہے تھے۔زوہیب بھی نم آنکھیں لیے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ آگے بڑھا۔جیا کو کندھوں سے پکڑ کر پیچھے کیا۔

"جیا! ہمیں جلدی ہی یہاں سے نکلنا ہے۔اگر میڈیا والے آگئے تو بہت مشکل ہو گی۔اس لے جلدی چلو"

اس نے جیا کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔اور جیا نے اثبات سر ہلایا۔

وہ اسے لے کے نیچے آے جب جیا نے "ایک منٹ آتی ہوں" کہہ کے حال کی طرف بڑھی۔اس نے رابی کو ملنا تھا۔اسے آزادی کی مبارک دینی تھی۔اسے اپنے بیٹے سے ملنے کی مبارک باد دینی تھی۔

پولیس نے نا صرف تمام اغوا کاروں کو گرفتار کر لیا تھا بلکہ تمام لڑکیوں کو بھی باحفاظت اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔اور انہیں ان کے گھروں تک پہنچا دیا جانا تھا۔سیٹھ کمال مرا نہیں تھا۔اسے ہسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔وہ پولیس کی ہر است میں تھا۔اسے ٹھیک ہوتے ہی گرفتار کر لیا جانا تھا۔

راستے میں گاڑی روک کر زوہیب نے جیا کی ہاتھ کی بیڈ تیج بھی کروائی تھی۔ڈرائیونگ زوہیب ہی کر رہا تھا۔اور پیچھلی سیٹ پر جیا اپنے باپ کے کندھے پر سر رکھے اب بھی رو رہی تھی اور ساتھ ساتھ سب کچھ بتا بھی رہی تھی۔سلمان صاحب اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اسے حوصلہ دے رہے تھے۔

آج ایک ماہ دس دن بعد وہ اپنے گھر والوں سے مل رہی تھی۔ سب ایک ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ سب کے چہروں پر اطمینان تھا۔

ایک سخت آزمائش تھی جس نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مگر اب آزمائش کا وقت ختم ہو چکا تھا۔

آپ کی زندگی میں کوئی بھی آزمائش بنا مقصد کے نہیں آتی۔ بلکہ ہر آزمائش آپ کو کچھ سیکھانے کے لیے یا پھر آپ سے اس کے ذریعے کوئی اہم کام لینے کے لے آتی ہے۔ جیا کی زندگی میں بھی یہ آزمائش کسی مقصد کے تحت ہی آئی تھی۔ تقدیر نے اس کے ذریعے ان بے گناہ لڑکیوں کو آزادی دلوانی تھی۔ اس کے ذریعے ان ظالم لوگوں کو ان کے برے انجام تک پہچانا تھا۔ سو آزمائش کے وقت گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے آخری حد تک جانا چاہیئے۔ پھر جو بھی قسمت فیصلہ کرے آپ اسے قبول کریں۔

"امی! مجھے حیا سے ملنا ہے۔ ابھی ہی"

اس نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوے کہا۔ جبکہ عائشہ بیگم نے کوئی جواب نا دیا۔

"جیا! صبح مل لینا نا ابھی تو بہت رات ہو گی ہے"

زوہیب نے کہا۔

"مجھے ابھی ملنا ہے اس سے زوہیب۔ میں صبح تک کا انتظار نہیں کر سکتی۔ میں جا رہی ہوں"

جیا اٹھ کے جانے لگی جب زوہیب نے پیچھے سے آواز دی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جیا! وہ گھر نہیں ہے"

"گھر نہیں؟ تو کہاں ہے پھر؟ مجھے بتائیں مجھے اس سے ملنا ہے"

"وہ ہاسپیٹل ایڈمٹ ہے۔"

زوہیب نے بتایا جبکہ جیا وہی ساکت سی کھڑی پریشانی سے زوہیب کو دیکھ رہی تھی۔

"ک۔۔۔ کیا ہوا ہے حیا کو؟"

اس نے خود پر قابو پاتے ہوے کہا۔

"وہ بیمار ہے جیا۔"

"کیا۔۔۔۔۔۔؟ کب سے؟"

"جیا! بیٹا حیا نے تمہارے جانے کا غم دل پر لے لیا تھا۔ وہ تمہارے جانے کے بعد ہی بیمار رہنے لگی تھی۔ وہ اپنا خیال نہیں تھی رکھتی۔ اس کے گھر والے اس کی وجہ سے بہت پریشان ہیں بیٹا۔ مگر وہ کسی کی نہیں سنتی۔ جب بھی طبیعت بہتر ہوتی ہے۔ تمہاری باتیں کرتی رہتی ہے۔ اور پھر رو رو کر خود کو ہلکان کرتی رہتی ہت۔ نتیجے کے طور پر پھر طبیعت بگڑ جاتی اس کی۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ بیگم نے اسے بتایا۔

"مجھے اس کے پاس لے چلیں زوہیب۔۔ مجھے جانا ہے"

"ٹھیک ہے جیا۔ چلو"

اور پھر زوہیب اسے ہاسپیٹل لے گیا۔

وہ رات کے کوئی تین بجے کا وقت تھا جب وہ ہاسپیٹل پہنچے تھے۔ فاورق صاحب ہاسپیٹل

کے کوریڈور میں ہی چیئر پر بیٹھے نظر آ گئے تھے۔

وہ جیا سے مل کر بہت خوش ہوے تھے۔اسے ڈھیروں دعائیں دی جو وہ سر جھکاے سنتی رہی۔حیا کے بارے میں انہوں نے بتایا کے وہ دواوں کے زیر اثر سو رہی ہے۔ مگر جیا نے پھر بھی ملنا چاہا۔فاروق صاحب نے بھی اسے منع نہیں کیا تھا۔وہ جانتے تھے ان دونوں کے پیار کو۔وہ کیسے منع کرتے؟

پھر وہ زوہیب کو ان کے ساتھ چھوڑ کر حیا کے کمرے کی طرف بڑھی۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ سامنے ہی ہسپتال کے بستر پر پڑی نظر آئی۔وہ سو رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا قدم قدم چلتی اس کے قریب آئی۔اور اسے دکھ سے دیکھنے لگی۔یہ وہ حیا تو نہیں تھی جیسے وہ چھوڑ کے گی تھی۔وہ تو کوئی کمزور سی لڑکی تھی جو بیڈ پہ سو رہی تھی۔آنکھوں کے گرد گہرے ہلکے۔زرد چہرہ جیسے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔یہ وہ حیا تو بالکل بھی نہیں تھی جو اس کی دوست تھی۔

وہ اس کے سرہانے کی طرف آئی۔اس کے ماتھے کے بال پیچھے کیے۔اور جھک کے اپنا

سر اس کے ماتھے سے لگا لیا۔اور آنکھیں بند کر لیں۔وہ ایک مہینے دس دن ایک اذیت سے گزری تھی۔وہ اپنوں سے دور ہو گئی تھی۔اور دور جا کے اسے اپنوں کی محبت کی اہمیت معلوم ہوئی تھی۔اب وہ انہیں کھونا نہیں چاہتی تھی۔

وہ اسی طرح اس پر جھکی رو رہی تھی۔ہسپتال کے کمرے میں جیا کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ تھی۔اس کے آنسو حیا کے ماتھے پر گر رہے تھے۔

"جیا"

حیا نے بند آنکھوں سے ہی اس کا نام پکارا تھا۔جیا پیچھے کو ہوئی۔

"حیا! میری جان آنکھیں کھولو۔میں آ گئی ہوں۔"

جیا نے اسے اٹھانا چاہا۔اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔حیا نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنا شروع کیں۔اور سامنے جیا کو دیکھ کر آنکھیں خود بخود ہی بھر آئیں۔اس نے جیا کی طرف ہاتھ بڑھایا جیسے جیا نے فوراً تھام لیا۔

حیا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگایا۔جواب میں جیا نے اس کی پیشانی پر پیار کیا۔

پھر نا جانے کتنے دیر وہ دونوں باتیں کرتی رہی۔جیا اسے اپنے ساتھ ہونے والے تمام

واقعات تفصیل سے بتاتی رہی اور وہ دکھ سے سب سنتی رہی۔

پھر کتنے دیر بعد جب حیا باہر نا آئی تو مجبوراً زوہیب کو اندر آنا پڑا۔

"جناب مانا کہ آپ عورتیں ہیں اور کافی دنوں سے ملی نہیں ہیں اور آپ کی باتیں ختم بھی نہیں ہونی مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کے آپ باہر کھڑے مجھ غریب کے آرام کا خیال بھی نا کریں اور خود باتوں میں مصروف رہیں"

زوہیب نے اندر آتے ہوے ان سے شکوہ کیا تھا اور ساتھ آگے بڑھ کے حیا کے سر پہ ہاتھ بھی رکھا۔

"زوہیب بھائی! آپ اتنی خوبصورت لڑکیوں کو عورتیں کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جائیں میں نہیں بولتی آپ سے"

حیا کو تو لفظ "عورتیں" سے صدمہ ہی لگ گیا تھا اور اس نے ناراضگی سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ جبکہ حیا اور زوہیب اس کے انداز پر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے ہنسے تھے۔

"اوسوری سوری۔ غلطی ہو گئی مجھ سے۔ آئیندہ میں خیال رکھوں گا کہ خوبصورت

لڑکیوں کو عورتیں نہیں بولنا"

زوہیب نے معذرت کی۔ مگر حیا نے منہ سیدھا نا کیا۔

"اب معافی ملے گی مجھ معصوم کو؟"

زوہیب نے چہرے پر معصومیت سجاتے ہوے کہا۔اور جیا کو اس پل وہ بہت پیارا لگا تھا ۔ناجانے کیوں؟اور اس کی نیلی آنکھیں مسکراتے ہوے بہت پیاری لگتی تھیں۔زوہیب نے خود پر اس کی نظریں محسوس کی تو اس کی طرف دیکھا جو فورا نظریں جھکا گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ایک صورت میں معافی ملے گی زوہیب بھائی۔وہ یہ کہ ڈسچارج ہوتے ہی آپ مجھے اور جیا کو شاپنگ پر لے کر چلیں گئے اور ہم دل کھول کر شاپنگ کریں گی اور سارا بل آپ ادا کریں گئے"

حیا نے معافی نامہ جاری کرتے ہوے کہا۔

"جی جی جتنی مرضی شاپنگ کرنا۔بس جلدی سے ٹھیک ہو جاو تم۔اب یہ بستر چھوڑ بھی دو کیوں کام سے بچنے کے لیے ہاسپیٹل میں ہی بستر لگا لیا ہے۔دل نہیں بھرا تمہارا

آرام کر کر کے۔کیوں جیا سمجھا وا سے"

زوہیب نے ہنستے ہوے کہا۔

ہاں ہاں ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں زوہیب۔اب اب یہ مریضوں والا بیڈ چھوڑ بھی دو چڑیل کیوں ہاسپیٹل میں ڈھیرا لگا رکھا ہے۔"

جیا نے بھی زوہیب کا ہی ساتھ دیا۔

اور پھر وہ دونوں اسے خوب تنگ کرتے رہے۔بس وہ چاہتے تھے حیا پہلے کی طرح ہو جاے۔انہیں یہ کمزور سی حیا نہیں چاہیئے تھی۔بلکہ شور ڈالنے والی وہ شرارتی سی حیا چاہیئے تھی۔جو کبھی چپ نہیں رہ سکتی تھی۔

ایک ہفتے بعد۔

سلمان صاحب۔عائشہ بیگم اور زوہیب تینوں مل کر لاونج میں بیٹھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"سلمان صاحب میں کافی دن سے آپ سے جیا کے بارے میں بات کرنا چاہ رہی

تھی۔اب کیا سوچا ہے آپ نے اس کے بارے میں؟اس واقع کے بعد تو کوئی ہمارے گھر کا رخ نہیں کرتا۔میری بیٹی بے گناہ ہونے کے باوجود یہ سزا کاٹ رہی ہے۔دنیا میری بیٹی پر یقین کیوں نہیں کر لیتی؟کون شادی کرے گا اب اس سے؟مجھے تو دن رات یہی فکر کھائی جا رہی۔پتا نہیں میری بچی کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔اللہ غارت کرے ان لوگوں کو میری معصوم بیٹی کی زندگی برباد کر کے رکھ دی"

آخری بات پر عائشہ بیگم کی آنکھیں بھیگ گئی تھی۔سلمان صاحب بے بسی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔جب زوہیب نے بولنا شروع کیا۔

"انکل!چچی جان!اگر آپ کو برا نا لگے تو میں آج بھی جیا کے لیے اپنی بات پر قائم ہوں۔مجھے آج بھی جیا قبول ہے۔لوگ کیا کہتے ہیں مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے۔چچی جان!اگر ساری دنیا بھی جیا کو گناہگار کہے تو زوہیب اسد تب بھی جیا کی پاکدامنی کی گواہی دے گا۔زوہیب تب بھی کہے گا کہ جیا کا کردار سفید چادر کی طرح بالکل بے داغ ہے۔۔۔۔۔آپ جیا سے بات کر لیں۔اگر اسے کوئی اعتراض نا ہو تو میں باخوشی اسے اپنانے کو تیار ہوں۔اور میرا وعدہ ہے آپ سے میں پوری دنیا کے سامنے سر اٹھا کے اس کے ساتھ چلوں گا۔"

زوہیب اپنی بات مکمل کر کے اٹھ گیا۔ باہر نکلا تو جیا لاونج کی چوکھٹ پر کھڑی تھی۔ وہ رکا۔ ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ مگر ہمیشہ کی طرح جیا نظریں جھکا گئی۔ اور اسی ادا کی وجہ سے وہ زوہیب کی دل میں اترتی جاتی تھی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ جیا اسے جاتا دیکھتی رہی۔

وہ سب سن چکی تھی۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی جب اس کے قدم زوہیب کے کمرے کی طرف بڑھے۔

اس نے ناک کیا تو زوہیب نے اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ شاید سونے کی تیاری کر رہا تھا جیا کو دیکھ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آو جیا! بیٹھو۔ کوئی بات کرنی تھی کیا؟"

زوہیب نے پاس پڑی چیئر کی طرف اشارہ کرتے ہوے کہا۔ مگر جیا نہیں بیٹھی۔

"میں بیٹھنا نہیں ہے۔ میں صرف ایک بات پوچھنے آئی ہوں آپ سے زوہیب"!

جیا بیٹھی نہیں تو زوہیب کو کھڑا ہونا پڑا۔

"ہاں۔پوچھو جو بھی تمہیں پوچھنا ہے جیا"!

وہ اس کے مقابل کھڑا ہوتے ہوے بولا۔

"آپ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے جبکہ آپ جانتے ہیں مجھ سے کوئی شادی نہیں کرنا چاہتا۔کیا آپ مجھ پر ترس کھا کر یہ سب کرنا چاہتے ہیں؟کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ساری زندگی آپ کی احسان مند رہوں کہ آپ نے مجھے اپنا لیا ورنہ کوئی اپنانا نہیں چاہتا تھا؟اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو سوری زوہیب۔جیا کسی کا احسان نہیں لے گی۔جیا پر کوئی ترس کھا کر اس سے شادی نا کرے"

جیا کے لہجے میں ایک عجیب سی تلخی تھی۔جسے زوہیب نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

"میں کیوں ترس کھاوں گا تم پر جیا؟تم کوئی معذور ہو؟کوئی جسمانی نقص ہے تم میں؟ تمہارے ہاتھ پاؤں نہیں؟کیا کمی ہے تم میں جو میں تم پر ترس کھاوں گا؟ایک بات میری کان کھول کہ سن لو جیا۔میری ایسی کوئی سوچ نہیں ہے۔تم بھی اپنے دماغ سے یہ ساری فضول سوچیں نکال دو کہ میں تم پر ترس کھا رہا ہوں۔میں شام میں بھی نیچے

سب کلیئر کر کے آیا ہوں۔ کیا تم نے نہیں سنا؟ کیا میں سب دہراؤں؟ مجھے نہیں پتا کہ دنیا تمہارے بارے میں کیا کہتی ہے۔ مجھ تم پر خود سے بھی زیادہ اعتبار ہے جیا۔"

اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ اور جیا نروس سی ہوتی سب سن رہی تھی۔ اسے سب پتا تھا کہ زوہیب یہی کہے گا مگر آج وہ اس کے منہ سے کچھ اور سننا چاہتی تھی۔

"اگر آپ مجھ پر ترس نہیں کھا رہے تو۔۔۔۔۔۔ تو کیوں۔۔۔۔۔۔ مجھے سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟"

ہمت کر کے جیا نے یہ سوال پوچھ ہی لیا۔ جواب میں زوہیب دو قدم اس کے قریب آیا۔ اور گویا ہوا:

"تو تم وجہ جاننے آئی ہو؟۔۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔۔ صحیح۔۔۔۔ تو سنو۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تم سے اس لیے شادی کرنا چاہتی ہوں

کیونکہ۔۔۔۔۔۔۔۔

چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے اجازت نہیں دو گی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارا دائیں گال پر بنا یہ تل جو مجھے ہمیشہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔میں اسے چھونے کا حق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔کیا تم مجھے یہ حق نہیں دو گی؟۔۔۔۔۔۔آج میں زوہیب اسد جیا سلمان کو اپنی زندگی میں شامل ہونے کی عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔کیا تم میری درخواست قبول نہیں کروں گی؟کیا تم میری بے رنگ زندگی میں رنگ بھرو گی جیا؟"

آج زوہیب نے اپنی محبت کا اظہار کر دیا تھا۔اور اب سوالیہ نظروں سے جیا کو دیکھ رہا تھا۔جو چپ سی کھڑی تھی۔اسے سارے جواب مل گے تھے۔

اس نے نظریں اٹھا کے زوہیب کو دیکھا اور ہلکا سا مسکرا کر جلدی سے باہر نکل گی۔

اور پھر زوہیب کو بھی سارے جواب مل گے تھے۔وہ بھی مسکرا کر بیڈ کی طرف بڑھا۔

دروازہ "دھڑام" سے کھلا تھا اور میں آپ کو بالکل نہیں بتاوں گی کہ کون آیا ہو گا؟

وہ اس وقت لاونج کے صوفے پر سو رہی تھی جب حیا صاحبہ کو اس کی نیند برداشت نا ہوئی۔اور وہ اس کے پاؤں کی طرف "دھپ" سے بیٹھ گی تھی۔اور جیا بچاری نے فورا

آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کے اسے گھورا۔

"نظر نہیں آتا میں گہری نیند سو رہی تھی۔چڑیل کہاں سے نازل ہو گئی ہو دن کے اس وقت۔اور کتنی بری بات ہے اسطرح سوتے ہوے انسان کے پاس دھڑلے سے بیٹھنا اور اس کی نیند خراب کرنا"

جیا نے اسے احساس دلایا اس نے اس کی نیند خراب کر کے "اخلاقیات" کی توہین کی ہے۔

مگر سامنے حیا تھی۔ببل چباتے ہوے جیا کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ کوئی اور زبان بول رہی ہے جو اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"ہو گیا لیکچر؟اب میرے آنے کی وجہ پوچھو"

"افففف۔۔۔جی مس حیا ایمان پلیز آپ مجھے اپنے آنے کی وجہ بتا دیں آپ کی مہربانی ہو گی۔"

جیا اٹھ کے بیٹھ چکی تھی۔اب آرام کیسا؟

"میرے ساتھ شاپنگ پر چلو۔بھئی مجھے مہندی شادی اور ولیمے کی ساری شاپنگ ایک

ساتھ کرنی ہے۔ مجھ سے نہیں بار بار جایا جاتا۔"

اور حیا کی بات سن کے جیا کا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

"حیا! ایک بات بتاو مجھے۔ شادی میری ہے کہ تمہاری؟ ابھی پرسوں میں تمہاری ساتھ گئی ہوں۔ اتنا کچھ تو لیا ہے تم نے۔ اور اب پھر شروع ہو گئی ہو۔ اب کیا سارا بازار خریدو گی؟"

"ہونہہ تم بھی امی کی طرح بول رہی ہو۔ ابھی میں لیا ہی کیا ہے۔ خیر نہیں تو نا سہی ۔اب تم جب کہو گی میں بھی نہیں جانا۔ چلی جانا زوہیب بھائی کے ساتھ۔ اور تم یہی تو چاہتی ہو کہ میرے بجائے زوہیب بھائی کے ساتھ جاو۔"

"توبہ توبہ۔ ہو گئے تمہارے ڈرامے شروع؟ اچھا چلی جاوں گی کل۔ اب منہ ٹھیک بناو اپنا۔ اور بھی برا لگتا ہے ایسے"

جیا نے شرارت سے کہا اور حیا نے اس کے کندھے پر مکا رسید کیا۔

"افففف۔ پوری کی پوری چڑیل ہو تم حیا۔"

"اچھا چھوڑو۔ یہ بتاو۔ اب تو خوش ہو نا شادی سے؟"

"کیوں بتاؤں؟"

"ہونہہ نا بتاو۔مجھے تو جیسے پتا ہی نہیں۔ان کے ذکر پر ہی جناب بلش کرنے لگ جاتی ہیں ۔بتانے کی کیا ضرورت ہے۔سب نظر آرہا ہے"

اور نا چاہتے ہوے بھی جیا شرما گئی تھی۔اور حیا کو اسے چھیڑنے کا موقع مل گیا تھا۔

"اہہم۔۔اہہم۔۔بڑھا شرمایا جارہا اب"

حیا شروع ہو چکی تھی۔جب سے جیا کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوئی تھی حیا اسے ایسے ہی تنگ کرتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"دفعہ ہو جاو حیا کیوں میرے پیچھے پڑی رہتی ہو۔اللہ کریں تمہاری بھی جلدی سے شادی ہو جاے پھر میں بھی تمہیں ایسے ہی تنگ کروں گی۔"

"ہاں ہاں کر لینا تنگ۔پہلے ہماری شہزادی تو دلہن بن جائیں پھر ہماری باری بھی آجاے گی۔"

اس نے جیا کے گال چھوتے ہوے کہا۔

اور اسی پل زوہیب بھی وہاں آگیا۔

"واہ جی واہ۔ حیا بہن آئی ہوئی ہیں۔ میں بھی کہوں اتنا شور کہاں سے بلند ہو رہا۔ ہاہا"

جیا نے اپنی ہنسی دبائی تھی۔

"ہاں زوہیب بھائی میں تو جیسے ڈول ساتھ لے کے آتی ہوں نا جو شور بلند ہو رہا۔"

حیا نے عینک نیچے کرتے ہوئے گھور کر کہا۔

"ہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔ خیر۔ کیا باتیں ہو رہی ہیں دونوں سہلیوں کے درمیان؟"

"کچھ خاص نہیں بھائی۔ بس جیا کہہ رہی تھی زوہیب پتا نہیں کدھر ہیں۔ صبح سے نظر نہیں آرہے۔ اس کا دل نہیں لگتا نا جب آپ کو نا دیکھے"

اور جیا نے اسے کوئی مار کر چپ کروانے کی کوشش کی۔ مگر حیا کب چپ ہونے والی تھی۔ اور زوہیب نے جیا کو دیکھا جو پھر نظریں جھکا گئی تھی۔

"جھوٹی۔ میں تو تم سے ایسا کچھ نہیں کہا"

جیا جلدی سے بولی تھی۔ مگر حیا نے تو جیسے سنا ہی نہیں۔

"زوہیب بھائی! یہ کہہ رہی تھی میرے ساتھ شاپنگ پر نہیں جائے گی۔ بلکہ یہ آپ کے ساتھ جائے گی۔ کیونکہ آپ کی پسند بہت اچھی ہے۔ اور یہ بات تو میں بھی مانتی

ہوں کہ آپ کی پسند (جیا کی طرف اشارہ) واقع ہی بہت اچھی ہے۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی اچھی ہے۔ بڑی بڑی گہری سیاہ آنکھیں۔ واہ واہ کیا کمال کی پسند ہے آپ کی زوہیب بھائی۔ آپ کی بہن داد دیتی ہے۔"

حیا بولی جا رہی تھی۔ زوہیب ہنستے ہوئے سب سن رہا تھا اس کا سارا دھیان جیا پر ہی تھا۔ اور جیا تو نظریں ہی نا اٹھا پائی۔ وہ دل ہی دل میں حیا کو کوس رہی تھی۔ اور پھر اس کا بیٹھنا وہاں پر مشکل ہو گیا۔ وہ نظر جھکائے ہی شرماتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلی گی۔

پیچھے حیا اور زوہیب نے زوردار قہقہ لگایا تھا۔

"ارے حیا!۔ کم تنگ کیا کرو میری ہونے والی بیگم کو۔"

زوہیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اہہم اہہم۔۔۔۔۔۔۔۔ سب سمجھتی ہوں زوہب بھائی"

اور ایک بار پھر وہ دنوں ہنسے تھے۔

کمرے کو بہت سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ چاروں طرف مختلف قسم کے پھولوں کے بکے

رکھے ہوے تھے۔سارے بیڈ کو کو سرخ گلاب کی مسہری نے گھیر رکھا تھا۔اور بیڈ کے اوپر بھی گلاب کی پتیاں بھیکری ہوئیں تھی۔غرض سارے کمرے کو پھولوں کی خوشبو نے مہکار کھا تھا۔اوراس پر لگی قسم قسم کے رنگوں کی لائٹس کی وجہ سے کمرہ کسی خواب کی سی کیفیت پیش کر رہا تھا۔

وہ جیا کا کمرہ تھا۔جسے زوہیب اور حیا نے مل کر تیار کیا تھا۔اورانہوں نے اس تیاری کے دوران جیا کو قریب بھی نہیں آنے دیا تھا کہ سرپرائز ہے۔تمہیں ابھی دیکھنے کی اجازت نہیں۔

اوراب جیا سرخ جوڑے میں دلہن بنی سارے کمرے کو اشیتاق سے دیکھ رہی تھی۔وہ واقع اسے بہت پسند آیا تھا۔

اس نے بہت زیادہ جیولیری نہیں پہنی تھی۔اسے الجھن محسوس ہوتی تھی۔سرخ لہنگے کے ساتھ میچنگ بڑی سے مالا پہن رکھی تھی۔ماتھے پر چھوٹا سا ٹیکہ لگاے اور کانوں میں بڑے بڑے جھمکے پہنے وہ اس سادگی میں بھی کوئی آسمان سے اتری پری معلوم ہوتی تھی۔

بڑی بڑی گہری سیاہ آنکھیں زرا سے میک اپ سے اور بھی جازب نظر لگ رہی تھیں۔

اور وہ بیڈ پہ بیٹھی کمرے کا جائزہ لیتی ساتھ ساتھ پھولوں کی پتیوں سے بھی کھیل رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھولا اور اس کے حرکت کرتے ہاتھ رک گئے اور نظریں ہمیشہ کی طرح جھکالی۔ زوہیب کے پرفیوم کی مہک سارے کمرے میں پھیل گئی تھی۔

وہ جیسے جیسے قریب آرہا تھا۔ جیا کی دھڑکنیں بھی اسی رفتار سے تیز ہو رہی تھیں۔ یہ وہی زوہیب تھا جیسے وہ برسوں سے دیکھتی آئی تھی۔ مگر آج جس احساس نے اس گھیر لیا تھا وہ اسے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ احساس نکاح کی طاقت ہے۔ جب دو لوگ نکاح کے پاکیزہ بندھن میں بندھ جاتے ہیں تو اللہ کی طرف ان دونوں کے دلوں میں محبت اور الفت ڈال دی جاتی ہے۔

وہ اس کے قریب آکر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اور ٹھوری سے پکڑ کر اس کا چہرہ تھوڑا اوپر کیا۔ مگر جیا نے نگاہیں اب بھی جھکا رکھی تھیں۔

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک۔۔۔ ہوں"

اس نے اتنی آہستہ سے کہا جیسے کوئی سرگوشی کی ہو۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو"

زوہیب نے تعریف کی۔وہ مسکرائی تھی مگر بولی کچھ نہیں۔

"دیکھو جیا! میں تم سے کوئی بہت بڑے بڑے دعوے نہیں کروں گا۔ناہی تمہیں کہوں گا کہ تمہارے لیے چاند تارے توڑ لاؤں گا۔کیونکہ مجھے ایسی ڈرامائی باتیں کرنی نہیں آتیں۔

ہاں میں بس اتنا کہوں گا کہ آج سے تمہارا ہر درد میرا درد ہے۔تمہاری ہر خوشی میری خوشی ہے۔ہاں میں تم سے کہوں گا کہ تم ہزار بار بھی غلطی کرو تو زوہیب تمہیں معاف کرے گا۔تم ہزار بار بھی روٹھو گی تو میں تب تک نہیں سوؤں گا جب تک تم مان نہیں جاتی۔اور کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔۔۔اور اس کے بدلے مجھے تم سے بس تم چاہیے ہو۔تم بس میری ہو کر رہنا۔بس زوہیب کی جیا بن کے رہنا۔"

وہ اس کا نرم نازک مہندی لگا ہاتھ پکڑے اپنی بہت کی شدتوں کا اظہار کر رہا تھا۔اور جیا کو اپنا آپ بہت اہم محسوس ہو رہا تھا۔جیسے جیسے زوہیب بول رہا تھا جیا کی تلخ یادوں کی

کرواہٹ ختم ہو رہی تھی۔وہ قید کی اذیت۔وہ اپنے سے دور جانے کا خدشہ وہ عزت لوٹ جانے کا خوف وہ سب آہستہ آہستہ کہیں دور تحلیل ہو رہا تھا۔زوہیب کی محبت اس پر غالب آ رہی تھی۔اور محبت ہمیشہ یوں ہی غالب آتی ہے۔

"تم کچھ نہیں کہوں گی؟"

زوہیب نے استفسار کیا۔

"بس یہی کہ مجھے ہمیشہ عزت دیجئے گا۔مجھے آپ کی محبت سے زیادہ آپ کی دی گئی عزت کی ضرورت ہو گی۔اور مجھ پر ہمیشہ اعتبار کیجئے گا۔اور کچھ نہیں چاہے"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا نے آہستگی سے کہا۔

"تم میری عزت ہی ہو۔تمہیں مجھ سے عزت ہی ملے گی۔اور رہی بات اعتبار کی بات تو۔۔۔۔میں جانتا ہوں جیا کو۔وہ کبھی ایسا کوئی کام نہیں کرے گی کہ میرا اعتبار ٹوٹے"

جیا نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا تھا۔پھر نگاہیں جھکا لیں۔

"ایک اجازت چاہئے تم سے"

زوہیب نے درخواست کی۔

"جی"

"کیا میں تمہارے تل کو چھو سکتا ہو؟اب تو مجھے حق حاصل ہے نا"

زوہیب نے اجازت لینا چاہی۔اور جیا کچھ بول تو نا پائی بس شرما سی گئی۔

"میں تمہاری اس خاموشی کو ہاں ہی سمجھوں نا؟کیونکہ میں نے سنا ہے کہ لڑکیوں کی خاموشی ہاں ہی ہوتی ہے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب نے شرارت سے پوچھا۔اور جیا بس مسکرا رہی تھی۔

"مطلب اجازت ہے؟"

پھر سے پوچھا گیا۔

"افففف زوہیب۔کیوں مجھے جان بوجھ کر نروس کر رہے ہیں آپ۔"

جیا واقع ہی کنفیوز ہو رہی تھی۔

"تو کہہ دو نا اجازت ہے"

"مجھے نہیں پتا"

"ہاہاہا۔اچھا سوری سوری۔کافی تنگ کر لیا تمہیں"

زوہیب نے ہنستے ہوے کہا اور پھر آگے جھک کے اس کے تل پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔وہ بس آنکھیں بند کیے اس کے پیار کی حدت کو محسوس کر رہی تھی۔

صبح کے دس بج چکے تھے۔مگر جیا ابھی تک سو رہی تھی۔زوہیب فرش ہو کر باتھ روم سے نکلا تو جیا کو سوتا پا کر تولیہ صوفے پر رکھا اور مسکراتا ہوا اس کے سرہانے آ کر بیٹھ گیا۔اس کے چہرے سے بال ہٹاے۔اور پیار سے گویا ہوا:

"بیگم صاحبہ!اب اٹھ بھی جائیں۔اور کتنا سونا ہے؟آپ کی ساس دو دفعہ آ چکی ہیں پوچھنے"

اس نے جیا کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوے کہا۔وہ ہلکا سا ہلی تھی۔

"کیا ہے زوہیب۔۔۔۔۔سونے دیں نا۔۔۔۔۔مجھے بہت نیند آ رہی۔۔۔۔۔۔اور میری امی ہیں وہ۔آپ کی ساس ہیں۔بڑے آے ساس بنانے والے۔"

"ہاہاہا۔۔وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر اتفاق سے آج ہمارا ولیمہ بھی ہے۔میں تو تمہیں سونے دے دوں گا۔ مگر مہمانوں سے کیا کہوں کہ کے دلہن کے بغیر ہی ولیمہ کر لیں کیونکہ وہ سونے میں مصروف ہیں۔"

"افففف۔۔زوہیب کتنا بولنے لگے ہیں آپ بھی حیا کی طرح۔سچ میں بھائی ہی لگتے ہیں اس کے۔۔۔۔اٹھ رہی ہوں میں۔۔۔۔شادی کے پہلے دن بھی بندہ جی بھر کے نہیں سو سکتا۔"

وہ بڑبڑاتے ہوے باتھ روم میں چلی گئی۔اور زوہیب مسکراتا ہوا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا عائشہ بیگم کے ساتھ ناشتہ لگا رہی تھی جب وہ دونوں سیڑھیوں سے آتے دکھائی دیئے۔

جیا پنک کلر کی فراک میں ملبوس ساتھ ہی لائٹ سی جیولری پہنے۔بالوں کو نفاست سے دائیں کندھے پر سیٹ کیے وہ نزاکت سے زوہیب کے ساتھ چلتی آ رہی تھی۔زوہیب

نے اس کا ہاتھ تھام رکھا۔ حیا نے دونوں کو یوں ساتھ آتے دیکھا تو جہاں وہ بہت خوش ہوئی تھی وہی لاشعوری طور پر اسے آیان بھی یاد آیا تھا۔ اگر آج وہ ہوتا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ سو چہرے پر مسکراہٹ سجاے وہ آگے بڑھی۔ جیا کے دونوں گال پہ پیار کیا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو چندا۔ ہمیشہ ہنسی مسکارتی رہو۔ اللہ میری شہزادی کو یوں ہی مہکتا رکھے۔ ڈھیروں خوشیوں نصیب ہو۔ کبھی غم چھو کے بھی نا گزرے۔ تمہاری محبت ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

حیا اسے گلے لگاے دعائیں دے رہی تھی۔ اور جیا نے نوٹ کیا تھا کہ اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"اچھا جی۔ بس اپنی شہزادی ہی نظر آ رہی؟ بھئی یہاں کوئی شہزادہ بھی کھڑا ہے مگر کسی کو پرواہی نہیں۔"

زوہیب نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔

"ارے زوہیب بھائی! بہنوں کے لیے تو بھائی شہزادے ہی ہوتے ہیں۔ اس میں پروانا

کرنے کی کیا بات ہے۔اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے"

حیا نے الگ ہوتے ہوے کہا۔زوہیب نے مسکراتے ہوے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ہمیشہ خوش رہو میری چھوٹی سی بہنا۔تمہارے ہوتے ہوے مجھے بہن کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے"

زوہیب نے بھی دل سے دعا دی۔

اور پھر وہ ناشتے کی طرف بڑھے۔عائشہ بیگم اور سلمان صاحب نے بھی زوہیب اور جیا کو ڈھیروں دعاوں سے نوازا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا نے ان کے ساتھ ناشتہ نہیں تھا کیا۔بلکہ وہ یہ کہہ کر چلی گئی تھی کہ وہ ناشتہ کر کے آئی ہے۔مگر

وہ جھوٹ بول رہی تھی۔



دو ماہ بعد۔

وہ آئینے کے سامنے بیٹھی تیار ہو رہی تھی۔جب گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔چیئر سے

اٹھی۔کمرے کے پردے ہٹا کے نیچے دیکھا تو ارسل گیٹ کھول کے پیچھے کھڑا تھا اور زوہیب کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔اس نے مسکرا کر دیکھا اور پردے آگے کر کے واپس آ گئی۔ایک دفعہ پھر خود کا جائزہ لیا۔زوہیب کا حکم تھا کہ جب وہ آفس سے آئے تو جیا بالکل تیار ہو۔

"السلام علیکم" !

جیا نے زوہیب کے آتے ہی سلام کیا۔

"وعلیکم السلام"!

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور زوہیب نے اس کی پیشانی پہ بوسہ دیتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔یہ اس کا روز کا معمول تھا۔وہ دفتر جاتے ہوئے اور واپسی پر ایسے ہی اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا تھا۔

"کیسا رہا آپ کا دن؟"

"ہمم اچھا تھا۔آفس میں مصروف ہی گزرا۔مگر تمہاری یاد بھی ستاتی رہی۔دل کرتا تھا ابھی کام چھوڑ کر گھر چلا جاؤں۔"

زوہیب نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے اپنے قریب کیا۔

"اچھا یہ یاد کیوں آتی رہی؟"

جیا نے زوہیب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوے پوچھا۔

"یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو۔۔۔۔۔۔کیا جادو کیا ہے مجھ پر کہ دل ٹھہرتا ہی نہیں جب تک تمہیں دیکھ نا لوں"

زوہیب نے ایک ہاتھ سے اس کے بال کانوں کے پیچھے کرتے ہوے کہا۔جبکہ دوسرا ہاتھ جیا کی کمر پر تھا۔

"میں تو کوئی جادو نہیں کیا۔یہ تو الزام ہے سراسر"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اچھا؟"

"ہاں تو اور کیا"

"تمہاری یہ بڑی بڑی گہری سیاہ آنکھیں سارا دن مجھے بلاتی رہتی ہیں۔دل کرتا ہے بس ان آنکھوں کو دیکھتا رہوں اور عمر تمام ہو جاے"

"یہ شاعر کب سے ہو گئے آپ؟"

"جب سے تم نے دیوانہ بنایا اپنا"

"میں کب بنایا؟"

"جب سے میری زندگی میں آئی ہو"

"اچھا"

"ہاں۔۔۔ایک بات تو بتاو جیا" !

"پوچھیں"

"اتنی خوبصورت کیوں ہو تم؟"

"یہ کیسا سوال ہے زوہیب؟"

"تم بتاونا۔اتنی پیاری کیوں لگتی ہو مجھے؟"

زوہیب نے سرگوشی کی۔

"مجھے کیا پتا"

جیا نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

"تو کیسے پتا ہے؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry

"مجھے نہیں معلوم"

"تو کیسے معلوم؟"

"افففف۔زوہیب کیوں تنگ کر رہے آپ۔چھوڑے مجھے کھانا لاتی ہوں"

"میں تو نہیں چھوڑ رہا"

"پلیززززز"

"اگر نا چھوڑوں تو؟"

"زوہیب وہ امی آ گئیں"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry

جیا نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوے کہا اور زوہیب بچارا سچ سمجھ کے ایک دم پیچھے گھوما اور تب تک جیا بھاگ کے باہر چلی گئی۔اور زوہیب مسکراتا ہوا فرش ہونے کے لیے بڑھا۔



وو کھانا لے آئی تھی اور اب بیڈ پر رکھے زوہیب کا انتظار کر رہی تھی۔جب کچھ ہی دیر میں وہ باہر آیا۔

"کیا بنایا ہے آج؟"

اس نے ساتھ بیٹھتے ہوے جیا سے پوچھا۔

"بینڈی گوشت"

"او۔واو۔مجھے بہت پسند۔تم نے بنائی؟"

"ہاں تو اور کیا"

"اچھا جی۔۔چلو شروع کرتے ہیں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com

زوہیب نے بسم اللہ پڑھی اور پہلا نوالہ جیا کے منہ میں ڈالا اور جواب میں جیا نے بھی ایسا ہی کیا۔

یہ بھی زوہیب نے ہی کہا ہوا تھا۔

"شکریہ زوہیب" !

"وہ کس لیے جناب؟"

"اتنے پیار کے لیے"

"کتنے؟"

"مجھے نہیں پتا۔پھر شروع ہو گئے آپ"

"ہاہا۔۔اچھا پھر تمہارا بھی شکریہ"

"اب وہ کیوں؟"

"میرے زندگی میں آنے کے لیے"

"زوہیب نے پیار سے کہا۔اور ایک نوالہ اور جیا کے منہ میں ڈالا۔

"اب کیا بچوں کی طرح مجھے کھانا کھلا رہے ہیں۔میں کھا کوں گی نا"

"پاگل اس طرح بیوی کو کھانا کھلانے سے محبت بڑھتی ہے۔اور یہ سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہے۔اس لیے مجھے نارو کا کرو"

"ہمم۔کیا ہمیشہ ایسے ہی کھلاو گے؟"

"ہاں تو اور کیا"

"میں سنا ہے چند سال بعد شوہر بدل جاتے ہیں۔آپ بھی بدل جاو گے۔پھر آپ کو یاد

بھی نہیں ہو گا کہ مجھے کھانا کھلانا بھی ہے کہ نہیں"

"ہاں تھوڑا بہت بدل تو جاوں گا۔ ہو سکتا ہے تب وقت کم ملے مجھے"

جیا نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"دیکھا میں نے کہا تھا نا بدل جاو گے۔ مان بھی رہے ہو"

"ہاں تو میری مجبوری ہو گی نا۔ چند سال بعد بدل جانا"

"کیا مطلب کیا مجبوری ہو گی؟ کوئی دوسری لے آو گے؟"

"ہاہا۔۔۔ ارے نہیں میں صرف ایک کو ہی سنبھال سکتا ہوں دوسری کیا کرنی ہے؟"

"تو پھر؟"

"پھر یہ کہ۔۔۔۔۔۔"

"پھر؟"

"پھر یہ کہ۔۔۔۔۔۔"

"افففف زوہیب اب بتا بھی دیں"

"یار پھر ہمارے بچے ہو جائیں گے نا تو میں ان کو بھی تو دیکھنا ہو گا۔"

ناچاہتے ہوئے بھی حیا شرما سی گئی۔

"توبہ ہے زوہیب۔آپ بھی نا"

"کیوں؟ نہیں ہو گئے؟"

"کیا ہے اب کھانا تو کھانے دیں"

"ویسے کتنے ہوں گے؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles

زوہیب نے پھر شرارت سے پوچھا۔

"کیا؟"

"بچے یار"

"زوہیبب بس کرو"

"میں نے کیا کیا ہے جو بس کہہ رہی۔یہی پوچھا کتنے ہوں گے۔"

"مجھے نہیں پتا"

"کسے پتا ہے پھر؟"

"مجھے نہیں پتا"

"اس میں شرمانے والی کیا بات بھلا؟"

"مجھے نہیں پتا"

"ہاہاہا۔۔شرماتی ہوئی اچھی لگتی ہو ویسے۔کہاں سے سیکھا اتنا شرمانا؟"

"ہاے زوہیب میں کدھر جاؤں۔کیسے سوال کرتے آپ بھی"

"اچھا چلو میں بتا دیتا ہوں"

"کیا؟"

"کہ بچے کتنے ہوں گے"

"افففف۔۔۔"

"بھئی کوئی دس بارہ تو ہونے چاہے نا۔کہ جب میں گھر آوں تو دو تین میری ٹانگوں سے لیپٹ جائیں دو تین کندھوں پر سوار ہو جاے اور دو تین پیچھے منہ بسوڑ کر کھڑے ہو

جائیں کہ پاپا نے ہمیں نہیں اٹھایا۔اور دو تین۔۔۔۔۔"

"اللہ توبہ۔۔۔۔جا رہی ہو میں کچن میں۔آپ یہاں بیٹھے بچے گنے"

وہ برتن اٹھا کے کچن کی طرف بڑھی جب پیچھے سے زوہیب نے زوردار قہقہ لگایا۔اور جیا نے دروازہ سے جاتے ہوے اسے گھور کر دیکھا۔

"واک پر چلیں؟"

جیا جب واپس کمرے میں آئی تو زوہیب نے پوچھا۔

"رات کے اس پہر؟"

"رات کے اس پہر ویران سڑک پر ہی تو واک کرنے کا مزہ آتا ہے"

"اچھا۔ٹھیک ہے چلتے ہیں پھر۔نکالیں گاڑی جا کر"

"جو حکم بیگم"!

"ہاہا۔۔یہ کیا بیگم بیگم کہتے رہتے ہیں۔کچھ عجیب سا نہیں لگتا؟"

"تو نہیں ہو میری بیگم ؟"

"وہ تو ہوں۔ مگر اس سے ایسے لگتا جیسے ہماری شادی کو کوئی بیس سال ہو گئے ہوں"

"ہاہا۔۔۔ پاگل ہو تم بھی۔ اچھا چھوڑو۔ آجاو نیچے۔ چلتے ہیں۔"

اور پھر وہ دونوں گاڑی کو سڑک کے کنارے کھڑا کر کے خود ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے واک کر رہے تھے۔ سڑک پر اکا دکا ہی گاڑیاں چل رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جیا"!

"جی"

"میں تمہیں پا کر بہت خوش ہوں۔ جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو۔ مجھے زندگی اچھی لگنے لگی ہے۔ پہلے بھی اچھی تھی مگر اب بہت اچھی لگتی ہے۔ پتا ہے جب تم نے رشتے سے انکار کیا تھا نا۔ تو تب میں بہت ہرٹ ہوا تھا۔ مجھے لگتا تھا میں کبھی خوش نہیں رہ سکوں گا۔ میں نے تمہیں بھلانے کو شش بہت کو شش کی۔ مگر وہ دو سال میں ایک لمحہ بھی تمہیں فراموش نہیں کر سکا۔ تم میری دھڑکن کی طرح میرے دل میں رہتی

تھی۔بہت مشکل وقت تھا وہ۔اور پھر تم جب اغوا ہوئی تو مجھے لگا میں تمہیں ایک بار پھر کھو دیا ہے۔وہ دن بھی میرے لیے بہت اذیت ناک تھے۔مگر اب دیکھو اللہ نے ہمیں ملا دیا ہے۔آج تم میرے ساتھ ہو۔مجھے یوں لگتا ہے میرے پاس دنیا بھر کی خوشیاں ہیں۔میرے پاس سب ہے آج۔کیونکہ تمہارا ساتھ ہے میرے ساتھ۔مجھے کبھی چھوڑ کے نا جانا اب۔سنا نا؟"

وہ جیا کا ہاتھ تھامے رات کی اس خاموشی میں بول رہا تھا۔اور اس کا ایک ایک لفظ جیا کے دل میں اتر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جی۔۔نہیں جاوں گی"

"وعدہ کرو"

زوہیب نے رک کر جیا کا رخ اپنی طرف کیا اور اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوے کہا۔

"جی وعدہ کرتی ہوں۔آپ کو کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"پکی بات؟"

اس سے پہلے جیا کوئی جواب دیتی۔ کوئی بڑی سی کار آ کر ان کے پاس رکی تھی۔ دونوں نے مڑ کر اس طرف دیکھا۔ کار کا شیشہ نیچے ہوا۔ اور جو چہرہ جیا کو نظر آیا اسے پاؤں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے زوہیب کو مضبوطی سے تھام لیا۔

وہ سیٹھ کمال تھا۔

"تو تم مل ہی گئی مجھے۔ بہت شدت سے انتظار تھا کہ تم ایک بار ملو مجھے تو سارے حساب برابر کروں۔ بڑی مشکل سے وقت کاٹا میں جیل میں۔ تمہاری وجہ سے میرا سارا کاروبار تباہ ہو گیا۔ تمہاری وجہ سے میرے سارے ساتھی پکڑے گئے۔ تمہاری وجہ سے مجھ پر آج بھی کیس چل رہا ہے۔ میرا تو جو بنے گا سو بنے گا۔ مگر سزا سے تو تم بھی نہیں بچو گی۔"

اس نے کہتے ہوئے گارڈ سے گن لی اور اس کا رخ جیا کی طرف کیا۔ زوہیب نے بھاگ کر اس سے گن چھیننا چاہی مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

گولی چل چکی تھی۔ جو سیدھا جا کر جیا کے سینے کے پار ہو گئی۔

زوہیب نے پیچھے مڑ کر اسے تھاما اور وہ زوہیب کی باہوں میں جھول گئی۔

"جیا۔۔۔۔۔۔۔جیا۔۔۔۔۔۔۔آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔جیا ہوش کرو۔۔۔۔۔۔۔جیا مت جانا۔۔۔۔۔۔جیا تم نے وعدہ کیا تھا۔۔۔۔ابھی تو کچھ ہی دیر گزری ہے۔۔۔۔۔۔تم اتنی جلدی اپنا وعدہ کیسے بھول سکتی ہو۔۔۔۔۔۔۔جیا اٹھو پلیز۔۔۔۔پلیز جیا "

وہ اسے ساتھ لگائے بولے جا رہا تھا۔ مگر جیا کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔اس کا خون زوہیب کی شرٹ بھگو رہا تھا۔

اور سیٹھ کمال مسکراتے ہوئے سارا منظر دیکھ رہا تھا۔جب موٹر وے پولیس کی گاڑی کا سارن سنائی دیا۔جہاں زوہیب ہوش میں آیا تھا۔وہی سیٹھ بھی گھبرا کر اپنی کار کی طرف بڑا۔زوہیب بھی اس کی طرف لپکا مگر وہ گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔زوہیب نے جلدی سے گاڑی کی نمبر پلیٹ پر اس کا نمبر نوٹ کیا۔اور واپس جیا کی طرف پلٹا۔اسے اپنی باہوں میں بھرا اور اپنی گاڑی کی طرف لے آیا۔اسے گاڑی میں بیٹھا کر واپس مڑا۔پولیس آ چکی تھی۔اس نے جلدی سے پولیس کو سب بتایا۔انہیں گاڑی کا نمبر نوٹ کروایا اور پھر اپنی گاڑی کی طرف بھاگا۔اسے جلد از جلد ہاسپٹل پہنچنا تھا۔



"یہ لوگ ہماری جیا کو بار بار ہم سے کیوں چھیننے کی کوشش کرتے ہیں زوہیب بھائی؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ لوگ کیوں اتنے سنگدل ہیں؟۔۔۔۔۔۔ان کو رحم نہیں آتا کسی پر یوں ظلم کرتے ہوے؟۔۔۔۔۔۔یہ۔۔۔۔یہ لوگ مر کیوں نہیں جاتے؟۔۔۔۔۔۔۔کیوں زندہ ہیں ایسے درندے؟۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ کا عذاب نازل ہو ان پر۔۔۔۔۔۔۔۔کہیں چین نصیب نا ہوا نہیں۔۔۔۔۔خدا پوچھے ان ظالموں کو۔۔"

ہاسپیٹل کے کوریڈور میں کھڑی حیا زوہیب کے سامنے روتی ہوے سوال پر سوال کر رہی تھی۔مگر زوہیب نے کچھ نہیں کہا۔اس نے حیا کے سر پر ہاتھ رکھا اور اسے کوریڈور میں رکھی چیئر پر بٹھا دیا۔

"اے اللہ! میں نے اپنی زندگی میں تجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔۔کیونکہ مجھے کبھی مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔اللہ توں مجھے بن مانگے ہی دیتا رہا۔۔۔۔۔مگر ۔۔۔۔۔آج میں آپ سے اپنی دوست کی زندگی مانگ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔اللہ میری دوست کو بچا لے۔۔۔۔۔تو نے۔۔۔۔۔پہلے بھی تو بچایا تھا اب بھی بچا لے۔۔۔۔۔۔۔اللہ میں تیرے آگے فریاد کرتی ہوں۔۔۔۔۔توں ہی تو فریاد رسو کی

فریاد سنتا ہے مالک۔۔۔۔۔۔اللہ میں کوئی بہت نیک لڑکی نہیں ہوں۔۔۔۔۔میں بہت گناہگار ہوں۔۔۔۔۔میرے گناہ معاف کر دے یااللہ اور میری دعا قبول کر لے میرے مولا۔۔۔۔میری جیا کو زندگی دے دیں اللہ۔۔۔۔۔۔بھلے تو میری زندگی لے لے۔۔۔۔مگر میری جیا کو بچا لے مالک تو میری سانسیں اسے دے دے۔۔۔۔۔۔پلیز اللہ۔۔۔۔۔پلیززززز"

وہ ہاتھ اٹھا کے دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھیں۔آنسو لڑیوں کی صورت گالوں پر بہہ رہے تھے۔مگر اس کی دعا سن لی گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب خود سلمان صاحب کی طرف بڑھا جو بار بار اپنے آنسو صاف کر رہے تھے۔اس نے جا کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے حوصلہ دیا۔

وہ جو خود اندر سے ٹوٹ چکا تھا وہ سب کو حوصلہ دے رہا تھا۔

تبھی آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھولا اور ڈاکٹر باہر آتی دکھائی دی۔

جہاں زوہیب اور سلمان صاحب ان کی طرف بڑھے۔وہی حیا بھی اٹھ کے اس طرف

آئی۔

"ڈاکٹر صاحبہ! میری دوست ٹھیک ہے نا اسے۔۔۔۔۔اسے کچھ ہوا تو نہیں نا۔۔۔پلیز بتائیں وہ ٹھیک تو ہے نا؟"

حیا تیز تیز بولتی پوچھ رہی تھی۔

"حیا! ڈاکٹر کو تو کچھ بولنے دو"

زوہیب نے اسے ٹوکا۔

"آپ نے بہت اچھا کیا جو اسے فوراً ہاسپٹل لے آئے۔ہم نے آپریشن کر کے گولی نکال دی ہے۔اللہ کا شکر کہ گولی دل کو چھو کر گزر گئی۔ورنہ ہم کچھ نا کر سکتے۔وہ صبح تک ہوش میں آجائے گی۔آپ لوگ دعا کریں۔"

"ڈاکٹر! میں۔۔۔۔میں اس سے مل سکتی ہوں کیا؟"

"نہیں ابھی وہ روم میں شفٹ نہیں ہوئی۔آپ انتظار کریں"

ڈاکٹر کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔اور سب کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی۔کسی کو کھو دینے کا تصور واقع بہت جان لیوا ہوتا ہے۔اور یہ سب نے جان لیا تھا۔



حیا نے آہستہ سے ہاسپیٹل کے کمرے کا دروازہ کھولا۔اور جیا کے بیڈ کی طرف قدم بڑھائے۔وہ آکسیجن ماسک پہنے آنکھیں موندے لیٹی تھی۔بائیں ہاتھ پر ڈرپ کی سوئی پیوست تھی۔اور خون قطرہ قطرہ اس کے جسم میں اتر رہا تھا۔

حیا اس کے پاس آکر رکی۔عینک کے نیچے سے آنسو صاف کیے۔اور جھک کر اس کا ماتھا چوما۔پاس پڑی چیئر پر بیٹھی۔اور ڈرپ لگا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"آج میں بہت خوش ہوں جیا۔اللہ نے میری دعا سن لی۔تم میرے پاس ہو اس وقت۔اگر تمہیں کچھ ہو جاتا نا۔۔۔۔۔۔۔۔تو ہم۔۔۔۔۔ہم جیتے جی مر جاتے۔۔۔۔۔۔"

حیا نے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوے کہا۔

"حیا۔۔۔۔"

"جیا۔۔۔"

جیا کو ہوش آرہا تھا۔اور اس نے آنکھیں بند کیے ہی حیا کا نام پکارا تھا۔بالکل ایسے ہی

جیسے کبھی حیا نے اس کا پکارا تھا۔

"تیرے سانسوں سے میری سانس جڑی ہے

تیرے درد سے مجھے درد ہوتا ہے او یارا"

)حیا جہاں(

"جیا! تم ٹھیک ہو نا؟"

حیا کے پوچھنے پر اس نے آنکھوں سے اشارہ کیا "ٹھیک ہوں"۔ وہ ابھی بول نہیں پا رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کہیں درد تو نہیں؟"

حیا نے فکر مندی سے پوچھا۔ جبکہ جیا کی آنکھیں بھیگ گئی اس کی محبت دیکھ کر۔ وہ ایک بار پھر موت کے منہ سے واپس آئی تھی۔ وہ اپنوں سے دور نہیں جانا چاہتی تھی۔ مگر اسے دور کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"رو کیوں رہی ہو جیا؟"

جیا نے آہستگی آکسیجن ماسک اتارا۔

"جیا یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔۔ماسک کیوں اتار رہی ہو؟"

"میں۔۔۔۔۔بہتر۔۔۔۔۔۔محسوس کر رہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔حیا۔تم فکر نا کرو۔"

"اوہ۔اللہ کا بہت بہت شکر ہے۔۔تم ٹھیک ہو۔تمہیں کچھ ہوا نہیں"

"حیا۔۔۔۔۔جب تک۔۔۔۔۔۔میری۔۔۔۔۔زندگی میں۔۔۔۔۔میرے چاہنے والوں کی دعائیں ہیں نا۔۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ نہیں ہو سکتا۔۔تم۔۔۔۔۔زوہیب۔۔۔۔۔۔میرے ماں باپ۔۔۔۔۔سب ہیں نا میرے ساتھ۔۔۔۔۔۔مجھے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا بلکل ہلکی آواز میں بات کر رہی تھی۔آنسو خود بخود آنکھوں سے رواں تھے۔حیا نے آگے بڑھ کے اس کی آنکھیں صاف کی۔

"اچھا اب رو نہیں۔تمہاری طبیعت مزید بگھڑنا جاے۔اب نہیں رونا سنا تم نے؟"

حیا نے اسے مصنوعی خفگی سے کہا۔اور جیا نے ہلکا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر اجازت ہو تو ہم اپنی بیگم سے شرف ملاقات حاصل کر لیں؟ہماری بہن تو قبضہ ہی جما کے بیٹھ جاتی ہماری بیگم پر"

زوہیب کمرے میں آتا ہوا گویا ہوا۔

"ارے زوہیب بھائی آپ کو اجازت کی کیا ضرورت بھلا۔ بھئی آپ کی ہی ہے بیگم وہ بھی ساری کی ساری۔۔ کوئی کیسے قبضہ کر سکتا؟"

"شکریہ شکریہ۔اب ایسا کرو۔انکل کے ساتھ گھر چلی جاو۔اور کچھ کھا پی لو جا کر۔رات سے ایک ہی رٹ تھی تمہاری کہ جیا کو جب تک ہوش نہیں آتا۔میں کچھ نہیں کھانا پینا۔"

"جی۔چلتی ہوں۔۔آپ سنبھالے اپنی بیگم کو۔بچاری اداس ہو گئی آپ کے بغیر" حیا نے شرارت سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔جب کہ زوہیب ہنستے ہوے جیا کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیسی ہو جیا؟"

زوہیب نے اس کے ماتھے پر آے بال پیچھے کرتے ہوے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں"

"وہ لوگ پکڑے گئے ہیں۔اب پولیس تمہارا بیان بھی لے گی۔انہیں ان کے کیے کی

سزا ضرور ملے گی۔"

"ہمم"

"اب تم جلدی سے ٹھیک ہو جاو بس۔۔میں تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔"

زوہیب نے آہستہ سے کہا۔اور جیا نے مسکرا کر جواب دیا۔



ایک ماہ بعد۔

وہ چودویں کی رات تھی۔مکمل چاند آسمان پر جگمگا رہا تھا۔اسے یہ منظر ہمیشہ دل کو بھاتا تھا۔اسی لی وہ ٹیرس پہ اسے دیکھنے آگئی تھی۔

تبھی زوہیب آتا ہے اور پیچھے سے ہی اس کے گرد بازو حمائل کرتے ہوے خود کے قریب کرتا ہے۔

"چاند دیکھا جا رہا؟"

"ہاں۔مجھے بہت اچھا لگتا پورا چاند"

"ہمم۔۔۔ ہمیں تو فرصت ہی نہیں چاند کو دیکھنے کی۔"

"کیوں جی؟"

"ہم تمہیں دیکھے یا چاند کو۔"

"ہاہاہا۔۔۔ آپ بھی نا"

"ہاں تو اور کیا"

"اچھا۔ چھوڑے مجھے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry

"کیوں چھوڑوں؟"

"چھوڑے نا"

"کیوں نا؟"

"افففف۔۔۔ زوہیب"

"ہاں نا بتاو بھی کیوں چھوڑوں اپنی بیگم کو؟"

"مجھے۔۔۔۔۔ شرم آتی ہے"

"ہاہاہا۔۔۔شوہر سے کیسی شرم پاگل؟"

"مجھے نہیں پتا"

"اچھا لو چھوڑ دیا"

زوہیب بازو رہٹاتے ہوے اس کے سامنے آیا۔اور چاند کی روشنی میں جیا کا چہرہ اور بھی پر نور لگتا تھا۔جو زوہیب کے دل میں اترتا جا رہا تھا۔

"تمہارا تل چاند کی روشنی میں اور بھی پیارا لگ رہا"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ کو تو ہمیشہ ہی لگتا ہے"

"آج زیادہ لگ رہا ہے"

"آپ یہ بھی ہمیشہ ہی کہتے ہیں"

"اچھا تو پھر اجازت ہے؟"

مگر جیا نظریں جھکائیں کھڑی رہی۔

"بولو بھی؟"

"مجھے نہیں پتا۔بہت تنگ کرتے ہیں آپ مجھے"

"ہاہاہا۔۔۔۔اس کا مطلب اجازت ہے"

زوہیب نے شرارت سے کہااور جھک کے اس کے تل پر اپنے لب رکھ دیئے۔اور جیا نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

اور چاند یہ منظر دیکھ کر مسکرایا تھا۔

وہ کوئی آدھی رات کا وقت تھا۔لاونج کی ساری لائٹس آف تھیں۔صرف ٹی وی سکرین کی روشنی ہی تھی۔جس پر کوئی ہارر مووی پلے ہو رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب ہاتھ میں پاپکارن کا باؤل پکڑے صوفے پر بیٹھا تھا۔جبکہ جیا اس کے کندھے پر سر ٹکائے بڑے انہماک سے مووی دیکھ رہی تھی۔بار بار آنکھیں بند ہونے لگتی مگر مووی اتنی انٹریسٹنگ تھی کی وہ نیند کو جھٹک دیتی۔

"کیسی ہے مووی؟"

زوہیب نے پوچھا۔

"اچھی ہے۔"

"کافی پیئے؟"

"لو جی۔ مووی کو درمیان میں چھوڑ کر جانا؟ ایسے تو مزہ نہیں آئے گا"

جیا کو اعتراض ہوا۔

"تو بریک لگا دیتے ہیں نا مووی کو۔ کافی بنا لیتے ہیں پھر دیکھیں گے۔ بڑی طلب ہو رہی کافی کی یار"

"تو بنائے گا کون زوہیب صاحب؟ مجھ میں ہمت نہیں ہے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیا نے جمائی روکتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو میں بنا دیتا ہوں نا"

"آپ؟"

"ہاں تو مجھے کونسا بنانی نہیں آتی۔ وہ تو تم ہو تو تمہں کہہ دیتا ہوں ورنہ مجھے بہت اچھی کافی بنانی آتی ہے"

"اچھا جی؟ تو جائیں پھر بنائیں۔ میں انتظار کرتی ہوں۔ اور بریک لگا دیں مووی کو"

"اچھا۔ابھی بنا کے لایا۔انتظار کرو"

وہ کافی بنانے کے لیے کچن میں چلا گیا۔اسے کافی بنانا تب سے آتی تھی جب وہ دو سال اس گھر سے دور رہا تھا۔ مگر اپنے اس کچن میں آج پہلی بار بار بنا رہا تھا۔اسی لیے اسے ہر چیز ڈھونڈنے میں دقت ہو رہی تھی۔ سو پانچ منٹ میں تیار ہونے والی کافی اس نے بیس منٹ میں بمشکل تیار کی تھی۔دل ہی دل میں خود کو کوس بھی رہا تھا کہ کیا ضرورت تھی بیگم کے سامنے شوخیاں مارنے کی؟اسے کچن میں بلا بھی نہیں سکتا تھا۔آخر مرد کی عزت کا سوال تھا؟

وہ کافی بنا کے لاونج میں لیکر آیا۔مووی بریک پر ہی تھی۔مگر جیا صاحبہ صوفے سے ٹیک لگائے سو چکی تھی۔

اس نے اسے دیکھا اور خود پر افسوس ہوا کہ اتنی دیر لگا دی کہ وہ سو ہی گئی؟

اسنے ایک آواز دی اسے۔ مگر وہ نا اٹھی۔اس نے کچھ سوچتے ہوے کپ ٹیبل پر رکھے اور جیا کی طرف مڑا۔

اسے آگے بڑھ کر باہوں میں اٹھایا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

اسے لا کر بیڈ پر لٹایا۔ چہرے سے بال پیچھے ہٹائے۔ اس پر کمبل اوڑھا۔ جھک کر اس کے ماتھے پہ پیار کیا۔ اور پھر نیچے کافی پینے آ گیا۔ جیا کی کافی اس نے واپس کچن میں رکھ دی۔ اور اپنی ختم کر کے اوپر سونے کے لیے بڑھا۔

وہ دونوں آج لان کے بجائے لیونگ روم میں ہی کھیل رہے تھے۔ اور سب کے سکون میں سکون سے خلل ڈال رہے تھے۔ بیا اور امن صوفے پہ بیٹھی ہوم ورک کر رہی تھیں۔ جب وہ دونوں صوفوں کے گرد گھومتے ایک دوسرے کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حمزہ آگے بھاگ رہا تھا اور حیا اس کے پیچھے پیچھے۔ جب بیا اور امن ان کے شور سے تنگ آ کر گھور کر انہیں دیکھا۔ مگر وہاں پرواکسے تھی؟

اور تب ہی سلمہ بیگم ہاتھ میں چاول کی ٹرے پکڑے۔ جو وہ صاف کرنے کے لیے لا رہی تھی۔ بھاگتی حیا ان سے ٹکرائی اور سارے چاول دور دور بکھر گئے۔ اور پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔

"ہائے حیا در فٹے منہ۔۔۔۔۔۔ سارے چاول کا ستیاناس کر دیا۔ ارے کمبخت آج توں مجھے بتا ہی دے کہ تو نے کب بڑی ہونا ہے؟ ہائے ربا میں کدھر جاؤں کیا کروں اس

لڑکی کا سارا دن بچی بنی رہتی بچے کے ساتھ۔۔

ارے لوگوں کی بچیاں دیکھی ہیں اس عمر میں اتنی سلجی ہوئی ہوتی ہیں کہ ماں کو زرا نہیں فکر ہوتی اور سارا گھر سبھال رکھا ہوتا۔۔۔اور کچھ نہیں تو جیا سے ہی کچھ سیکھ لیتی۔ کتنی سمجھدار بچی ہے۔ کبھی کوئی الٹی سیدھی حرکت کرتے دیکھا اسے؟ کتنی تمیز سے بات کرتی ہے۔ کتنے اخلاق والی بچی ہے مجال ہے جو ماں کو کبھی تنگ کیا ہو۔اور ایک یہ میرے گھر میں دو نمونے پیدا ہو گئے ہیں۔اللہ جانے کیا بنے گا انکا۔۔۔۔"

سلمہ بیگم تو تپ ہی گئی تھی آج۔اور وہ دونوں مجرم کی طرح ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔وہ بیا کو فرش صاف کرنے کا کہہ کر۔غصے میں بولتی کچن میں دوبارہ چاول لینے چلی گئیں۔وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ایک دن

وہ حمزہ اور حیا کی ان شرارتوں کو ترس جائیں گی۔

دروازہ زور سے مطلب "دھڑام" سے کھولا تھا۔اور حیا کی آمد ہوئی تھی۔زوہیب سامنے ہی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔دروازے کی آواز پر اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"حیا! میری بہن تم ایک کام کیوں نہیں کرتی؟"

"حکم کریں زوہیب بھائی"

"تم آنے سے پہلے مجھے کال کر دیا کرو۔ یا صرف میسڈ کال کر دیا کرو کہ میں آ رہی ہوں۔ تو میں دروازہ تمہارے لیے کھول کر رکھ دوں گا۔ تاکہ ہمارے کان سلامت رہیں۔"

"ارے نہیں زوہیب بھائی! آپ کو ایسے ہی زحمت ہو گئی۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا کہ میرا بڑا بھائی میرے لیے دروازہ کھولے۔ آپ ایسا کریں اپنے گھر کا دروازہ ہی اتار کر رکھ دیں۔ نا ہو گا دروازہ نا میں زور سے کھولوں گی۔ کیسا آئیڈیا؟"

حیا نے رسانیت سے کہا

"ہاہاہا۔۔ حیا تم نہیں سدھرو گی۔ کبھی نہیں"

"جو سدھر جائیں وہ ہم نہیں"

حیا نے فخر سے بال پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں۔ تم جیسے چیزیں کہا سدھرا کرتی"

"شکریہ شکریہ محترم بھائی جان۔اب یہ بتادیں مجھے کہ آپکی بیوی پلس محبوبہ کہاں ہے؟"

"یہ کس کی محبوبہ کی بات ہو رہی؟"

کچن سے آتی جیا نے پوچھا۔

"ارے جیا زوہیب بھائی اپنی کسی پرانی محبوبہ کی بات کر رہے تھے تو میں پوچھا کہ وہ اب کدھر ہوتی؟"

اور زوہیب تو حیا کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"توبہ کرو لڑکی کیوں میری بیوی کو بھڑکا رہی ہو میرے خلاف۔کیوں میرا ہنستا بستا گھر خراب کرنا پہ تلی ہو۔جیا اس کی باتوں بلکل اعتبار مت کرنا۔"

جیا ہنستے ہوے سب سن رہی تھی۔جب زوہیب نے وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔

"حیا! تم نہیں بدلو گے۔کتنا دماغ چلتا ہے تمہارا ان شرارتوں میں۔میرے معصوم شوہر پر الزام لگا رہی تھی۔شرم کرو کچھ"

"واہ واہ۔اللہ کی شان۔جو کبھی ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اب اس کے لیے مجھ سے لڑا جا رہا۔سہی کہتے ہیں وقت اور لوگ بدلنے میں دیر کہاں لگتی۔ہونہہ۔معصوم شوہر۔ہاں بھئی۔آگے پیچھے جو پھیرتے رہتے اپنی بیگم کے تو یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

"افففف شروع ہو گئی یہ لڑکی۔تم سے کون باتوں میں کون جیت سکتا بھلا؟"

"ہونہہ"

"اب منہ ٹھیک کرو چشمش"

جیا نے شرارت سے کہا۔

"یہ چشمش کسے کہا؟"

"جس نے چشمہ لگایا ہے۔اور کسے کہنا"

جیا نے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے ہوے اسے گھورا۔جبکہ جیا اس کا ہاتھ پکڑے لاونج میں لے آئی۔

"اب موڈ کیسے ٹھیک ہو گا جناب کا؟"

"تمہیں تو جیسے پتا ہی نہیں"

"ہاں ہاں پتا ہے زمانے بھر کی بھوکی۔جب کھانا ہوتا ہے تب ہی تو آتی ہو۔اتنا کھاتی ہو لگتا پھر بھی نہیں تمہیں۔"

"اب طعنے نا کرو۔اور مجھ سے پوچھو کیا کھانا پسند کروں گی میں"

"لو جی۔یہ بھی ہم نے کرنا۔جی جناب مجھے بتادیں آپ کیا کھانا پسند فرمائیں گی؟"

"میرا نا چکن نگٹس کھانے کو بہت دل کر رہا۔آجاو مل کے بناتے ہیں۔"

"ہاں تم نے ہی تو بنانے ہیں۔جیسے ہمیشہ میرے ساتھ کچھ بنانے میری مدد کرتی ہو۔کھانے سے تمہیں تب بھی فرصت نہیں ملتی۔خاک مدد کرو گی میری"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اچھا اب زیادہ میرے کان مت کھاو۔چلو کچن میں"

اور پھر وہ دونوں کچن میں کام کرنے لگ گئ۔حیا ایک چیز جیا کو پکڑاتی تو اس کی انرجی لو ہو جاتی۔پھر وہ فریج کی طرف بڑھتی اور جو بھی کھانے کو ملتا۔اس سے اپنی انرجی بحال کرتی۔جیا بچاری بس اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔

"حیا!کچھ شرم کرلو۔کچھ فریج میں چھوڑو گی باقی؟یا ساری فریج خالی کر کے کی دم لو گی۔"

"ہاں تم نے تو جیسے بیکری کھول رکھی فریج میں جو میں کھا کر خالی کر دوں گی۔ہونہہ"

کبھی حیا کو بھی اثر ہوا تھا بھلا؟

"مجھے تو رحم آتا ہے اس انسان پر جسے تمہیں بھگتنا ہو گا۔ہائے رے اس کی قسمت"

جیا نے ٹھنڈی آہ بھرتی ہوے کہا۔

"میری زیادہ فکر نا کرو۔ارے وہ تو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہو گا جو میرا شوہر ہونے کا شرف حاصل کرے گا۔اتنی خوبصورت۔معصوم اور زندہ دل لڑکی ملے گی اسے۔اور کیا چاہیئے اسے"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بس اب میں کیا کہوں۔دعا ہی کر سکتی ہوں اس انسان کے لیے جو تمہیں برداشت کرے گا۔"

اور پھر یونہی دونوں کی نوک جوک چلتی رہی یہاں تک کہ چکن نگٹس تیار ہو گئے۔جو دونوں نے مل کر کھاے۔

وہ آج تھوڑا لیٹ اٹھی تھی۔اتنی نیند پتا نہیں کہاں سے آگئی تھی آج۔

"بیا! حمزہ کہاں ہے؟ آج مجھ سے پہلے اٹھ کے آ گیا۔ میں تو فجر کے بعد ایسا سوئی کہ اب جا کے آنکھ کھلی ہے۔ اس نے تو ناشتہ بھی نہیں کیا ہو گا میرے بغیر"

حیا سیڑھیوں سے آتی ہوئی بیا سے پوچھ رہی تھی۔

"جی آپی اس نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔ سنڈے ہے نا تو باہر نکل گیا بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے"

"کہاں گیٹ کے سامنے؟"

"جی آپی"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اچھا میں دیکھتی۔ خالی پیٹ ہی کھیل رہا ہے۔ ناشتہ تو کر لیتا۔"

حیا کہتے ہوئے باہر نکلی جب ایک دم بچوں کا شور بلند ہوا۔ اس نے ابھی گیٹ کھولا ہی تھا جب ایک بچہ بھاگتا ہوا حیا کی طرف آیا۔

"حیا آپی! حیا آپی! وہ گاڑی والا حمزہ کو گاڑی مار کر چلا گیا۔ وہ بال لینے لگا تھا تو آگے سے کار آ گئی"

اور تمہیں پتا ہے جسم سے جان کیسے نکلتی؟ تمہیں پتا ہے جب جسم کا ایک حصہ جیتے جی

کاٹ دیا جاے تو کتنا درد ہوتا؟

وہ بھاگتے ہوے حمزہ کی طرف بڑی۔بچوں کو پیچھے کیا۔اور خون میں نہاے حمزہ کو اپنے بازوؤں میں لیا۔

"حمزہ۔۔۔۔۔۔میرے بچے آنکھیں کھولوں۔۔۔۔۔۔حمزہ کیا ہوا بیٹا ہوش کرو۔۔۔پلیز اٹھو۔۔۔۔ہیمی میری جان۔۔۔۔۔"

اتنی دیر میں سلمہ بیگم بھی باہر آگئیں۔حیا نے حمزہ کو ان کی گود میں دیا۔اور خود جیا کے گھر کی طرف بڑی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دروازہ آج بھی "دھڑام" سے کھولا تھا۔مگر آج کچھ بھی پہلے جیسا نا تھا۔

"زوہیب بھائی۔۔۔۔۔۔زوہیب بھائی کہاں ہیں آپ؟"

اس نے بلند آواز میں زوہیب کو پکارا۔

"حیا!کیا ہوا؟یہ یہ تمہارے کپڑوں پر خون کیسا؟"

جیا نے گھبر کر پوچھا۔

"زوہیب بھائی کہاں ہیں جیا؟"

"وہ کمرے میں ہے مگر۔۔۔۔"

ابھی جیا نے اسے بتایا ہی تھا کہ زوہیب نیچے آتا دکھائی دیا۔وہ شاید حیا کی آواز سن چکا تھا۔

"بھائی گاڑی نکالیں۔۔۔میری ہیمی کو کچھ ہو گیا ہے۔پلیز جلدی سے آجائیں"

وہ کہہ کر رکے نہیں بلکہ باہر کی طرف بھاگ گئی۔فاروق صاحب آج گھر نہیں تھے۔وہ کسی دوست کی عیادت پر گئے ہوے تھے۔

جیا منہ پر ہاتھ رکھے صدمے کی سی کیفیت میں کھڑی تھی جب زوہیب بھاگ کر کمرے سے چابی لے کر آیا۔اور باہر کی طرف بڑھا جب جیا بھی اس کے پیچھے بھاگی۔

وہ تینوں حمزہ کو لیکر ہاسپیٹل روانہ ہو گئے۔

حمزہ کو ہاسپیٹل لاے تین گھنٹے ہو چکے تھے۔مگر ابھی تک ڈاکٹر باہر نہیں آیا تھا۔حیا خاموش سی ویٹنگ چیئر پر جیا کے ساتھ بیٹھی تھی۔وہ رو نہیں تھی رہی۔وہ آج خاموش تھی بس۔

زوہیب پاس ہی کھڑا چکر کاٹ رہا تھا جب ڈاکٹر اس طرف آیا۔

"زوہیب صاحب! بچے کے دماغ پر گہری چوٹ آئی ہے۔ آپریشن کر دیا گیا ہے۔ اللہ نے تو صبح تک ہوش آجاگا۔ آپ لوگ دعا کریں"

زوہیب حیا کی طرف آیا اور اسے تسلی دی کہ حمزہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ بس ویران چہرہ لیے زوہیب کو دیکھتی رہی۔

شام تک فاروق صاحب بھی آگئے تھے اور انہوں حیا کو یہ کہہ کر زبردستی گھر بھیج دیا کہ صبح حمزہ کو ہوش آجائے گا تو آکر مل لینا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زوہیب جیا اور حیا کو گھر چھوڑ کر دوبارہ پھر ہاسپٹل چلا گیا۔

جیا حیا کو کمرے میں لے آئی تھی۔ سلمہ بیگم نے اس سے حمزہ کا پوچھا تو اس نے انہیں بتایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں صبح تک حمزہ کو ہوش آجائے گا۔

سلمہ بیگم جائے نماز بچھا کر اپنے بچے کی زندگی کے لیے دعا کرنے لگ گئیں۔

جیا حیا کو کمرے میں چھوڑ کر خود کچن میں اس کے لیے کچھ کھانے کو لینے آئی۔ حیا نے رات کا کھانا کھایا تھا۔

ابھی اس نے فریج کھولا ہی تھا جب اس کے ہاتھ میں پکڑا موبائل بجنے لگا۔زوہیب کی کال تھی۔

"جیا! حیا کہاں ہے؟"

"اسے میں کمرے میں چھوڑ کر آئی ہوں۔اور کچن میں اس کے لیے کچھ کھانے کو لینے آئی تھی۔کیوں؟"

"اسے اچھی طرح کھانا کھلا دو جیا۔وہ بھوکی نار ہے۔"

"آپ نے مجھے یہی بتانے کے لیے کال کی ہے زوہیب؟"

"نہیں"

"پھر زوہیب؟"

"حمزہ نہیں رہا جیا۔حیا کا حمزہ مر گیا ہے"

زوہیب نے کہا اور جیا نے فریج کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے روکا۔

"جیا! حوصلہ رکھو۔۔۔۔تم نے ہی حیا کو سنبھالنا ہے۔۔۔۔ہم حمزہ کو لے کر آرہے ہیں کچھ ہی دیر میں"

زوہیب نے کہہ کر فون بند کر دیا۔اور جیا کانپتے ہاتھوں کے ساتھ کھانا نکالنے لگی۔

کھانے کی ٹرے لیکر وہ کچن سے نکلی جب اس کی نظر مصلے پر بیٹھی سلمہ بیگم پر پڑی۔جیا نے بے اختیار آنکھیں کرب سے میچ لی۔اور بوجھل قدم اٹھاتی سڑھیاں چڑھنے لگی۔

وہ حیا کے کمرے میں آئی تو وہ بیڈ سے ٹیک لگائے نڈھال سی بیٹھی تھی۔

جیا اس کے پاس بیٹھی اور اس کے انکار کرنے کے باوجود اسے کھانا کھلاتی رہی۔

"میرے ہیمی کو کچھ ہو گا تو نہیں نا؟ وہ ٹھیک تو جائے گا نا جیا؟"

اور جیا نے بہت تکلیف سے اسے دیکھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔ٹھیک ہو جائے گا"

"میں نے زندگی میں اللہ سے بس دو دفعہ ہی گڑگڑا کر دعا مانگی ہے جیا۔ایک بار تب جب تمہیں گولی لگی تھی۔اور ایک بار ابھی اپنے حمزہ کے لیے۔۔۔جب میں تمہارے لیے دعا مانگی تھی نا جیا۔میں اللہ سے کہا تھا کہ وہ تمہیں بچا لیں بس۔میں زندگی میں کبھی ان سے کچھ اور نہیں مانگوں گی۔۔۔۔۔جیا میں نے تو کبھی اپنے حمزہ کا سوچا ہی نہیں تھا۔میں نے تو تب سوچا ہی نہیں تھا کہ مجھے کبھی اپنے حمزہ کے لیے بھی یہی کہنا پڑے

گا۔۔۔میں اپنے وعدے سے مکر گئی ہوں جیا۔میں پھر اللہ سے یہی کہہ رہی ہوں کہ میرے ہیمی کو بچا لیں میں عمر بھر کچھ نہیں مانگوں گی۔۔۔مگر مجھے یقین ہے جیا وہ میری اب بھی سن لے گا۔وہ تو رب ہے نا۔اس کے لے کونسا مشکل کچھ۔وہ میرے سنے گا۔ہاں ضرور سنے گا"

حیا کھوے ہوے انداز میں بولی جا رہی تھی۔اور جیا بس دکھ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"حیا!اللہ ہماری ساری دعائیں سنتا ہے۔اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم کتنی بار اس سے مانگ رہے۔مگر حیا!اللہ کچھ دعائیں تو قبول کر لیتا ہے۔لیکن بعض دعائیں وہ اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیتا۔جس کا اجر وہ قیامت کے دن ہمیں دے گا۔حیا! اللہ نے تمہاری دعا بھی سنبھال کر رکھ لی ہے"

جیا نے کرب سے کہا اور حیا بس اس کا منہ دیکھتی اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔اور تبھی باہر سے گاڑی کی آواز آئی۔

حیا ایک جھٹکے سے اٹھی۔ننگے پاؤں وہ تیز تیز سیڑھیاں پھلانگ کر نیچے آئی تو باہر کا دروازہ کھولا اور فاروق صاحب حمزہ کو گود میں اٹھاے اندر داخل ہوے۔زوہیب بھی ساتھ ہی تھا۔

حیا نے بھاگ کر باپ کے ہاتھ سے حمزہ کو لیا۔

"بابا کیا ہوا ہے اسے؟ ڈاکٹر نے اسے گھر کیوں بھیج دیا؟ ابھی تو وہ ٹھیک بھی نہیں ہوا ۔ابھی تو یہ زخمی ہے بابا"

"تمہارا حمزہ مر گیا ہے حیا۔۔۔مر گیا ہے"

فاروق صاحب نے دکھ سے کہا۔

"ارے نہیں بابا۔۔۔آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔حمزہ نہیں مر سکتا۔۔وہ تو نہیں مر سکتا"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا کہتے ہوے حمزہ کو گود میں لیے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ سلمہ بیگم اور بچیاں بھی اس ساتھ ہی بیٹھی رو رہی تھیں۔

"میرا حمزہ زخمی ہے بس۔اسے کچھ نہیں ہوا۔یہ سو رہا ہے۔آپ لوگ روئیں مت۔جیا انہیں کہو روئیں مت۔میرے حمزہ کی نیند نا خراب ہو جاے۔بہت چوٹیں آئی ہیں۔ تبھی آرام کر رہا۔تم لوگ فضول میں ہی روے جا رہے ہو۔میں تو نہیں رو رہی۔تم لوگ کیوں روتے ہو"

"سلمہ! اسے کہو چپ ہو جائے۔ ورنہ میرا کلیجہ پھٹ جائے۔ اسے کہو سلمہ اسے کہو۔۔۔"

"حیا! چپ ہو جا۔ ارے کمبخت چپ ہو جا۔ مر گیا ہے تیرا حمزہ۔ جی بھر کے رو لے آج ۔۔۔۔۔"

مگر حیا پھر بھی بولی جا رہی تھی اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔۔ وہ بار بار حمزہ کی پیشانی چومتی اسے ساتھ لگاتی۔ مگر اس بے جان وجود میں کوئی حرکت نا ہوئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حمزہ کو غسل دیا جا چکا تھا۔ خاندان کے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اب کچھ ہی دیر میں حمزہ کو تدفین کے لیے لے جانا تھا۔

"حمزہ! کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہوں۔ آج میری بات کیوں نہیں سن رہے تم۔ آج اپنی آپی کی بات کیوں نہیں سن رہے تم۔ میں تھک چکی ہوں تمہیں پکار پکار کے۔ امی یہ اتنی گہری نیند کیوں سو رہا آج؟ یہ اٹھ کیوں نہیں رہا؟ اس کی آنکھیں کیوں بند ہیں؟ امی یہ میرے ساتھ کھیل کیوں نہیں رہا آج؟ کیا یہ مجھ سے روٹھ گیا ہے؟ حمزہ

تم ایک بار اٹھ جاو۔ میں تمہیں منالوں گی۔ تمہیں جو چاہے ہو گا میں دلاوں گی۔ مگر اس طرح مجھ سے روٹھو تو نا۔ بیٹا میرے دل کو کچھ ہو رہا۔ پلیز مجھ سے بات کرو ۔امی۔۔۔۔امی اسے کہے نا یہ مجھ سے بات کریں۔اسے کہے نا میری بات کا جواب دے۔۔۔۔"

"حیا! چپ ہو جا۔ کمبخت تیری زبان ہمیشہ سے یونہی چلتی ہے۔ کبھی تو منہ بند کر لیا کرو۔ کبھی تو میری بات مان لیا کرو حیا۔۔۔۔"

سلمہ بیگم روتے ہوے اسے کہہ رہی تھیں۔

"امی ! وہ میرے بیٹے کو بیچ سڑک میں کچل کر چلا گیا۔۔۔۔۔۔۔اسے رحم نہیں آیا۔۔۔۔۔۔کتنا ظالم تھا وہ۔۔۔۔۔اس کے سینے میں دل نہیں تھا کیا۔۔۔۔۔۔وہ اسے مار کر آگے کیسے بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔۔اس کے دل کو کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔۔۔امی ۔۔۔۔۔۔امی میرے لاڈو میں پلے بیٹے کو وہ یوں بے دردی سے مار گیا۔ان ہاتھوں میں کھلایا اسے میں نے۔۔۔۔۔امی میرا شہزدے جیسا بیٹا بیچ سڑک میں رل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرا شہزادہ بیچ سڑک میں رل میں امی۔۔۔۔"

"حیا! چپ ہو جاو۔ پاگل ہو جاو گی تم۔چپ ہو جا"

سلمہ بیگم نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کروایا۔اس کی باتیں سب کو رلا رہی تھیں۔

پھر فاروق صاحب نے زوہیب کو چارپائی اٹھانے کے لیے اشارہ کیا تو وہ آگے بڑھا۔جیسے ہی زوہیب جھکا حیا نے فورا حمزہ پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

"نہیں کوئی اسے لے کر نہیں جائے گا۔کوئی آگے مت بڑھے۔میرے بچے کو مت لے جانا۔۔۔کوئی میرے ہیمی کو مت لے جائے۔۔۔میں نہیں جانے دوں گی۔۔۔میرے بیٹے کو مجھ سے مت چھینو۔میں مر جاوں گی۔اس مت لے جانا۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ حمزہ سے لپیٹی روئی جا رہی تھی۔زوہیب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور جیا کو اشارہ کیا کہ اسے سنبھالے۔جیا نے اسے کندھوں سے پکڑ کر پیچھے کیا۔اور اپنے ساتھ لگایا۔مگر حیا فورا ہٹی اور پھر حمزہ کی طرف بڑھی۔مگر چارپائی اٹھائی جا چکی تھی۔جیا اور سلمہ بیگم نے حیا کو پکڑ رکھا تھا اور وہ پاگلوں طرح حمزہ کو پکارتی روتی خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور پھر سارے آوازیں آنا بند ہو چکی تھیں۔اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ بہوش ہو چکی تھی۔

چھ ماہ بعد۔

سعدیہ پھپھو آج بڑے دنوں بعد آئی تھیں۔اور حیا نے نوٹ کیا تھا کہ آج ان کا لہجہ بڑا ہی میٹھا تھا۔حیا سے بھی وہ "میری بیٹی" کہتے ہوے ملیں۔اور سلمہ بیگم سے بھی پہلے کی نسبت بڑے اچھے انداز میں بات کر رہی تھی۔

وہ امی بابا کے ساتھ ہال میں میں بیٹھی ہوئیں تھیں۔اور حیا سب کے لیے چائے وغیرہ بنانے میں مصروف تھی۔

"فاروق بھائی! آج میں بہت اہم مقصد کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔آپ یوں سمجھے کے آج آپ کی چھوٹی بہن آپ سے کچھ مانگنے آئی ہے۔اور مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی بہن کو خالی ہاتھ نہیں لٹائیں گئے۔"

"سعدیہ! بہنیں کبھی بھائیوں کے گھر سے خالی نہیں جاتیں۔تم کہو جو کہنا ہے۔میں سن رہا ہو"

فاورق صاحب نے اپنائیت سے کہا جبکہ سلمہ بیگم کچھ کچھ سمجھ رہی تھیں۔ مگر بات مکمل ہونے کا انتظار کیا انہوں نے۔ حیا کو کچن میں ساری آوازیں آ رہی تھی۔

"بھائی صاحب! جیسا کہ آپ جانتے ہیں میرا ایک ہی ایک بیٹا ہے۔ اللہ زندگی دے اسے۔ بڑے ہی لاڈ و میں پلا ہے۔ اس کے باپ نے کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔ ارے باپ کے پاس پیسوں کی کمی تھوڑی ہے۔ تبھی تو وہ اپنے کام کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ مگر آپ فکر نا کریں وہ بھی کرنے لگ جائے گا۔ اب آپ سے میں یہ کہنا چاہتی ہو بھائی صاحب کہ حیا کو میری جھولی میں ڈال دیں۔ میں اسے اپنے عارف کی دلہن بنا کے لے جانا چاہتی ہوں۔ ارے راج کرے گی راج۔ ہمارے پاس اللہ کا دیا کیا نہیں ہے بھلا؟ شہزادی کی طرح رکھے گا میرا عارف اسے۔ بس میں نا نہیں سنو گی۔ آخر کو اکلوتی بہن ہوں میں آپ کی۔ سب سے پہلا حق میرا ہی تو بنتا"

سعدیہ بیگم اپنی بات مکمل کر کے دونوں میاں بیوی کی طرف دیکھنے لگے۔ جو بالکل چپ ہو گئے تھے۔ حیا بھی چائے لے آئی تھی۔ جسے سعدیہ نے صدقے واری جاتے ہوئے تھام لیا۔ وہ سب سن چکی تھی مگر باپ کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے سعدیہ۔ ہمیں سوچنے کا وقت دو۔ تم صحیح کہتی ہو۔ تمہارا حق سب سے پہلا

ہے۔اور مجھ خوشی ہو گی کہ میری بیٹی اپنے خاندان میں ہی جائے گی"

جہاں سعدیہ کے چہرے پر خوشی چھائی تھی وہی حیا اور سلمہ بیگم حیرانگی سے فاروق صاحب کو دیکھ رہی تھیں۔

"بابا! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ مجھے عارف سے شادی نہیں کرنی۔پھر آپ سوچنے کا وقت کیوں مانگ رہے پھپھو سے؟"

"ارے حیا۔تم بڑوں کے معاملات میں نا بولو۔جاو اندر"

فاورق صاحب کے بجائے پھپھو بولی تھیں۔

"پھپھو! میں اپنے بابا سے بات کر رہی ہوں۔آپ سے نہیں"

"حیا! یہ کیا بد تمیزی ہے۔اپنی پھپھو سے ایسے بات کر رہی ہو۔کوئی بڑوں کا لحاظ ہے کہ نہیں۔چلو اندر۔جاو یہاں سے۔مجھے تم سے بہتر پتا کہ تمہارے حق میں کیا اچھا ہے"

فاورق صاحب غصے میں بولے۔

"نہیں بابا میں یہاں سے نہیں جاوں گی۔یہاں میری زندگی کا فیصلہ ہو رہا۔میرا یہاں

ہونا ضروری ہے۔میں بتادوں آپ کو بابا! میں۔۔۔۔میں عارف سے کسی صورت شادی نہیں کروں گی۔آپ بھی سن لین پھپھو"

حیا نے اپنا فیصلہ سنادیا تھا۔

"حیا! اس سے پہلے کہ میرا ضبط جواب دے جاے۔یہاں سے چلی جاو۔تمہیں عارف سے ہی شادی کرنا ہو گی۔یہ تمہارے باپ کا فیصلہ ہے۔تمہیں قبول کرنا ہو گا"

"آپ میری شادی ایک آوارا اور شرابی سے کروادے گئے بابا؟آپ اپنی بہن کی محبت میں اتنا اندھے کیسے ہو سکتے کہ اپنی بیٹی کو ہی قربان کردیں؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"سب لڑکے جوانی میں ایسے ہی ہوتے حیا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جاتے۔جب شادی کے بعد ذمہ داریاں بڑھتی ہے نا۔تو سب سدھر جاتے۔عارف بھی ٹھیک ہو جاے گا۔اور تم اس کے ساتھ بھوکی نہیں مرو گی۔بہت پیسہ ہے اس کے باپ کے پاس۔اگر عارف نہیں بھی کماتا تو تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔"

"نہیں۔۔۔۔۔نہیں بابا! آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔اور پھپھو آپ ۔۔۔۔۔آپ کو اپنے نکمے اور جاہل بیٹے کے لیے میں ہی نظر آئی تھی؟اور کوئی نہیں ملی

تھی آپ کو۔۔۔۔میں مر جاوں گی مگر آپ کے بیٹے سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔ارے دنیا جہاں کی برائی اس میں ہیں۔شرابی جواری کہیں کا میرے لیے ہی رہ گیا ہے کیا۔۔۔۔آپ کی اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ میرا رشتہ مانگے اس کے لیے۔۔۔۔ایک اچھی تربیت تو کر نہیں سکی آپ اس کی۔اور چلی ہیں مجھے اس کی دلہن بنانے۔۔۔۔لوگوں کی بیٹیاں اتنی فالتوں کی ہیں کہ آپ جیسے لوگوں کے بگڑے بیٹوں کے سدھرنے کا انتظار کریں۔اور وہ سدھرتے سدھرتے ان کی ساری جوانی کھا جائیں۔ہونہہ۔حیا ایسا نہیں ہونے دے گی۔حیا کو اپنے لیے لڑنا آتا ہے۔آپ جائیں جا کر اپنی نکمی اولاد کے لیے کسی اور کا در کھٹکھٹائیں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیا بلند آواز میں بولتی جا رہی تھی۔جب فاروق صاحب غصے سے اٹھے اور حیا کو پے در پے تین چار تھپڑ مارے۔

"کتنی لمبی زبان ہے تیری۔میری گھر آئی بہن کی بے عزتی کرتی ہو۔بے غیرت اولاد تمہیں تو اب میں سیدھا کروں گا"

فاروق صاحب حیا کو مارتے ہوئے بول رہے تھے۔جب سلمہ بیگم نے بھاگ کر حیا کو چھڑوایا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ فاروق۔ جوان بیٹی کو کوئی یوں مارتا بھلا۔ اور میرا ابھی ایک فیصلہ سن لیں آپ دونوں۔ میری بیٹی اگر نہیں چاہتی تو میں اس کے ساتھ آپ کو زبردستی نہیں کرنے دوں گی۔ میں ماں ہوں اس کی۔ جنم دیا ہے میں نے اسے۔ اس کی زندگی کا فیصلہ میری مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی بچی کی زندگی برباد نہیں ہونے دوں گی۔ میں اس کے ساتھ ہوں۔ اور فاروق میں نے ساری عمر آپ کے فیصلوں کا احترام کیا ہے۔ کبھی آپ کے آگے نہیں بولی۔ مگر میں اپنی بیٹی کے لیے بولوں گی۔ اگر آپ نے میری بات نامانی نا تو میں اس گھر سے ہمیشہ کے لیے چلی جاوں گی۔ پھر رکھنا آپ اپنی بہن کو راضی"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سلمہ بیگم نے سب پر اپنی بات واضح کر دی تھی۔ اور کندھے کے ساتھ روتی حیا کو پکڑ کر اندر لیں گی۔ فاروق صاحب کچھ نہیں بولے تھے۔ وہ سلمہ کو گھر سے جانے نہیں دے سکتے تھے۔ آخر وہ ان کے چار بچوں کی ماں تھیں۔

وہ اس وقت کچن میں اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔ اسے چائے پسند نہیں تھی۔ مگر جب سر درد ہوتا تو پی لیتی تھی ورنہ نہیں۔

۔سملہ بیگم اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔جب عارف چلتا ہو کچن میں آیا۔

"تم نے میرے رشتے سے انکار کیوں کیا حیا؟"

حیا جو کام میں مصروف تھی۔اس کی آواز پر ایک دم پلٹی۔

"میرا حق تھا انکار کرنا۔سو میں نے اپنا حق استعمال کیا ہے۔آپ کوئی کوئی مسئلہ ؟"

"کیا برائی ہے مجھ میں ہاں ؟بولو ؟"

"ہونہہ۔یہ کہے کہ کیا برائی نہیں آپ میں۔میں آج جیسے جاہل انسان سے شادی نہیں کر سکتی جسے عورت ذات سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں"

"اچھا؟تم بڑی تمیز دار لڑکی ہو۔میری ماں کی جو بے عزتی کی ہے تو نے وہ بھول گئی ؟یہی پوچھنے آیا ہوں تم سے۔تمیاری جرأت بھی کیسے ہوئی میری ماں سے اس طرح بات کرنے کی۔ان کو ان کی تربیت کے طعنے دینے کی۔بولو"

"جب کوئی عزت کی زبان نا سمجھے تو اپنی زبان پھر تبدیل کرنا پڑتی ہے۔اور ابھی تو میں پھپھو کا بہت لحاظ کیا ہے ورنہ نا جانے میں کیا کر جاتی"

آخری بار کہہ رہا ہوں۔مجھ سے شادی کرنے پر راضی ہو جاو۔میں سب کچھ بول کر

تمہیں اپنالوں گا"

حیا کپ میں چائے ڈال کر پلٹی۔

"میں انکار کر چکی ہو۔اور سو بار بھی کہو گئے تو انکار ہی کروں گی۔اب جائیں یہاں سے۔"

حیا اپنی بات مکمل کر کے چائے کی طرف بڑھی جب عارف نے اس کی کلائی مضبوطی سے پکڑ کر اپنی طرف کھنچا

"آہ۔۔کیا بد تمیزی ہے عارف"

"توں سمجھتی کیا ہے خود کو؟کس بات کا غرور ہے تجھے؟کیا ہے تم میں؟کونسی چیز تمہیں ٹکنے نہیں دیتی؟تم ہو کیا چیز؟بتاؤ کیا ہو تم؟"

عارف غصے سے غرا رہا تھا اور حیا اپنی کلائی چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا"

"مجھے میری بات کا جواب دو"

"میرا ہاتھ چھوڑو گھٹیا انسان"

"نہیں چھوڑ رہا"

"میں کہتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہاتھ۔۔۔۔۔۔۔۔چھوڑو میرا"

"نہیں چھوڑوں گا۔کیا کرلے گی توں؟"

حیا نے ایک نظر شیلف پر پڑی گرم چائے کو دیکھا اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بنا دوسرے ہاتھ سے کپ اٹھا کے ساری چائے عارف کے منہ پر گرادی۔

"یہ کرلوں گی میں"

اور عارف کراہتا ہوا پیچھے ہٹا۔سنک کی طرف گیا اور پانی کے چھینٹے منہ پہ مارنے لگا۔

"حیا نام ہے میرا۔۔۔۔۔۔۔مجھے اپنے نام کی لاج رکھنا آتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔پہلے بھی کہا تھا تمہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔ابھی اور اسی وقت دفع ہو جاو یہاں سے۔ورنہ اس سے بھی برا کروں گی تمہارے ساتھ"

"تم ہمیشہ یونہی میری تذلیل کرتی آرہی ہو حیا۔میری ماں کو بھی نہیں بخشا تم نے۔میرے رشتے سے انکار کیا۔عارف کو انکار کیا تم نے۔اس دن بھی تم نے اپنے

اس کزن کے سامنے تھپڑ مارا مجھے۔اور آج۔۔۔۔آج تو تم حد ہی کر دی۔۔۔۔۔میرے منہ پر گرم چائے گرادی۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔۔تم اب مجھ سے بچ کے دکھاو حیا۔ایک ایک بات کا جواب دوں گا تمہیں۔سارے حساب نا برابر کئے تو عارف نام نہیں میرا۔تیار رہنا حیا میرے انتقام کے لیے تیار رہنا۔ سمجھی؟"

"دفع ہو جا یہاں سے۔کر لو جو کرنا ہے۔ڈرتی نہیں ہوں میں تم سے۔تم خبیث انسان تم سے اچھی کی امید بھی نہیں کی جا سکتی"

"دیکھ لو گا تمہیں حیا"

"گیٹ آؤٹ۔۔۔۔۔۔"

حیا زور سے چلائی۔اور وہ بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

حیا نے شیلف کا سہارا لیا۔گہرے گہرے سانس لیتی وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ دوپہر کا وقت تھا۔بچیاں ابھی سکول سے نہیں آئی تھیں۔سلمہ بیگم کو صبح ہی سعدیہ

کے گھر سے کال آگئی تھی کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔وہ وہی گئی ہوئی تھیں۔

حیا کام وغیرہ سے فارغ ہو کر اب سو رہی تھی۔جب فون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔پہلے تو اس نے کاٹ دیا مگر وہ مسلسل بجے جا رہا تھا۔اس نے اکتا کر کال اٹھائی۔

"آپ حیا بات کر رہی ہیں؟"

"جی۔آپ کون؟"

"آپ کو یہ بتانے کے لیے کال کی ہے کہ آپ کی والدہ کا اکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔آپ شہر کے ہاسپیٹل میں جلدی سے پہنچ جائیں"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی۔کال بند ہو چکی تھی۔اس نے جیا کا نمبر ڈائل کیا۔اس سے زوہیب کا پوچھا تو اس نے بتایا وہ آفس ہے ابھی۔اس نے جیا کی اگلی بات سننے سے پہلے فون بند کیا اور جلدی سے اپنا پیسوں والا پرس پکڑا اور دوبٹہ درست کرتی باہر کی طرف بھاگی۔اسے جلدی سے ہاسپیٹل پہنچنا تھا۔حیا نے اس بات پر غور نا دیا کہ کال کرنے والے کو اس کا نام کیسے معلوم تھا؟

وہ گیٹ سے باہر نکلی تو سامنے سے ہی ٹیکسی آتی دکھائی دی۔وہ لمحے بھر کے لیے حیران

ہوئی تھی کہ ٹیکسی کے لیے بس سٹاپ تک جانا پڑتا تھا۔ مگر آج دروازے پر ہی ٹیکسی مل گئی؟ مگر وہ سوچنے کا وقت کب تھا۔ سو اس نے جلدی سے ٹیکسی کو ہاتھ کا اشارہ کیا ۔وہ رکی تو اس نے جلدی جلدی ہاسپیٹل کا پتا بتایا۔ڈرائیور توقع کے برعکس گاڑی سے باہر نکلا اور بڑے ادب سے اس نے پیچھلی طرف کا دروازہ کھولا۔حیا شکریہ ادا کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔اور ڈرائیور دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑا۔اور گاڑی فل سپیڈ میں چلانا شروع کر دی۔

حیا پریشانی سے بار بار آنکھیں صاف کرتی اور دل ہی دل میں اپنی ماں کی زندگی کی دعا کر رہی تھی۔اس یاد آیا وہ موبائل تو گھر ہی چھوڑ آئی ہے۔اب بابا کو کیسے بتائے؟ پھر اس نے سوچا کہ وہ ہاسپیٹل پہنچ کر کہیں سے بھی کال کر لے گی۔

اسی دوران اس نے شیشے کے پار دیکھا۔پھر دوسری جانب بھی دیکھا۔اور حیران ہوئی۔

"سنیں۔۔۔۔ہاسپیٹل تو پیچھے رہ گیا ہے۔میں تو پریشان ہوں پتا نہیں چلا مگر میں آپ کو تو بتایا تھا۔اب پیچھے کی طرف گاڑی موڑے۔پہلے ہی اتنی دیر ہو گئی ہے"

حیا کہہ رہی تھی۔مگر ڈرائیور کچھ نا بولا۔

"میں آپ سے کہہ رہی ہوں آپ سن نہیں رہے؟ ہاسپیٹل پیچھے گزر گیا ہے۔ گاڑی ریورس کرے۔ اگر آپ نے نہیں جانا تو مجھے یہی اتار دیں میں کوئی اور ٹیکسی لے کے چلی جاتی ہوں"

مگر ڈرائیور خاموش رہا۔

"میں کچھ کہہ رہی ہوں۔ آپ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے؟ میری ماں کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ مجھے وہاں پہنچنا ہے۔"

ڈرائیو ہنوز چپ رہا جیسے کچھ سنا ہی نا ہو۔

"میں کیا بکواس کر رہی ہوں آپ کو سنائی نہیں دیتا۔ یہ کہاں گاڑی لے کر جا رہے آپ ۔"

حیا نے اب کے زرا بلند آواز میں کہا۔

"تمہاری ماں کا کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا۔ اب چپ کر کے بیٹھ جاو میرا سر مت کھاؤ"

"کک۔۔۔۔۔۔ کیا مط۔۔۔۔ مطلب ہے تمہارا؟ کہاں لے جا رہے ہو مجھے؟"

"میں کہا نا چپ کر کے بیٹھ جاو۔ اور مجھے میرا کام کرنے دو"

"ک۔۔۔کیسا کام؟۔۔۔۔۔۔۔کس کام کی بات کر رہے ہو تم؟"

"وہی کام جس کے لیے مجھے پیسے دیئے گئے ہیں۔ تمہیں اغوا کرنے کے لیے"

کوئی آسمان تھا جو حیا کو اپنے اوپر گرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ایک لمحہ لگا تھا اسے سب کچھ سمجھنے میں۔

"عارف۔۔۔۔۔۔"

اور اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر وہ باہر سے لاکڈ تھا۔وہ دوسرے دروازہ کی طرف بڑھی مگر وہ بھی بند تھا۔

"گاڑی روکو۔۔۔۔۔۔مجھے جانے دو۔۔۔۔پلیز مجھے جانے دو۔۔۔۔میرے ساتھ ایسا مت کرو۔۔۔۔گاڑی روکو۔۔۔۔"

ڈرائیور نہیں بولا۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں گاڑی روکو۔۔۔مجھے گھر جانا ہے۔۔۔۔۔۔میرے گھر والے میرا انتظار کر رہے ہو گئے۔۔۔۔گاڑی روکو مجھے جانے دو پلیز"

وہ اب بھی خاموش تھا۔جیسے اسے کوئی فرق ہی نا پڑ رہا ہو۔

اور پھر حیا چیختی چلاتی رہی یہاں تک کہ اس کی آواز بیٹھ گی۔رو رو کے آنکھیں سوج چکی تھیں۔مگر اس پتھر دل انسان نے اس کی ایک نا سنی اور گاڑی چلاتا رہا۔

وہ گاڑی ایک ویران سے میدان میں لے آیا۔حیا نے باہر ونڈو سے دیکھا تو سامنے ہی عارف اپنی گاڑی کے ساتھ کھڑا تھا۔حیا نے نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالی اور رخ پھیر لیا۔

ڈرائیور نے گاڑی اس کے قریب جا کر روکی۔باہر نکلا۔حیا والی سائیڈ کا دروازہ کھولا اور خود پیچھے ہٹ گیا۔عارف آگے بڑھا اور حیا کو بازو سے کھینچ کر باہر نکالا۔

"ذلیل۔۔۔۔۔گھٹیا انسان چھوڑ دو مجھے۔"

حیا چلائی تھی۔مگر اس نے اپنی گاڑی کا پیچھلا دروازہ کھولا اور حیا کو اندر پھینکا۔

ٹیکسی والا اپنی گاڑی لے کر جا چکا تھا۔

عارف نے دروازہ لاکڈ کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

"عارف۔۔۔۔۔تم اچھا نہیں کر رہے میرے ساتھ۔۔۔۔مجھے جانے دو۔۔پلیز مجھے

جانے دو"

"ہاہاہا۔۔۔بھول ہے تمہاری حیا کہ میں تمہیں جانے دوں گا اب۔ابھی ہی تو وقت آیا ہے بدلہ لینے کے اور تمہیں چھوڑ دوں۔ایسا کبھی نہیں ہو گا"

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو عارف۔۔۔۔میں تمہارے ہی خاندان کی لڑکی ہوں۔تم اپنے خاندان کی عزت کو یوں بدنام کرو گے کیا۔۔۔۔۔میں تمہارے سگے ماموں کی بیٹی ہوں۔۔۔۔کچھ تو لحاظ کرو۔۔۔۔"

"مجھے آج کچھ مت سمجھاو۔میرے ساتھ وہ سب کرنے سے پہلے سوچنا چاہے تھا تمہیں۔اور تم نے کونسا لحاظ کیا تھا کہ میں تمہاری سگی پھپھو کا بیٹا ہوں۔۔۔تم نے تو میری ماں کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا۔اب تم جو بھی کہہ لو مجھ پر کوئی چیز اثر نہیں کرنے والی۔"

"تمہیں اللہ کا واسطہ ہے عارف مجھے گھر جانے دو۔۔۔۔پلیز میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ایسا ظلم مت کرو کہ تم عمر بھر پچھتاتے رہو۔۔۔۔۔"

"یہی۔۔۔۔یہی چاہتا تھا میں حیا کہ تم میرے آگے رو۔گڑگڑاو۔میں تمہیں ایسے ہی

ٹوٹتے ہوے دیکھنا چاہتا تھا۔میں تمہارا غرور توڑنا چاہتا تھا۔مگر تم نے تو بڑی جلدی ہمت ہار دی؟تم وہی حیا ہو جو مجھے بڑھ چڑھ کے باتیں کرتی تھی؟مجھے جواری شرابی آوارہ گرد کہتی تھی نا۔دیکھو آج کیسے میرے آگے فریاد کر رہی ہو۔ہاہاہا۔۔۔مگر ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے۔ابھی تو تمہیں بہت رونا ہے۔ابھی تو میں بہت رلانا ہے تمہیں۔بہت تڑپانا ہے ابھی تمہیں۔سسک سسک کر مرو گی تم۔بہت مان تھا تمہیں اپنے نام پر۔کیا کہتی تھی تم کہ حیا نام ہے میرا؟ہونہہ تمہارا تو وہ حشر کروں گا کہ تمہیں اپنا نام لیتے ہوے بھی شرم آے گی۔تم دیکھتی جاو بس"

وہ بولتا جا رہا تھا اور حیا کے جسم میں تو جیسے جان ہی نا رہی تھی۔اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔اس اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"عارف۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔تم سے اپنے روے کی معافی مانگتی ہوں۔۔۔۔میں سب کے سامنے تم سے معافی مانگنے کو تیار ہوں۔۔۔مگر مجھے گھر جانے دو۔مجھے چھوڑ دو۔۔۔۔پلیز"

"نانا حیا بی بی۔اب معافی تلافی کا وقت گزر چکا ہے۔اب انتقام لینے کا وقت ہے۔صرف انتقام۔۔۔"

"تم کہاں لے جا رہے ہو مجھے؟"

"بہت دور۔ جہاں تمہارے ماں باپ کبھی نا پہنچ پائیں۔ وہاں پر تم ہو گی اور میں۔ بغیر نکاح کے۔ ہاہاہا۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں اللہ کا واسطہ ایسا نہیں کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایسا نہیں کرو۔۔"

حیا بار بار فریاد کر رہی تھی مسلسل بولنے کی وجہ سے اس کی آواز بمشکل نکل رہی تھی۔ مگر وہ مست سا گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"مجھ پر کوئی واسطہ اثر نہیں کرے گا۔ جتنا مرضی بول لو مجھے تم پر رحم نہیں آنے والا۔ نفرت کرتا ہوں میں تم سے۔ شدید نفرت۔ اور اب تم اس نفرت کی آگ میں جلو گی۔"

"عارف تمہیں آخری دفعہ کہی رہی ہوں۔ مجھے آزاد کر دو۔"

اس دفعہ حیا نے کہا تو اس کی آواز میں ایک عجیب سی مضبوطی تھی۔ جیسے وہ اسے وارن کر رہی تھی۔ مگر عارف نا سمجھا۔

"تم جتنی بار مرضی کہہ لو۔ میں جو ٹھان چکا ہوں۔ وہ کر کے ہی دم لوں گا۔"

اور حیا نے واقع ہی اسے آخری دفعہ کہا تھا۔عارف ابھی بھی بول رہا تھا۔

حیا نے زور سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔اپنے سر سے دوبٹہ اتارا۔اسے رسی کے انداز میں لپیٹا۔اور پھر اسے پیچھے سے عارف کی گردن میں ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیا۔وہ ایک دم گھبرا گیا۔اور چھوڑوانے کی کوشش کرنے لگا۔مگر وہ ڈرائیو کر رہا تھا اس سے چھڑوایا نا گیا۔

"ہاں میں کہا تھا حیا نام ہے میرا۔ہاں میں کہا تھا مجھے اپنے نام کی لاج رکھنا آتی ہے۔ہاں میں رکھوں گی اپنے نام کی لاج۔میں اگر تمہاری منتیں کر رہی تھی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں کمزور ہوں یا تم سے ڈر گئی۔بلکہ میں تمہیں موقع دے رہی تھی کہ خود کو بچا لو مجھ سے۔حیا تم جیسے مردوں سے نہیں ڈرتی۔حیا صرف اللہ سے ڈرتی۔"

"گھٹیا عورت۔۔۔۔۔چھوڑ مجھے۔۔۔۔۔میں اتنی آسانی سے نہیں مروں گا۔تجھ سے انتقام لے کر مروں گا۔"

"نہیں چھوڑوں گی۔ماردوں گی یا مر جاوں گی۔میں کہا نا مجھے اپنے نام کی لاج رکھنا آتی ہے۔"

حیا نے اس کی گردن پر مزید دباو بڑھایا۔ مگر اتنا نہیں کہ اس کا سانس رکے۔ وہ اب بھی اسے موقع دے رہی تھی۔

"اگر مجھے یہی اتار دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گی"

"نہیں روکوں گا گاڑی۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔۔اپنی ضد پوری کر کے رہوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔میں تمہیں برباد کر کے رہوں گا۔"

مگر اس نے موقع گنوا دیا تھا۔

حیا نے پوری قوت سے دوبٹہ اپنی طرف کھینچا اور پھر عارف کی گرفت سٹئرنگ پر کمزور ہوئی اور گاڑی خود ہی دائیں بائیں ہونے لگی۔ اور پھر۔۔۔۔۔

پھر سامنے سے آتے ٹرک سے گاڑی ٹکرائی اور گول گول گومتی ہوئی سڑک کے دائیں طرف گرتی چلی گئی۔ گرتی چلی گئی۔

ایک ماہ بعد۔

حیا ایک ماہ سے ہاسپٹل میں تھی۔ پہلے تین دن تک ڈاکٹر اس کے ہوش میں آنے کا

انتظار کرتے رہے۔اور پھر انہوں نے جو خبر دی وہ حیا کے چاہنے والے کو ہلا کر رکھ گئی۔

حیا کومے میں جا چکی تھی۔اور ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ ایسے مریض کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔کچھ لوگ بہت جلد واپس ہوش میں آ جاتے ہیں۔کچھ دو سال میں ۔کچھ کو بارہ بارہ سال بھی لگ جاتے۔اور کچھ کومے میں ہی اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

عارف معذور ہو چکا تھا۔اس کی دونوں ٹانگیں اور ایک بازو ہمیشہ کے لیے ناکارہ ہو چکے تھے۔اس نے سارے خاندان والوں کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا تھا۔کہ کیسے وہ حیا کو غلط نیت سے لے گیا تھا۔اور پھر حیا نے کیسے اپنی عزت بچانے کے لیے سب کیا۔فاروق صاحب نے اپنی بہن سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔انہوں نے عارف کو معاف نہیں کیا۔عارف کو اپنی غلطی کا احساس تو ہو گیا تھا مگر اب اس کا کوئی فائدہ نا تھا۔اب صرف پچھتاوا باقی تھا۔

وہ روز حیا سے ملنے آتی تھی۔گھنٹوں بیٹھے اس سے باتیں کرتی مگر وہ خاموش لیٹی

رہتی۔وہ جیا کی کسی بات کا جواب نا دیتی تھی۔باتیں کر کر کے جیا کا سر کھا جانے والی لڑکی اب خاموش رہتی تھی۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے بیٹھی اس کی باتیں یاد کر رہی تھی۔

"بندہ پہلے دروازہ ناک کرتا ہے پھر آرام سے کھول کر اندر آ کر سلام کرتا ہے"

"افف مجھ سے نہیں ہوتے ایسے ادب و آداب والے مشکل کام۔تم ہی کیا کرو"

"بندہ گھر آئے مہمان کو کوئی چائے پانی کا ہی پوچھ لیتا ہے"

"اچھا ٹھیک ہے کر دوں گی ہیلپ۔مگر پہلے پلیز بولو"

"جیا وہ نہ۔۔۔۔۔۔۔وہ نہ۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔چار جر۔۔۔۔۔جل گیا ہے"

"کچھ دیر تو رک جاو برسات کے بہانے"

"اس طرح جانے کی بات نہ کرو۔جب تم جانے کی بات کرتی ہو تو میرا دل ڈوبنے لگتا۔دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگتی ہیں۔سانس رکنے لگتا ہے۔طبیعت بے چین سے ہونے لگتی".....

"آج ایک بات بتا دو مجھے حیا! جب تم گھر آتی ہو تو تمہیں پیچھے سے کوئی زور کا دھکّا دیتا

ہے۔؟جو تم اس طرح "داھڑم" سے دروازہ کھولتی ہو۔"

"بس میری جان تم سے ملنے کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ دروازہ بیچ میں برداشت نہیں ہوتا"

"جیا! تمہیں پلیٹ کی پڑی ہے؟اگر میں مر جاتی تو؟"

"کبھی کوئی ہارر مووی دیکھنے سے نہیں مرا۔اور تم؟ہاہاتم جیسی چیزیں اتنی آسانی سے نہیں مرتی"

"میں اس وقت تمہارے گھر میں ہوں۔سو تمہارا اخلاقی فرض بنتا کے مجھے کھانے کا پوچھو"

"کس کو۔۔۔اس۔۔۔وقت موت۔۔۔آئی ہے؟"

"تم؟اس وقت؟یار۔۔شرم نہیں آتی اس وقت کسی۔۔۔۔۔کی نیند خرااااب کرتے ہوے۔؟

"بندے کو کسی کے گھر ایسے ہی جانا چاہے۔تاکہ سب کو خبر ہو جاے کہ کوئی اہم شخصیت تشریف لا رہی ہیں"

"ہاے جیا تمہیں میری کتنی فکر ہے۔کیسے بھاگتی ہوئی آئی ہو۔۔ہاے اتنا پیار۔کہیں بے ہوش ہی نا ہو جوں خوشی سے۔سبھالو مجھے"

جس دن میں چپ ہو گئی نا۔سب سے زیادہ تمہیں ہی تکلیف ہو گی۔"

اور جیا بے اختیار حیا کے ہاتھ پر جھکی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئی۔

"حیا! میری جان اٹھ جاو۔۔۔اب اور برداشت نہیں ہوتی تمہاری خاموشی ۔۔۔۔۔پلیز ہوش میں آجاو۔۔۔۔۔اتنی کیوں سو رہی ہو؟کیوں ہم سب سے روٹھ کر سو گئی ہو۔حیا تم چپ اچھی نہیں لگتی۔پلیز بولو۔۔۔۔حیا بولو میں تمہیں سننا چاہتی ہوں۔۔۔۔میں تمہیں کبھی نہیں کہوں گی کہ تم زیادہ کیوں بولتی ہو۔تم بولو حیا میں تمہیں نہیں ڈانٹوں گی۔۔۔حیا بولو نا پلیز۔۔۔۔حیا بولو خدا کے لیے۔۔۔۔تمہیں میرے ہاتھ کے کھانے پسند ہیں نا۔میں۔۔۔۔۔۔میں ساری زندگی تمہیں اپنے ہاتھوں سے بنے کھانے کھلانے کو تیار ہوں۔تم جو بھی کہو گی میں فورا تمہیں بنا کے دوں گی۔ایک بار اٹھو تو سہی۔حیا اٹھ جاو نا۔۔۔"

وہ زار و قطار روتی اسے پکار رہی تھی۔مگر سامنے گہری خاموشی تھی۔

اور اسی لمحے جیا نے محسوس کیا کہ حیا کا ہاتھ بالکل ٹھنڈا برف ہو گیا ہے۔

اس نے سر اٹھایا۔ حیا کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے اس کی نبض چیک کی

مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ نہیں چل رہی تھی۔

اس نے فورا سے ڈاکٹر کو آواز دی۔ ڈاکٹر نے چیک کیا اور پھر اسے "سوری۔ شی از نو مور" کہتا باہر نکل گیا۔

اور جیا نے آگے بڑھ کر حیا کو کندھوں سے پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔

"جس دن میں چپ ہو گئی نا۔ سب سے زیادہ تمہیں ہی تکلیف ہو گی۔"



ختم شدہ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین